دلچسپ فکر انگیز سبق آموز واقعات کا نایاب مجموعہ

۱۰۱ سبق آموز واقعات

مؤلف
مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب

اِدارۃ الرشید کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

دلچسپ فکر انگیز سبق آموز واقعات کا نایاب مجموعہ

۱۰۱
سبق آموز واقعات

مؤلف
مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب

ادارۃ الرشید کراچی
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
Cell: 0321-2045610

نام کتاب .... ۱۰۱ سبق آموز واقعات

مؤلف .... مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب

ناشر .... ادارۃ الرشید کراچی

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
Cell: 0321-2045610

بیت الاشاعت کراچی	مکتبۃ الشیخ کراچی
کتب خانہ مظہری گلشن اقبال	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ انعامیہ اردو بازار کراچی	مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
مکتبۃ الحرمین، لاہور	مکتبہ خلیل، لاہور
کتب خانہ شانِ اسلام، لاہور	مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی

فہرست واقعات

انتساب

ہر اس مسلمان بھائی بہن کے نام جسے اس کتاب کے
۱۰۱ سبق آموز واقعات کے مطالعے سے کچھ سبق
یا عبرت حاصل ہو اور احقر مؤلف کو اپنی
نیک دعاؤں میں یاد رکھے۔

محمد ہارون معاویہ

عرضِ مؤلف

محترم قارئین! واقعات کے حوالے سے بندہ عاجز کی یہ پہلی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس کا نام "ایک سو ایک سبق آموز واقعات" رکھا گیا ہے جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں ایک سو ایک سبق آموز واقعات ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے میری تالیف شدہ کتابوں کی تعداد اب تک بیس ہو چکی ہے، اور ان بیس کتابوں کی تالیف کے لئے بلا مبالغہ میں اب تک ہزاروں کتابوں کو اپنے مطالعے سے گزار چکا ہوں، جس میں میرا کوئی کمال نہیں بیشک یہ میرے اللہ ہی کا کرم و فضل ہے اور اب تو بحمد اللہ تقریباً زندگی کے اکثر شب و روز کا زیادہ تر وقت مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں ہی گزر رہا ہے۔ لہٰذا ان کتابوں کے مطالعے کے دوران بہت سے سبق آموز و عبرت انگیز واقعات نظر سے گزرے، یقیناً ان واقعات سے میں نے خود اپنے اندر بہت سی تبدیلیاں اور اثرات محسوس کیئے، اس لئے اسی وقت سے ذہن میں یہ بات پختہ کر لی تھی کہ ان چیدہ چیدہ واقعات کو ضرور اپنے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کروں گا انشاء اللہ، چنانچہ آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب اسی سلسلے کی پہلی کڑی ہے مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب میں موجود ایک سو ایک واقعات میں سے ہر واقعہ آپ کے لئے سبق آموز اور دلچسپ واقعہ ہوگا، میری دعا ہے کہ اللہ کرے یہ واقعات میری اور میرے قارئین کی زندگیوں میں اچھی اور مثبت تبدیلی کا ذریعہ ثابت ہوں آمین یارب العٰلمین۔

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنا دے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا اور میرے ساتھ معاونت کرنے والے

میرے مخلص ساتھی مولانا ظہورالاسلام صاحب، مولانا فاروق عادل صاحب، مولانا عمر فاروق صاحب، مولانا محمد عادل شیخ صاحب مولانا محمد افضل صاحب، اور مولانا محمد کاشف صاحب۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی صاحب مدظلہ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جب بھی ملاقات ہوتی ہے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ مکتبہ یوسفیہ کے مالک برادر کبیر جناب حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب، اسی طرح میرے ہم کلاس، مخلص دوست کئی کتابوں کے مؤلف جناب مولانا محمد سفیان بلندی بھی میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔

میری دل سے ان حضرات کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

ان کے علاوہ بھی میں دیگر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصا اس کتاب کے ناشر مولانا فیصل رشید صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کررہے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام آپ کا خیر اندیش — محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی — ساکن میرپور خاص سندھ

واقعہ نمبر......۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کی بیوی نہایت حسین تھی جس پر وہ اسرائیلی فریفتہ تھا، چنانچہ جب اس عورت کا انتقال ہوگیا تو اس اسرائیلی کو بڑا قلق ہوا اور ایک مدت تک وہ اس عورت کی قبر پر بیٹھا روتا رہا، اتفاقاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے اس اسرائیلی کو پریشان حال دیکھ کر اس کا سبب معلوم کیا، جب اسرائیلی نے اپنا واقعہ بیان کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا، کیا تو چاہتا ہے کہ میں اس کو تیرے لیے زندہ کردوں؟ اس نے عرض کیا کہ، ہاں حضور یہی میں چاہتا ہوں۔

چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قبر کے مردہ کو آواز دی تو قبر سے ایک حبشی غلام جس کے ناک کے نتھنوں، آنکھوں اور جسم کے دوسرے سوراخوں سے آگ کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی غلام نے کلمہ پڑھا کہ "لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ" اسرائیلی نے یہ دیکھ کر عرض کیا ،حضور! مجھ سے غلطی ہوگئی، میری بیوی کی قبر تو دوسری ہے، یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حبشی کو حکم دیا کہ تم اپنی قبر میں واپس ہو جاؤ، چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر گیا اور اس کی قبر کو مٹی سے چھپا دیا گیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس دوسری قبر کی جانب توجہ فرمائی اور حکم دیا کہ، اے صاحب قبر! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا! چنانچہ قبر پھٹی اور اس سے ایک عورت سر سے گرد جھاڑتی ہوئی باہر آگئی جس کو دیکھ کر اسرائیلی

بولا کہ، یا روح اللہ! میری بیوی یہی ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے وہ اسرائیلی اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر واپس ہونے لگا مگر عرصہ سے جاگا ہوا تھا اس لیے اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور اس نے بیوی سے کہا کہ تیری قبر پر گریہ وزاری اور بیداری نے مجھے ہلاک کر دیا ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کچھ دیر آرام کرلوں، بیوی کہنے لگی کہ! ہاں، آپ آرام کر لیجئے، چنانچہ وہ اسرائیلی بیوی کے زانو پر سر رکھ کر سوگیا ،اتنے میں ایک گھوڑے پر سوار ایک شہزادے کا ادھر سے گزر ہوا جو اپنے زمانے کا یکتا حسین تھا، جس کو دیکھ کر شہزادی از خود فریفتہ ہوگئی اور اس کا دل قابو میں نہ رہا اس نے شوہر کا سر زانو سے نیچے رکھا اور فرط محبت وغلبہ عشق سے مجبور ہو کر شہزادے کے سامنے جا کھڑی ہوئی ،ادھر جیسے ہی شہزادے کی نظر اس پر پڑی وہ بھی اس کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوگیا اور عورت کی خواہش پر اس کو اپنے گھوڑے پر بٹھا کر لے گیا ،چنانچہ اس کے شوہر نے بیدار ہو کر جب اپنی بیوی کو نہ پایا تو نہایت پریشان ہوا اور اس کے ملنے کی تدبیر سوچنے لگا سوچتے سوچتے آخر اس کے نشان قدم پر چل کر اپنی بیوی کو تلاش کر لیا جو شہزادے کے پاس پہنچ چکی تھی ۔اس کو دیکھ کر اسرائیلی نے شہزادے سے عرض کیا کہ، یہ میری بیوی ہے آپ اس کو چھوڑ دیجئے ،ابھی شہزادہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ اس عورت نے کہا میں تیری بیوی نہیں ، بلکہ شہزادے کی لونڈی ہوں! یہ سن کر شہزادہ اسرائیلی سے کہنے لگا کیا مجھ سے میری لونڈی کو لینا چاہتا ہے؟ اس نے کہا، خدا کی قسم! یہ میری بیوی ہے جس کو میرے سردار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مرنے کے بعد میرے لیے زندہ کیا ہے، ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اتفاقاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے، جن کو دیکھ کر اسرائیلی کہنے لگا، یا روح اللہ! کیا یہ میری وہ بیوی نہیں ہے جس کو آپ نے میرے لیے زندہ کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! یہ وہی ہے یہ سن کر عورت کہنے لگی کہ یا روح اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے میں تو

اس شہزادے کی لونڈی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تو وہ عورت نہیں جس کو میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیا ہے؟ عورت نے کہا، یا روح اللہ! بخدا میں وہ نہیں ہوں اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، جو جان خدا کے حکم سے میں نے تجھے دی ہے اس کو واپس کر دے! یہ سنتے ہی وہ عورت پھر مردہ ہو کر گر پڑی اور حضرت عیسیٰ فرمانے لگے کہ، جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جو کافر مرا تھا اور زندہ ہو کر ایمان لایا تو وہ اس حبشی غلام کو دیکھ لے جو پھر ایمان کی حالت میں مرا ہے اور جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو مؤمن مرا تھا پھر اللہ نے اس کو زندہ کیا اور وہ کافر ہو کر حالت کفر میں مر گیا تو وہ اس عورت کو دیکھ لے، اس واقعہ کو دیکھ کر اسرائیلی نے قسم کھائی اب کبھی نکاح نہ کروں گا اور میدانوں کی طرف نکل گیا جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہ کر اسے موت آ گئی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ (بحوالہ حکایات الصالحین)

حاصل...... نبی اور رسول کے اقرار وانکار کا نتیجہ اس حکایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور سبق ملتا ہے کہ کامیابی اپنے نبی ﷺ کی اطاعت ومحبت سے ہی مل سکتی ہے، چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ ہر حال میں اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کو سامنے رکھیں، چاہے دل مانے یا نہ مانے لیکن نبی کریم ﷺ کے طریقوں کو لازمی اپنایا جائے، اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۲

حضرت خضر علیہ السلام کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام دریا کے کنارے بیٹھے تھے اتنے میں کسی سائل نے آ کر ان سے سوال کیا کہ میں آپ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں مجھے

عنایت فرمایئے! یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہوگئی، جب کچھ ہوش ہوا تو فرمانے لگے: بھائی! میں تو صرف اپنی جان اور مال کا مالک ہوں، تم نے مجھ سے اللہ کے واسطے سوال کیا ہے لہٰذا میں اپنی جان اور ذات تمہارے حوالے کرتا ہوں تم جس طرح چاہو اس کو استعمال میں لاؤ بازار میں فروخت کر کے اس کی قیمت سے فائدہ اُٹھاؤ۔

چنانچہ سائل ان کو بازار لے گیا اور ایک شخص ساحمہ بن ارقم کے ہاتھ ان کو فروخت کر دیا، یہ خریدار ان کو اپنے گھر لے گیا جس کی پشت پر اس کا ایک باغ تھا، چنانچہ ساحمہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو ایک کدال دے کر کہا کہ اس سامنے والے پہاڑ (جو تین مربع میل رقبہ میں واقع تھا) مٹی کاٹ کاٹ کر باغ میں ڈالتے رہیں اور یہ حکم دے کر ساحمہ اپنی کسی ضرورت سے کہیں چلا گیا اور حضرت خضر علیہ السلام اس پہاڑ سے مٹی کاٹ کاٹ کر باغ میں ڈالنے لگے، جب ساحمہ واپس آیا تو اس نے گھر والوں سے دریافت کیا: تم نے غلام کو کھانا بھی کھلایا یا نہیں؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ: ہمیں معلوم نہیں غلام کہاں ہے؟ یہ سن کر جب ساحمہ خود کھانا لے کر باغ میں آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ غلام یعنی حضرت خضر علیہ السلام تمام پہاڑ کی مٹی کاٹ کر ڈال چکے تھے اور اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے مولیٰ حقیقی کی عبادت میں مصروف تھے، یہ دیکھ کر ساحمہ کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے دریافت کیا یہ تو بتایئے کہ آپ کون ہیں؟ یہ بات سن کر حضرت خضر علیہ السلام پر کچھ بے ہوشی سی طاری ہوگئی اور پھر آفاقہ ہونے پر انہوں نے فرمایا کہ بھائی! میں خضر ہوں جس کو سن کر ساحمہ کے ہوش اُڑ گئے کہ تو نے یہ کیا کیا؟ ان کو غلام بنا کر ایسے کام پر لگایا یہ تو انتہائی گستاخی ہوئی پھر ہوش آنے پر ساحمہ نے توبہ کی اور پروردگار سے عذر خواہی کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو آزاد کر دیا اور جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہ العالمین مجھ سے اس کا مواخذہ نہ

فرمایئے، کیونکہ میں ان کو جانتا نہیں تھا اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے دعا فرمائی اور سجدہ شکر بجالائے کہ! اے میرے پروردگار میں تیرے ہی حق میں غلام بنا اور تیرے ہی حق میں آزاد ہوا، اس پر تیرا شکر گزار ہوں بعدازاں واپسی کی اجازت لے کر جب دریا پر واپس آئے تو دیکھا ایک شخص کھڑا دعا مانگ رہا ہے کہ اے میرے رب حضرت خضر علیہ السلام کو غلامی سے رہائی عطا فرمادے اور ان کی توبہ قبول فرمالے حضرت خضر علیہ السلام نے یہ دیکھ کر اس شخص سے دریافت کیا کہ آخر تو کون ہے؟ تو اس شخص نے بتایا کہ میں تو شاذون ہوں آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ! میں خضر ہوں۔

اس کے بعد شاذون نے کہا اے خضر! تم نے اپنے لیے رہنے کا مکان بنا کر دنیا طلب کی ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کا دریا کے کنارے پر ایک عبادت خانہ تھا پس یہ سن کر وہ فوراً میدان میں نکل آئے اور وہیں اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے اسی جگہ ایک درخت لگایا اور اس کے سایہ میں عبادت شروع کی تو آواز آئی اے خضر! جب تم نے درخت کے سایہ میں سجدہ کیا تو تم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے مجھے دنیا کی محبت میں رضامندی نہیں ہے اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے شاذون فرشتہ سے کہا کہ اے شاذون! دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے چنانچہ شاذون نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے شاذون کی برکت سے حضرت خضر علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ (از حکایتوں کا گلدستہ بحوالہ قلیوبی)

حاصل...... خدا کے برگزیدہ بندے اسی حالت میں راضی رہتے ہیں جو اللہ کو منظور ہو۔ بے شک ہماری فلاح بھی اسی میں ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر آنے والے

ہر پیچ وخم میں ہم راضی برضا رہیں، اللہ تعالیٰ کی چاہت کو سامنے رکھ کر زندگی گزاریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۳

صلح حدیبیہ اور ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کا قصہ

سنہ ۶ ھ میں حضور اقدس ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے، کفار مکہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے اس لیے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ ﷺ کو رکنا پڑا، جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضور ﷺ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے لڑنے کو تیار ہو گئے مگر حضور ﷺ نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم ﷺ نے کفار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرمالیا۔ صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا مگر حضور ﷺ کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرمانبردار اس لیے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا، صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں اُن شرطوں میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اُس کو مکہ واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے یہ صلح نامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابو جندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور

زنجیروں میں بندے ہوئے تھے اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جا کر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا ان کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے فتح مکہ میں مسلمان ہوئے، انھوں نے صاحبزادے کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلح نامہ مرتب بھی نہیں ہوا اس لیے ابھی پابندی کس بات کی مگر انھوں نے اس بات پر اصرار کیا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا ابو جندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اُٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں اُس وقت مسلمانوں کے دل پر جو گزر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضور ﷺ کے ارشاد پر واپس ہوئے حضور ﷺ نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لیے کوئی راستہ نکالیں گے صلح نامہ مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابو بصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے کفار نے ان کو واپس بلانے کے لیے دو آدمی بھیجے حضور اقدس ﷺ نے حسب وعدہ واپس فرما دیا ابو بصیرؓ نے عرض بھی کیا یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہو کر آیا آپ پھر مجھے کفار کے پنجہ میں بھیجتے ہیں آپ ﷺ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے شیخی باز آدمی ذرا سی بات میں پھول ہی جاتا ہے وہ نیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالے کر دی انھوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے اب میرا نمبر ہے اس کے بعد ابو بصیرؓ پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں اس لیے میں نے یہ کیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑ کانے والا ہے، کاش کوئی اس کا معین ومددگار ہوتا وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو واپس کر دیا جاؤں گا اس لیے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا تو ابو جندلؓ بھی جن کا قصہ پہلے گزرا چھپ کر وہیں پہنچ گئے اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ اُن کے ساتھ جا ملتا چند روز میں یہ ایک مختصری جماعت ہوگئی جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لیے ان لوگوں پر جو گزری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگتے تھے اُن کا ناطقہ بند کر دیا جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لیے آنے جانے کا راستہ کھلے، لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا ہے تو ابو بصیرؓ مرض الموت میں گرفتار تھے حضور ﷺ کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا۔

(رضی اللہ عنہ ورضوعنہ)

ف۔ آدمی اگر اپنے دین پر پکا ہو بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی طاقت اس کو نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کو مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ (بحوالہ حکایاتِ صحابہؓ)

حاصل...... اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ استقامت کامیابی کے لئے

ضروری ہے، اگر استقامت نہ ہو تو انسان بہت جلد حالات کا شکار ہو کر اپنے ایمان سے محروم ہو جاتا ہے، چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ زندگی کے ہر موڑ پر اپنے ایمان پر استقامت سے ڈٹے رہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۴

بخت نصر بادشاہ کا عبرت انگیز واقعہ

بخت نصر بادشاہ ابتداء میں نہایت نیک بخت وصالح تھا حضرت زکریاؑ و یحییٰؑ کی نہایت اطاعت کرتا تھا، اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا، جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی، جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ اس کی بہار حسن دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا، اس کی ماں کو پیغام دیا، وہ بہت خوش ہوئی مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے، اور نکاح اللہ کے پیغمبر کی شریعت کے خلاف ہے، وہ کیوں اس کام کی اجازت دیں گے، اس لئے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہر ادا نہ کرسکو گے، اس نے دریافت کیا کہ کتنا مہر ہے؟ جو کچھ کہو میں دوں گا، عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے، اگر تم یہ مہر ادا کرسکو تو لڑکی حاضر ہے، ورنہ اس کا نام مت لو، بادشاہ نے کہا کہ یہ پیغمبر ہمارے دشمن نہیں بلکہ ہمارے خیر خواہ اور دعا گو ہیں، ان کو بے جرم گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے، اس کے سوا کچھ مانگو، جو مہر کہو، مجھے منظور ہے، اس نے کہا اس کے سوا کوئی مہر نہیں ہے، بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر کاٹ لاؤ، حکم کے بموجب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحییٰؑ کو بیت المقدس میں

قتل کیا، اور حضرت زکریاؑ یہ حال دیکھ کر جنگل کی طرف بھاگ نکلے، فوج پیچھے ہوئی اور شیطان نے ان کی رہنمائی کی جب سپاہیوں نے آ دبایا اور گھیر لیا تو حضرت زکریاؑ نے ایک درخت سے التجا کی کہ مجھ کو اس وقت پناہ دے، وہ درخت پھٹ گیا، یہ اس کے اندر سما گئے، وہ پھر بند ہو گیا، لیکن قدرے کپڑا باہر رہ گیا، فوج متحیر ہوئی کہ کہاں غائب ہو گئے؟ شیطان نے نشان دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں اور یہ کپڑا ان کے موجود ہونے کی علامت ہے، پھر شیطان نے آرا کی ترکیب بتلائی، درخت چیرا گیا، جب نوبت آرا کی سر تک پہنچی تو حضرت یحییٰؑ نے سسکی بھری، حکم الٰہی نازل ہوا، "اگر اف کرو گے تو پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے، تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی؟ اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے؟ اب اس کا مزہ چکھو اور چپ سر پر آرہ چلنے دو، غرضیکہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت زکریاؑ نے دم نہ مارا، جب دونوں پیغمبر اس بیدردی سے قتل ہوئے، تو غضب الٰہی نازل ہوا، دن تاریک ہو گیا ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور اس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا، حضرت یحییٰؑ کا خون بند نہ ہوتا تھا جب قبر میں رکھتے تھے، تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی، بادشاہ کے لشکر نے قسم کھائی کہ جب تک خون بند نہ ہو گا میں قتل سے باز نہ رہوں گا، ہزار ہا آدمی تہ تیغ کر دیئے، لیکن خون بند نہ ہوا، اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰؑ کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو، یا ظالم؟ ایک خون کے بدلے میں ہزار آدمی قتل ہو چکے، اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے؟ اتنا کہنا تھا کہ خون بند ہو گیا، جامع دمشق میں حضرت یحییٰؑ کی قبر ہے۔ (بحوالہ حکایات اولیاء)

حاصل...... غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ کے کسی سے استعانت نہ چاہئے۔ کہ جب ایک نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ کے آرے سے چروادیا تو ہماری حیثیت کیا ہے، چنانچہ اس لئے اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہمیں

چاہیئے کہ نہ تو کبھی کسی پر کوئی ظلم کریں اور نہ اللہ کے سوا کسی سے مدد مانگیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۵

بنی اسرائیل کے ۹۹ افراد کے قاتل کی توبہ

بخاری و مسلم میں بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے یہاں توبہ کی قبولیت سے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا نہایت خوبصورت اور ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص چوری ڈکیتی اور قتل میں بہت مشہور تھا اور نہایت معمولی بات پر کسی کو قتل کر دیتا تھا، ہوتے ہوتے اس کے ہاتھ سے ۹۹ افراد کا قتل ہو چکا۔ اس کے بعد اس کے دل میں احساس پیدا ہوا کہ مجھے بھی تو اللہ کے یہاں جانا ہے۔ چنانچہ یہ فکر بڑھتا رہا اور لوگوں سے معلومات کرتے ہوئے سرگرداں پھرنے لگا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کسی عالم شخص سے ملاقات کی فکر ہوئی کہ معلوم کیا جائے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ لوگوں نے ایک عابد شخص کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اس شخص نے اس کے پاس جا کر مسئلہ معلوم کیا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے، اور کیا میری مغفرت ہو سکتی ہے جبکہ میں نے ننانوے انسانوں کی جان ماردی ہے۔ تو اس عابد کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو اس نے اپنی عقل سے قیاس آرائی کہ جو آدمی ننانوے انسانوں کی جان مار سکتا ہے اس کی مغفرت کہاں سے ہوگی۔ چنانچہ اس نے کہہ دیا کہ تیری توبہ قبول نہیں ہوگی، تو اس شخص نے غصہ اور جلال میں آ کر اس کو بھی قتل کر کے سو (۱۰۰) پورے کر دیئے۔

کہ جب میری توبہ قبول نہیں ہوتی ہے تو لاؤ تجھے بھی ختم کر کے سو (۱۰۰) پورے کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سو پورے کر دیئے۔

مگر اس کے دل میں تردد باقی رہا کہ میری مغفرت کی کوئی شکل ضرور ہوگی۔ اس لئے اس نے لوگوں سے پھر معلومات کا سلسلہ جاری کر دیا کہ روئے زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے اس سے جا کر کے معلوم کروں گا، وہی صحیح مسئلہ بتا سکتا ہے۔ آخر لوگوں نے اس کو بتلایا کہ فلاں جگہ ایک عالم رہتا ہے اس سے جا کے معلوم کرو۔ چنانچہ اس نے اس عالم صاحب کے پاس جا کر اپنی زندگی کی کارگزاری سنائی اور سو آدمیوں کو کس طرح سے قتل کیا ہے سارا کارنامہ سنا کر معلوم کیا کہ اب بتلایئے کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کیا اللہ کے یہاں مجھ جیسے گناہ گار کے لئے بھی مغفرت کا کوئی خانہ ہے تو اس عالم صاحب کو چونکہ علم تھا تو اس نے بتلایا کہ تیرے گناہ معاف کرنے میں اللہ کے یہاں کیا رکاوٹ ہے۔ اللہ کی رحمت کا سمندر تجھ جیسے گناہ گاروں کے گناہوں سے بہت بڑا اور بہت وسیع ہے چنانچہ اس عالم صاحب نے مشورہ دیا کہ تم فلاں جگہ سفر کر کے جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے رہتے ہیں ان کا مشغلہ صرف اللہ کی عبادت ہے، ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو، اور نادم ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ انشاء اللہ تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ جب اس شخص نے آدھا راستہ طے کر لیا تو ملک الموت آ گئے اور اس کی موت ہو گئی۔ اب اس کی روح لیجانے کا مسئلہ کھڑا ہوا۔ آسمانوں سے رحمت کے فرشتے بھی آئے اور عذاب کے فرشتے بھی۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح لیجانے کا حق ہم کو ہے۔ اس لئے کہ یہ سچے دل سے تائب ہو کر عبادت کے لئے جا رہا ہے اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح لے جانے کا حق ہم کو ہے اس لئے کہ اس شخص نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا ہے۔ پوری زندگی معصیت میں گنوادی ہے اسی دوران

آسمانوں سے آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنے والا فرشتہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے۔ چنانچہ اس فرشتہ نے تشریف لاکران دونوں طرح کے فرشتوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی مسافت ناپ کر کے دیکھ لو کہ جہاں سے آرہا ہے وہاں کی مسافت قریب ہے یا جہاں جارہا ہے وہاں کی مسافت۔؟

لہٰذا جہاں کی مسافت قریب ہو اس شخص کو وہاں والوں میں شمار کردیا جائے۔ چنانچہ دونوں طرف کی زمین ناپ کر دیکھی گئی تو جہاں جارہا تھا وہاں کی مسافت جہاں سے آرہا تھا اس کے مقابل میں صرف ایک بالشت قریب ہے چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مقام معصیت سے مقام عبادت صرف ایک بالشت قریب ہے، اس لئے رحمت کے فرشتوں کو اس کی روح لیجانے کا حق ہوگا۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے اس کی مغفرت کا اعلان ہوگیا۔

ایک روایت میں آتا ہے قتادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حسن نے فرمایا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس شخص کے پاس جب ملک الموت آیا تو وہ شخص سینے کے بل اس سرزمین کی طرف گھسیٹتا گیا۔

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور وہ مجھے جہاں بھی یاد کرے میں اس کے ساتھ ہوں، بخدا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنی خوشی تم میں سے کسی ایسے شخص کو ہوتی ہے جس کا جانور بیابان میں گم ہوکر پھر اسے مل جائے، اور جو شخص ایک بالشت میری طرف آتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتا ہوں اور جو شخص ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں اس کے ایک باع (پھیلائے ہوئے دونوں ہاتھوں کے درمیان کی مسافت) قریب ہوجاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر

آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (کتاب التوابین بحوالہ بخاری شریف)

حاصل...... معلوم ہوا کہ انسان جب بھی سچے دل کے ساتھ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے انشاء اللہ، یہ واقعہ خصوصاً ان حضرات کے لئے حوصلہ افزائی اور معاونت کا سبب ہے جو کہ بڑے بڑے گناہ کر کے اب مایوسی کی زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ شیطان انہیں مایوس کرتا ہے، بہرحال گناہگاروں کو شیطان کی باتوں میں آکر مایوس نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اللہ کی رحمت سے اچھی امید رکھ کر سچی توبہ کے ذریعے اپنے آپ کو پاک وصاف کر لینا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر......۶

حضرت فضیل بن عیاض اور خلیفہ ہارون الرشید کا سبق آموز واقعہ

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید حج کے لئے مکہ مظمہ گیا منیٰ میں قیام کی پہلی رات تھی اس کا وزیر فضل بن ربیع رات گئے تک خیمہ میں اس کے ساتھ بیٹھا رہا پھر ہارون الرشید سے اجازت لے کر اپنے خیمہ میں چلا گیا اور خواب راحت کے مزے لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اچانک سنا کہ کوئی اس کے خیمہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے اٹھ کر باہر آیا تو ہارون الرشید کو کھڑے پایا۔ فضل نے زمین ادب چوم کر کہا امیر المومنین نے اس وقت کیسے تکلیف فرمائی ہے۔ حضور حکم دیتے یہ غلام خود درِ دولت پر حاضر ہو جاتا۔

ہارون الرشید نے کہا اس وقت میرا دل کسی مردِ کامل کی زیارت کا متمنی ہے

مجھے کسی ایسے بزرگ کے پاس لے چل۔

فضل نے عرض کی کہ یہاں قریب ہی سفیان بن عُیینہؒ مقیم ہیں اگر آپ پسند فرمائیں تو ان کے ہاں چلیں ہارون الرشید نے کہا "ہاں وہیں چلو۔"

دونوں سفیان بن عینیہؒ کی قیامگاہ پر پہنچے فضل نے دروازہ پر دستک دی سفیان نے پوچھا کون؟ فضل نے کہا امیر المومنین تشریف لائے ہیں سفیان جلدی سے باہر نکلے اور بولے امیر المومنین مجھے پیغام بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔

ہارون کچھ دیر ان کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ چلنے لگا تو پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمایئے۔ سفیان نے کہا میرے سر پر قرض ہے۔

ہارون الرشید نے فضل کو حکم دیا کہ ابو محمد کا قرض فوراً ادا کرنے کا انتظام کرو۔ پھر دونوں وہاں سے چل پڑے۔

اثنائے راہ میں ہارون الرشید نے فضل سے کہا میرے دل کا اطمینان حاصل نہیں ہوا کسی دوسرے مردِ خُدا کے پاس چلو۔

فضل نے کہا. امیر المومنین فلاں جگہ محدث عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیر ی الصنعانی قیام پذیر ہیں ہارون الرشید نے کہا چلو انہی کے پاس چلتے ہیں فضل نے عبدالرزاق بن ہمام کی رہائش گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے عبدالرزاق نے آواز دی! کون ہے؟ فضل نے جواب دیا امیر المومنین آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ عبدالرزاق عجلت سے باہر نکلے اور بولے امیر المؤمنین مجھے طلب فرما لیتے میں خود حاضر ہو جاتا، ہارون الرشید ان سے بھی تھوڑی دیر تک گفتگو میں مصروف رہا اور چلنے کا ارادہ کیا چلتے چلتے عبد الرزاق سے پوچھا آپ پر کوئی قرض تو نہیں؟ عبد الرزاق نے جواب دیا امیر المؤمنین میں اتنی رقم کا مقروض ہوں ہارون الرشید نے فضل کو حکم دیا ابو العباس ان کا قرض ادا کر دو وہاں سے چلے تو ہارون الرشید نے فضل

سے کہا اے ابوالعباس یہاں بھی میرے دل کی مراد پوری نہیں ہوئی چلو کسی اور کے پاس چلیں۔ فضل نے عرض کی امیر المؤمنین اس طرف فضیل بن عیاضؒ مقیم ہیں ہارون الرشید نے کہا تو آؤ اب انہیں کے پاس چلتے ہیں، دونوں حضرت فضیل بن عیاض کے خیمہ پر پہنچے اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے (یا بروایت دیگر قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے) جب فارغ ہو گئے تو فضل نے دروازے پر دستک دی پوچھا کون ہے؟ فضل نے جواب دیا، امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔ فضیل نے اندر ہی سے فرمایا یہاں امیر المؤمنین کا کیا کام؟ ان سے کہو تشریف لے جائیں اور میرے مشاغل میں مخل نہ ہوں۔

فضل نے کہا سبحان اللہ کیا صاحب امر (خلیفہ) کی اطاعت آپ پر واجب نہیں ہے؟ فضیلؒ نے جواب میں فرمایا میری اجازت تو نہیں ہے ہاں حکومت کے زور پر اندر آنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا اور ساتھ ہی چراغ گل کر دیا تا کہ ہارون الرشید کا چہرا دکھائی نہ دے ہارون الرشید اور فضل دونوں خیمے کے اندر داخل ہو گئے اور گھپ اندھیرے میں فضیل کو ڈھونڈنے لگے اچانک ہارون الرشید کا ہاتھ فضیل کے ہاتھ سے مس ہو گیا انہوں نے فرمایا، کیا ہی نرم ہاتھ ہے یہ ہاتھ کتنا خوش نصیب ہوگا اگر قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے۔ ہارون الرشید نے کہا! اللہ آپ پر رحمت کرے ہمیں کوئی نصیحت فرمایئے۔

فضیل بن عیاضؒ، تیرے باپ عباسؓ رسول اکرم ﷺ کے چچا تھے انہوں نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھے کسی علاقہ کی حکومت عطا فرمایئے، حضور نے کہا اے عباس! میں نے تمہیں تمہارے نفس پر امیر بنایا، ایسا نفس جو اطاعت حق میں مشغول رہے اس حکومت سے بہتر ہے جس کی ذمہ داریوں کا کوئی

شمار نہیں حکومت قیامت کے دن شرمندگی کا باعث ہوگی۔

ہارون الرشید، کچھ اور ارشاد فرمائیے۔

فضیل بن عیاض، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ جب مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے رجاء بن حیوۃؒ، سالم بن عبداللہ اور محمد بن کعب القرظی کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ میں آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں، مجھے کوئی مشورہ دو۔ اے ہارون الرشید! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو عمر بن عبدالعزیزؒ نے تو خلافت کو آزمائش خیال کیا لیکن تم اور تمہارے ساتھی اسے نعمت سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اب سنو کہ عمر بن عبدالعزیز کو سالم بن عبداللہ نے کیا جواب دیا، انہوں نے فرمایا اگر آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں تو مسلمانوں میں جو بڑی عمر کا ہے اس کو اپنے باپ کی طرح، جو آپ کی عمر کا ہے اس کو اپنے بھائی کی طرح، اور جو لڑکا ہے اس کو اپنے فرزند کی طرح سمجھئے، اسی طرح غیر عورتوں کو اپنی ماؤں کی طرح اور بہنوں کی طرح سمجھئے۔

رجاء بن حیوۃؒ نے کہا، اگر آپ قیامت کے دن حق تعالیٰ کے سامنے شرمسار ہونا نہیں چاہتے تو مسلمانوں کے لیے وہی پسند کیجئے جو آپ اپنے لیے کرتے ہیں اور جس چیز کو اپنے لیے بُرا سمجھتے ہیں اسے مسلمانوں کے لیے بھی بُرا سمجھئے، پھر جب چاہے بے خوف وخطر اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر دیجئے۔

اے ہارون الرشید، اے خلیفۃ المسلمین میں بھی تمہیں اسی دن کا خوف دلاتا ہوں جب بڑے بڑے مضبوط قدم ڈگمگا جائیں گے اللہ تم پر رحم کرے کیا تمہارے ساتھی عمر بن عبدالعزیز کے ساتھیوں کی طرح ہیں جو تم کو ان جیسا مشورہ دیتے ہیں۔

حضرت فضیل کے ارشاد سن کر ہارون الرشید پر رقت طاری ہوگئی اور وہ اس قدر رویا کہ غشی طاری ہوگئی جب ہوش آیا تو کہا، کچھ مزید فرمائیے۔

فضیل بن عیاضؒ۔اے ہارون الرشید میں تیرے اس حسین وجمیل چہرے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دوزخ کی آگ میں جھلس نہ جائے یاد رکھ کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ تجھ سے ایک ایک مسلمان کی نسبت سوال کرے گا کہ تو نے اس سے انصاف کیا یا نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوئی ہوگی تو قیامت کے روز وہ بھی تیرا دامن پکڑے گی اور تجھ سے جھگڑا کرے گی پس اس چہرے کو آگ سے بچا سکتا ہے تو بچا اور زندگی کے لیل ونہار اسی طرح گزار کہ تیرے دل میں اپنی رعیت کے بارے میں کوئی کھوٹ اور کینہ نہ ہو کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس حاکم نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کے دل میں اپنی رعایا کے خلاف کینہ بھرا ہوا ہے وہ جنت کی بُو بھی نہ سونگھنے پائے گا، ہارون الرشید یہ سن کر زارزار رونے لگا یہاں تک کہ اسے اپنی سدھ بدھ نہ رہی، فضل بن ربیع نے حضرت عیاضؒ سے کہا، امیر المؤمنین سے کچھ نرمی برتئے آپ نے تو انہیں مار ہی ڈالا ہے۔عیاضؒ نے فرمایا اے ربیع کے بیٹے ہارون الرشید کو تم اور تمہارے ساتھیوں نے ہلاک کیا ہے میں نے انہیں ہلاک نہیں کیا ہے، ہارون الرشید کو ہوش آیا تو اس نے حضرت فضیل سے پوچھا! آپ پر کوئی قرض ہے؟ فرمایا خدا کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کرے گا پس ہلاکت ہے میرے لیے جب مجھ سے باز پرس ہوگی اور میری کوئی دلیل کام نہ آئے گی۔

ہارون الرشید نے کہا میں لوگوں کا قرض پوچھتا ہوں۔

فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدہ کو سچا جانوں اور اس کی اطاعت کروں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے سوا کسی اور غرض کے لئے پیدا نہیں کیا مجھے نہ تو ان سے رزق حاصل کرنے کی خواہش ہے اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بے شک اللہ ہی رازق اور زبردست قوت والا ہے۔

ہارون الرشید! یہ ایک ہزار دینار کی تھیلی ہے میری والدہ کی میراث ہے اور خالص طیب ہے اس کو قبول فرمائیے۔

فضیلؒ۔ افسوس میری تمام نصیحتیں رائیگاں گئیں اور تم نے ان کو دل میں جگہ نہ دی یہ مال اس کو دو جس کو اس کی ضرورت ہے لیکن تم اس کو دیتے ہو جس کو اس کی ضرورت نہیں یہ مجھ پر ظلم نہیں تو کیا ہے میں تجھے نجات دلانا چاہتا ہوں اور تو مجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے فضل بن ربیع کہتا ہے کہ پھر حضرت فضیلؒ خاموش ہو گئے اور ہم دونوں سلام کر کے ان کی قیام گاہ سے باہر آ گئے راستے میں امیر المومنین نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا دیکھا مردان حق ایسے ہوتے ہیں آئندہ جب میں تم سے کہوں کہ کسی مرد خدا کے پاس لے چلو تو تم اس قسم کے (فضیل بن عیاض جیسے) مرد کے پاس لے جایا کرو۔ (بحوالہ احسن القصص)

حاصل...... اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہم کبھی دنیا کی طلب میں نہ لگیں بلکہ اپنی آخرت کی فکر کو ملحوظ رکھیں، اور خود کبھی کوئی امارت اور وزارت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں، البتہ اگر مسلمانوں کے مشوروں سے کوئی عہدہ سونپ دیا جائے، تو حضرت فضیل بن عیاضؒ کی ان نصیحتوں کو اپنے سامنے رکھیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

واقعہ نمبر...... ۷

عبداللہ بن تامر کی آزمائش اور ان کی شہادت

امام نسائیؒ، امام احمدؒ امام ترمذیؒ اور امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں بروایت صہیب رومی حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے (ان نقول میں کسی قدر کمی زیادتی ہے

مگر ہم خلاصہ نقل کرتے ہیں) کہ کوئی بڑا جلیل القدر بادشاہ تھا اس کے یہاں ایک کاہن یا ساحر (جادوگر) تھا جو اپنے فن میں کمال رکھتا تھا اس کی سلطنت گویا اسی کے جادو کے بل بوتے پر قائم تھی، بادشاہ کے دشمنوں کو وہ اپنے جادو کے زور سے ہلاک کردیتا تھا، لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی، امرائے سلطنت اور ارکان دولت اگر بادشاہ سے ناراض ہوتے یا سرتابی کرتے تو یہ اپنے جادو سے انکا رخ بادشاہ کی طرف موڑ دیتا تھا، اس طرح وہ ہر کام جادو سے کرالیتا تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا اور اس کو اپنی زندگی سے ناامیدی ہوئی تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں میری عمر اخیر ہونے کو ہے، آپ کوئی ذہین اور سمجھدار لڑکا میرے سپرد کریں تاکہ میں اس کو اپنا علم سکھادوں، تاکہ میرے بعد وہ آپ کے امور سلطنت کو درست رکھے، چنانچہ بادشاہ نے ایک عاقل اور ہوشیار لڑکا اس کے حوالے کردیا، وہ لڑکا اس جادوگر کے پاس صبح شام حاضر ہونے لگا اور جادو کا فن سیکھنے لگا، راستے میں ایک راہب (درویش) اپنے صومعہ (عبادت خانہ) میں رہتا تھا۔

(معمر راوی کہتے ہیں کہ اس وقت راہب لوگ اپنے اصلی دین عیسوی پر قائم تھے،) ایک دن اس لڑکے نے دیکھا کہ بہت سے لوگ صومعہ (عبادت خانہ) سے نکل رہے ہیں اس لڑکے نے معلوم کیا کہ یہاں کون رہتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہاں ایک راہب (عابد) رہتا ہے یہ سن کر وہ لڑکا بھی اس راہب کے پاس پہنچا اور اس کی باتیں سنیں، راہب کی باتوں سے اس کا قلب متاثر ہوا۔

راہب نے اس لڑکے کو دین حق اور توحید کی تعلیم دینی شروع کی تو وہ لڑکا ایمان لے آیا، یہ لڑکا جادوگر کے پاس جاتے ہوئے راستے میں راہب کے پاس ٹھہر جاتا تھا، اور دیر ہوجانے کی وجہ سے جادوگر اس لڑکے پر غصہ ہوتا تھا اور زدوکوب کرتا، لڑکا کہہ دیتا کہ مجھے گھر میں دیر ہوگئی، آخر جادوگر نے بادشاہ کے پاس شکایت کی، بادشاہ

نے لڑکے کو تاکید کی کہ ساحر کے پاس سویرے پہنچا کرو، اس کے درباریوں نے کہا کہ یہ لڑکا سویرے گھر سے آتا ہے، راستے میں دیر کرتا ہے، تو بادشاہ اور ساحروں نے یہ خیال کیا کہ کھیل میں لگ جاتا ہوگا، اس لئے دونوں نے لڑکے کو خوب تنبیہ کی، لیکن لڑکا درویش کے پاس جاتا رہا۔

ایک دن یہ لڑکا راہب کے پاس سے بادشاہ کی طرف واپس ہورہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ کسی مہلک جانور (شیر یا اژدھے) نے راستہ روک رکھا ہے لوگ اِدھر اُدھر (دونوں طرف) رکے کھڑے ہیں، لڑکے نے دل میں خیال کیا کہ آج امتحان لیتا ہوں کہ راہب حق پر ہے یا ساحر حق پر ہے؟ یہ خیال کرکے اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اٹھایا کہ اے خدا اگر اس راہب کا مذہب حق ہے تو اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک فرما، اور وہ پتھر اس کو ماردیا اور وہ جانور اس سے فوراً ہلاک ہوگیا، لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اس کو جادوگری میں کمال حاصل ہوگیا ہے، لڑکے کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی اور اس کی خوب شہرت ہوگئی۔

آہستہ آہستہ یہ خبر راہب تک بھی پہنچ گئی اس نے لڑکے کو تنہائی میں بلا کر کہا بیٹا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی وکمال سے نوازا ہے، میں جانتا ہوں کہ تیرا مرتبہ بہت بلند ہوگا، اور تو کسی آزمائش میں مبتلا ہوگا لیکن یاد رکھنا میں بہت کمزور اور بوڑھا ہوں کسی کو میرا پتہ نہ دینا، لڑکے سے قول وقرار لیکر راہب مطمئن ہوگیا، ادھر راہب کی صحبت اور انجیل مقدس کی تلاوت واتباع کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس لڑکے کو ولایت عظمیٰ سے نوازا، یہاں تک کہ کوڑھی، مادرزاد نابینا، اور لاعلاج مریض اس لڑکے کی دعا سے شفایاب ہونے لگے لڑکا خوب مشہور ہوگیا، اس شہرت کو سن کر اس بادشاہ کا نابینا مصاحب اس کے پاس آیا اور خوب تحفے نذرانے پیش کرکے عرض کیا کہ مجھ پر بھی توجہ فرمایئے، اور میری آنکھیں بھی اچھی کردیجئے، لڑکے نے کہا کہ مجھے کوئی

نذرانہ ہدیہ درکار نہیں اور شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ شفا دینے والا ہے، اگر آپ اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لائیں اور شرک و بت پرستی سے توبہ کرلیں تو میں اللہ سے دعا کروں گا پروردگار عالم آپ کی بینائی واپس عطا فرمادیں گے، وہ اندھا اسی وقت مجلس میں مشرف بایمان ہوا اور لڑکے نے دعا کی اور اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں، معمول کے مطابق جب یہ شخص بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو بادشاہ کو اس کی بینائی پر تعجب ہوا؟ اس سے معلوم کیا کہ میری مملکت کے تمام معالج تیری آنکھ کے علاج سے عاجز ہوگئے تھے آخر تجھ کو کس سے شفا حاصل ہوئی؟ مصاحب نے کہا کہ میرے پروردگار نے اپنی قدرت سے مجھے بینائی عطا فرمائی ہے بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا تیرا پروزدگار کون ہے؟ مصاحب نے کہا کہ میرا آپ کا اور اس ساری کائنات کا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، بادشاہ غضب ناک ہوا اور اس مصاحب کو سخت سزا دی اور پوچھا کہ یہ عقیدہ تجھ کو کس نے سکھایا؟ سختی سے گھبرا کر اس نے لڑکے کا نام بتادیا، بادشاہ نے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ تجھ کو میری پرورش اور میرے جادوگر کے فیض سے یہ کمال حاصل ہوا ہے، لڑکے نے کہا کہ میرے اور آپ کے اور جادوگر کے ہاتھ میں شفا نہیں ہے یہ اللہ کی قدرت پر موقوف ہے، بادشاہ سخت ناراض ہوا اور اس کو کڑی سزا دلوائی اور کہا یہ لڑکا بہت غائب رہتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی جگہ جاتا تھا وہاں اس کے خیالات بدل گئے، جادوگر نے بھی دربار میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یہ لڑکا مدت سے غائب ہے، میرے پاس نہیں آتا۔

بادشاہ نے کہا اس سے سختی سے پوچھا جائے کہ یہ مدت سے کہاں رہا اور کس کے پاس آتا جاتا ہے جب سختی حد سے بڑھ گئی تو لڑکے نے مجبور ہوکر گوشہ نشین راہب کا نام بتادیا، بادشاہ نے راہب کو گرفتار کرکے حاضر دربار کیا اور اس سے کہا کہ اگر تو

اپنے دین سے نہ پھرے گا تو تجھ کو آرے سے چیر دیا جائے گا، راہب نے کہا کہ میں ہرگز اپنے دین برحق سے نہ پھروں گا، اور جو مصیبت آئے گی اس پر صبر کروں گا۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو آرے سے چیر دیا گیا، پھر مصاحب کو بلا کر یہی کہا، مصاحب نے بھی دین برحق کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور اس کو بھی آرے سے چیر کر شہید کر دیا گیا، پھر لڑکے کو بلا کر سمجھایا گیا کہ اگر تجھ کو زندگی محبوب ہے تو باز آجا ورنہ تو ان دونوں کا انجام دیکھ چکا ہے، تیرا حشر بھی یہی ہوگا، لڑکے نے بادشاہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، تو بادشاہ نے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجاؤ اور اس کو خوب سمجھاؤ اگر مان گیا تو اس کو بڑا مقام دوں گا اور اپنا مصاحب بنالوں گا، اور اگر یہ باز نہ آئے تو پہاڑ کی چوٹی پر سے اس کو دھکیل دینا تا کہ اس کے اعضاء پاش پاش ہو جائیں۔

جب اس کو پہاڑ پر لے گئے اور سمجھایا دھمکایا تو لڑکے نے اللہ سے اپنی حفاظت کی دعا کی، اسی وقت پہاڑ پر زلزلہ پیدا ہو گیا اور شاہی لوگ پہاڑ پر سے گر کر ہلاک ہو گئے، لڑکا بعافیت گھر واپس آیا، بادشاہ نے پوچھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟ جو تجھ کو لے گئے تھے، لڑکے نے جواب دیا کہ میرے پروردگار نے ان کے شر سے میری حفاظت کی اور ان کو ہلاک کر دیا، بادشاہ نے دوسرے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی میں سوار کر کے دریا میں لے جاؤ یہ اپنے دین سے باز آئے تو بہتر ہے ورنہ دریا میں پھینک دو، چنانچہ وہ اس کو دریا میں لے گئے، اور سمجھایا، لڑکے نے پھر دعا کی تو کشتی الٹ گئی اور شاہی لوگ غرق ہو گئے، اور لڑکا صحیح سالم واپس آ گیا، بادشاہ نے ماجرا پوچھا تو لڑکے نے پورا قصہ بیان کر دیا۔

اس لڑکے نے کہا اے بادشاہ تو مجھے مار نہیں سکتا ہاں تجھ کو میرا قتل ہی مقصود ہے تو اس کی تدبیر میں بتاتا ہوں، اگر وہ تدبیر اختیار کرے گا تو تو مجھ کو مار سکے گا، بادشاہ

نے تدبیر پوچھی، تو لڑکے نے کہا، اس شہر کے تمام لوگوں کو شہر سے باہر ایک میدان میں جمع کر لے اور مجھ کو سولی پر چڑھا کر ایک تیر اپنی ترکش سے نکال کر کلمہ "بسم اللہ رب ھذ الغلام" کہہ کر وہ تیر میرے مار تو میں مر جاؤں گا، بادشاہ نے یہی کیا تو تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر لگا، اس لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھ لیا، اور یہ کہتا ہوا شہید ہو گیا کہ میں اپنے پروردگار کے نام پر شہید ہو کر کامیاب ہو گیا۔

اور اس واقعہ کو دیکھنے پر تمام لوگوں نے بآواز بلند کہا کہ "امنّا بِربّ ھذا الغلام امنّا بِربّ ھذا الغلام" یہ سن کر بادشاہ کے درباریوں نے کہا آپ نے ان تینوں کو ہلاک کر دیا ہے جو آپ کے مذہب کے خلاف تھے، مگر اب تو سب ہی لوگ آپ کے خلاف ہو گئے، یہ بات سن کر بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور شرمندگی سے چلا اٹھا اور خندقیں کھدوا کر اس میں آگ دہکانے کا حکم دے دیا، چنانچہ خندق میں آگ دہکائی گئی، اس کے کنارے پر اعیانِ سلطنت کرسیاں بچھا کر بیٹھ گئے اور سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور کارندوں سے کہا کہ سب سے معلوم کرو، جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو آگ میں ڈال دو، چنانچہ شاہی فرمان کے مطابق ایمان والوں کو آگ میں ڈالنا شروع کیا گیا، یہاں تک کہ ایک ایسی عورت کو بھی لایا گیا جس کی گود میں بچہ تھا عورت کو جب آگ میں ڈالنے لگے تو وہ ہچکچائی، بادشاہ نے کہا کہ عورت کو رہنے دو پہلے اس کے بچے کو آگ میں ڈال دو شاید اس طرح وہ اپنے ایمان سے واپس ہو جائے۔

چنانچہ اس کے بچے کو آگ میں پھینک دیا گیا، بچے نے بلند آواز سے کہا، اماں جی! آپ صبر کریں اور بلا گھبراہٹ بسم اللہ پڑھ کر آگ میں کود پڑو یہ آگ گل و گلزار بن جائے گی، عورت یہ سن کر بغیر کسی گھبراہٹ کے آگ میں کود گئی، اور وہ آگ ایسی بھڑکی کہ اس نے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو جو کہ کرسیوں پر بیٹھے مظلوموں کو جلنے

کا تماشہ دیکھ رہے تھے، سب کے سب کو جلا کر خاک کر دیا۔

حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے آگ میں گرنے سے پہلے ہی ان کی روح قبض کر لی تھی، اس طرح ان کو اس آگ کی تکلیف سے اللہ نے محفوظ رکھا، محمد بن اسحاقؒ نے اس واقعہ کو بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر بتایا ہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ یمن کے شہر نجران میں پیش آیا تھا، اور اس حادثہ میں اس ظالم بادشاہ (ذونواس) نے تقریباً بیس ہزار آدمیوں کو آگ میں ڈال کر شہید کیا تھا اس بارے میں دوسرے بھی اقوال ہیں، محمد اسحاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ لڑکا عبداللہ بن تامر جس مقام میں مدفون تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں اتفاق سے کسی ضرورت کی بنا پر وہ زمین کھودی گئی تو اس میں عبداللہ بن تامر کی لاش صحیح وسالم اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے، اور اسکا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا، کسی دیکھنے والے نے ان کا ہاتھ جگہ سے ہٹایا تو خون جاری ہو گیا پھر وہ ہاتھ اسی جگہ رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا۔

اس عبداللہ بن تامر کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر اللہ ربی کندہ تھا، عامل یمن نے اس واقعہ کی اطلاع فوراً حضرت عمر فاروقؓ کو دی حضرت فاروق اعظم نے جواب میں لکھا کہ ان کو ان کی سابقہ حالت پر انگوٹھی سمیت دفن کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (بحوالہ بخاری ومسلم شریف)

حاصل ...... اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ایمان پر جب استقامت کے ساتھ انسان ڈٹ جائے تو یقیناً اللہ کی مدد آتی ہے، لہٰذا وقتی آزمائشوں سے نہیں گھبرانا چاہئے بلکہ ایمانی استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہئے، چاہے اس کے لئے جان ہی کیوں نہ دینی پڑے، اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے ایمان پر استقامت

سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔
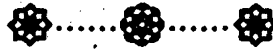
واقعہ نمبر......۸

حلال رزق اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک واقعہ

حضرت قاری طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام احمدؒ کو خط لکھا کہ بہت عرصہ ہوا آپ تشریف نہیں لائے۔ آپ سے ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ استاد ہیں اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ ان کے شاگرد ہیں، حضرت امام شافعیؒ کا قیام مصر میں تھا، اس لئے وہاں شوافع زیادہ ہیں، جواب میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فوراً اپنا پروگرام لکھ کر بھیج دیا کہ فلاں دن فلاں تاریخ کو آپ کی خدمت میں مصر میں حاضر ہو رہا ہوں۔ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے گھر والوں کو، اپنے ملنے جلنے والوں کو اور دوست احباب اور دوسرے علماء کو ان کے آنے کی اطلاع دی، پھر ان کی دعوت اور ان کے استقبال کا خصوصی اہتمام کیا، اور لوگوں سے بتایا کہ اگر چہ وہ میرے شاگرد ہیں مگر وہ ایک بڑے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جس دن ان کو پہنچنا تھا، اس دن امام شافعیؒ اپنے شاگردوں اور دوسرے علماء کو لے کر ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت مصر کے جو بادشاہ تھے وہ بھی حضرت امام شافعیؒ کے معتقد تھے، وہ بھی امام صاحب کے ساتھ استقبال کے لئے چلے آئے، اور پھر بادشاہ کے ساتھ ان کے ارکان دولت بھی وزراء اور امراء بھی آ گئے، وقت مقررہ پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ پہنچ گئے، حضرت امام شافعیؒ نے ان کا بڑا شاندار استقبال کیا، اور پھر عزت واحترام کے ساتھ ان کو لے کر گھر پہنچ گئے

اوران کے لئے بہترین کھانے کا انتظام کیا۔

اس زمانے میں عام طور پر اولیاء اللہ اور بزرگوں کی شان یہ تھی کہ وہ کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت امام احمد بن حنبلؒ کھانا کھانے بیٹھے تو دیر تک اس طرح کھانا کھاتے رہے جیسے کئی روز کے بھوکے ہیں، باقی لوگ کھانا کھا کر اٹھ گئے مگر وہ کھاتے رہے، لوگ بہت متعجب ہوئے کہ حضرت امام شافعیؒ نے تو ان کی تعریف کی تھی کہ یہ بڑے اللہ والے اور بزرگ انسان ہیں، مگر یہ تو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا رہے ہیں۔ لوگوں میں اور گھر والوں میں ان کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔

پھر جس کمرے میں حضرت امام احمد حنبلؒ کے لئے رات کے وقت آرام کرنے کا انتظام کیا گیا تھا، اس کمرے میں حضرت امام شافعیؒ کی بچیوں نے ایک مصلّٰی بچھا دیا، مسواک رکھ دی، استنجا کے لئے ڈھیلے اور پانی رکھ دیا اور وضو کے لئے لوٹا بھر کر پانی رکھ دیا تا کہ جب وہ رات کو تہجد کے لئے اٹھیں تو انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو، اور اس زمانے میں رات کو تہجد کے لئے اٹھنا ایک عام معمول تھا۔

اللہ تعالیٰ بچائے کہ آج ہمارے زمانے میں یہ افسوسناک ماحول ہو گیا کہ صبح آٹھ بجے اور نو بجے اٹھنا ہمارا معمول بن چکا ہے۔ اس زمانے میں تو عام لوگ بھی تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے، اور قائم اللیل ہوا کرتے تھے، اور جو علماء اور صلحاء تھے وہ تو رات کے وقت عبادت کیا ہی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بہرحال حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے رات کو اس کمرے میں آرام کیا اور صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنے چلے گئے، جیسے ہی وہ نماز کے لئے نکلے تو حضرت امام شافعی کی بچیاں اس کمرے میں آ گئیں تو وہاں دیکھا کہ پانی کا لوٹا ویسے کا ویسا پانی سے بھرا ہوا

ہے، نہ مسواک استعمال ہوئی، نہ ڈھیلے استعمال ہوئے اور نہ وضو کے لئے پانی استعمال ہوا، سب کچھ جیسا تھا، ویسا ہی رکھا ہوا ہے۔ اب ان کے دل میں یہ شبہ ہوا کہ شاید رات کو چونکہ زیادہ کھالیا تھا، اس لئے تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی جب فجر کی نماز پڑھ کر حضرت امام احمد بن حنبلؒ تشریف لائے تو گھر والوں نے حضرت امام شافعیؒ سے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ تو بہت بڑے اللہ والے اور بہت بڑے بزرگ ہیں، مگر رات کو انہیں کھانا بھی خوب کھایا، اور رات کو ہم نے ان کے وضو اور استنجا کے لئے پانی اور ڈھیلے رکھے تھے وہ بھی استعمال نہیں ہوئے، معلوم ہوا کہ رات کو تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی۔

اب حضرت امام شافعیؒ کو بھی تشویش ہوئی، لہٰذا انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو بلایا اور تنہائی میں لے جا کر ان سے پوچھا کہ اس طرح کی باتیں سننے میں آرہی ہیں کہ آپ نے کھانا بھی غیر معمولی طور پر کچھ زیادہ کھایا اور جس کمرے میں آپ کے لئے سونے کا انتظام کیا گیا تھا، اس کمرے میں آخری شب میں استعمال کے لئے جو چیزیں رکھی گئی تھیں، وہ بھی استعمال میں نہیں آئیں، کیا بات ہوئی؟ آپ پہلے تو ایسے نہیں تھے، کیا یہاں سے جانے کے بعد آپ کے مزاج میں کچھ تبدیلی آگئی ہے؟

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ حضرت! میرے بارے میں جو باتیں ہو رہی ہیں وہ درست نہیں ہیں بلکہ بات کچھ اور ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں جس وقت کھانا کھانے کے لئے آپ کے دستر خوان پر پہنچا اور جس وقت میں نے اس کمرے میں قدم رکھا تو میں نے دیکھا کہ اس کھانے کے حلال اور طیب ہونے کی وجہ سے وہ کمرہ نور سے چکا چوند ہو رہا ہے، اور یہ دیکھا کہ آسمان سے لے کر اس دستر خوان تک انوار کی بارش ہو رہی ہے، جب میں نے یہ صورتحال دیکھی تو میں نے سوچا

کہ شاید اس سے زیادہ حلال اور طیب کھانا مجھے زندگی میں نہیں ملے گا، لہٰذا جتنا بھی زیادہ سے زیادہ اس کو کھایا جا سکے، کھا لیا جائے، اس لئے کہ اس کھانے کا ذرہ ذرہ ایمان کو اور دل کو روشن کرنے والا ہے، اس لئے مجھ سے جتنا زیادہ سے زیادہ کھانا کھایا جا سکا کھا لیا، اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کون کتنا کھا رہا ہے، اور کون میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے جہاں تک مجھ میں کھانے کی سکت تھی میں کھاتا گیا، اور پھر حلال کھانے سے بدہضمی بھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ سریع الہضم ہوتا ہے اور اندر جا کر جزو بدن بن جاتا ہے اور روح کو منور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ الحمد اللہ! میں نے اس کا اثر محسوس کیا، کھانا کھانے کے بعد نہ تو مجھے بدہضمی ہوئی اور نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی۔

پھر کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب میں اس کمرے میں پہنچا جہاں آپ نے میرے لئے آرام کا انتظام کیا تھا، وہاں جا کر تو میری حالت ہی بدلی ہوئی تھی، اور سونے کو آرام کرنے کو طبیعت ہی نہیں چاہ رہی تھی، اگرچہ میں لمبا سفر کر کے آیا تھا، مگر اس کھانے میں اتنی غذائیت اور توانائی تھی کہ میری تکان بھی ختم ہو گئی اور سستی بھی جاتی رہی۔

اور جب میں سونے کے لئے لیٹا تو مجھے نیند نہ آئی، لہٰذا میں لیٹا رہا اور لیٹے لیٹے قرآن وحدیث میں غور کرتا رہا، حتیٰ کہ پوری رات غور وفکر کرتے ہوئے گزار دی، اور اس رات میں نے قرآن وحدیث سے ایک سو مسائل مستنبط کر لئے، اور وہ مسائل ایسے تھے جو اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں آئے بھی نہیں تھے اور نہ ان کی طرف کبھی خیال گیا تھا، لیکن جب آج کی رات میں نے غور کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ قرآن وحدیث کے علوم اور اسرار میرے سامنے کھلے ہوئے ہیں، تمام مسائل کی تفصیل اور جوابات میرے ذہن میں آتے چلے گئے اور صبح تک میں مسائل

کا استنباط کرتا رہا، اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ یہ سب آپ کے کھانے کا اثر تھا جو رات بھر میں نے محسوس کیا، اس لئے تہجد کے وقت نہ تو لوٹا استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی اور نہ مسواک کی ضرورت پیش آئی، اور وہی عشاء کا وضو میرے لئے فجر میں کام آیا۔ یہ سن کر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنے گھر والوں کو حقیقت حال بتائی، اور جو لوگ ان کے بارے میں غلط قسم کی باتیں کر رہے تھے ان سے کہا کہ تم نے ان کی شان میں گستاخی کی ہے، لہٰذا ان سے معافی مانگو ان کا تو یہ حال ہے۔

(بحوالہ خطبات حکیم الاسلام)

حاصل...... واقعی ہمارے اندر جو دین کا جذبہ نہیں ہے اور دین کی طرف میلان نہیں ہے، جبکہ ہم جانتے ہیں کہ دین برحق ہے اور آخرت برحق ہے اور ہمیں آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، پھر بھی دل اس طرف نہیں آتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری غذا میں مشتبہ غذا کا بڑا دخل ہے۔ اس لئے ہم حرام اور مشتبہ غذا سے بچنے کی کوشش کریں، خود بھی بچیں اور اپنے گھر والوں کو اور اپنے بچوں کو بھی حرام اور مشتبہ غذا سے بچائیں کہ کسی کے پیٹ میں حرام اور مشتبہ غذا نہ جانے پائے، ورنہ اس کے وبال سے نہ بچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال اور طیب روزی عطا فرمائے اور حرام غذا سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔ (جستہ جستہ از اصلاحی بیانات ج:۲)

واقعہ نمبر......۹

ایک حسین نوجوان کا سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانے میں حج کو چلا لو بڑی شدت سے چلتی تھی ایک دن جب میں وسط حجاز میں پہنچا تو اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی دفعۃً آنکھ جو کھلی تو اس جنگل بیابان میں ایک

آدمی نظر آیا تو میں جلدی جلدی اس کی طرف چلا تو دیکھا ایک کمسن لڑکا تھا جس کی داڑھی بھی نہ نکلی تھی اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے۔ بلکہ دوپہر کا سورج اس پرناز ونعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں میں نے اس کو سلام کیا اس نے کہا ابراہیم وعلیکم السلام میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی اور مجھ سے سکوت نہ ہو سکا میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ صاحبزادے تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا تو نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں کہنے لگا ابراہیم! جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی میں انجان نہیں بنا اور جب سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا میں نے پوچھا اس سخت گرمی میں اس جنگل میں تجھے کیا مجبوری کھینچ کر لائی کہنے لگا ابراہیم اُس کے سوا میں نے کبھی کسی سے انس پیدا نہیں کیا اور نہ اس کے سوا کسی کو ساتھی اور رفیق بنایا میں اس کی طرف بالکلیہ منتقل ہو چکا ہوں اور اس کے معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہوں میں نے پوچھا کہ تیرے کھانے پینے کا ذریعہ کیا ہے کہنے لگا محبوب نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو میں نے ذکر کئے تیری جان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو اس نے روتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کون شخص ڈرا سکتا ہے مجھ کو جنگل کی سختی سے حالانکہ میں اس جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں اور اس پر ایمان لا چکا ہوں مجھ کو بے چین کر رہا ہے اور شوق ابھارے لئے جاتا ہے اور اللہ کا چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا اگر مجھے بھوک لگے گی تو اللہ کا ذکر میرا پیٹ بھرے گا اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا اور اگر میں ضعیف ہوں تو اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک (یعنی یورپ سے پچھم تک) لے جا سکتا ہے تو میرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے اپنی ملامت کو چھوڑ جو ہونا تھا ہو چکا میں نے پوچھا تجھے خدا کی قسم اپنی

صحیح صحیح عمر بتا کیا ہے کہنے لگا تو نے بڑی سخت قسم مجھے دے دی جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے میری عمر بارہ برس کی ہے پھر وہ کہنے لگا ابراہیم تجھے میری عمر پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی میں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا کہنے لگا اللہ کا شکر ہے اس نے بہت نعمتیں عطا فرمائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے بہت سے مؤمن بندوں سے افضل بنایا ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے اس کے حسن صورت، حسن سیرت اور شیریں کلام پر بڑا تعجب ہوا میں نے کہا سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی صورتیں بنائی ہیں اس نے تھوڑی دیر نیچے کو سر جھکا لیا پھر اوپر کی طرف نظر اٹھا کر بہت ترچھی اور کڑوی نگاہ سے مجھے دیکھا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے ۔''اگر میری سزا جہنم ہو تو میرے لئے ہلاکت ہے اس وقت میری یہ رونق اور خوبصورتی کیا بنائے گی اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنا دے گا اور جہنم میں طویل عرصہ تک رونا پڑیگا اور جبار جل جلالہ یہ فرمائے گا اور بدترین غلام تو میرے نافرمانوں میں ہے تو نے دنیا میں میرا مقابلہ کیا میری حکم عدولی کی تو میرے عہد و پیان کو (جو ازل میں ہوئے تھے) بھول گیا تھا یا میری (قیامت کی) ملاقات کو بھول گیا تھا (اے ابراہیم) تو اس دن دیکھے گا کہ فرمانبرداروں کے منہ چودھویں رات کی چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ اپنے اوپر سے انوار کے پردے ہٹا دینگے جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس پاک ذات کی زیارت سے ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہر نعمت اور ہر راحت کو بھول جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہ ان فرمانبرداروں کو ہیبت اور خوشنودی کا لباس پہنائیں گے اور ان کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہوگی''۔ یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا۔ اے ابراہیم مجبور وہ ہے جو دوست سے منقطع ہو گیا ہو اور وصال اس کو حاصل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وافر حصہ لیا ابراہیم اپنے رفقاء سفر سے بچھڑ گئے ہو میں نے

کہاہاں میں ایسے ہی رہ گیا تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے دعا کرے کہ میں اپنے ساتھیوں سے جاملوں میرے اس کہنے پر اس لڑکے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے اس وقت مجھے دفعۃً نیند کا جھونکا سا آیا یا بیہوشی سی ہوئی اس سے جو میں نے افاقہ پایا تو قافلے کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا ابراہیم ہوشیار رہو سنبھلے رہو ایسا نہ ہو اونٹ پر سے گر جاؤ اور اس لڑکے کا مجھ کو کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین کے اندر اتر گیا جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکا کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے رو رہا ہے اور چند شعر پڑھ رہا ہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں لیکن دل میں جو کچھ ہے اس کو اور راز کی بات کو تو خوب جانتا ہے میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں کہیں سوار نہیں ہوا اس لئے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتہ عاشق ہوں میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا اور اگر لوگ ملامت کریں کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں اے اللہ اگر میری موت کا وقت آ گیا ہو تو شاید میں تیرے وصل سے بہرہ یاب ہوسکوں"۔ اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا اور میں دیکھتا رہا اور اس کے بعد میں اس کے پاس گیا اور اس کو ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کے انتقال کا بڑا سخت صدمہ ہوا میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اس کے کفن دینے کے لئے کپڑا لیا اور مدد کے لئے ایک دو آدمی ساتھ لئے اور وہاں پہنچا جہاں اس کو مردہ چھوڑ کر آیا تھا تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا وہاں دوسرے حاجیوں سے دریافت

کیا مگر کسی کو بھی پتہ نہ تھا کہ کسی نے اس کو دیکھا تو میں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کے آنکھوں سے پوشیدہ فرما رکھا تھا میں وہاں سے اپنے قیام گاہ پر واپس آ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے اور سب سے پیش پیش ہے اور اس پر اس قدر نور چمک رہا ہے اور ایسے عمدہ جوڑے ہیں کہ ان کی صفت بیان میں نہیں آ سکتی میں نے اس سے پوچھا کہ تو وہی لڑکا ہے کہنے لگا میں وہی ہوں میں نے پوچھا کیا تیرا انتقال نہیں ہوا اس نے کہا ہاں ہو گیا میں نے کہا کہ میں نے تجھے تجہیز و تکفین کے لئے بہت تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا کہنے لگا ابراہیم بن جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا اور میرے عزیز و اقارب سے جدا کیا اسی نے مجھے کفن دیا اور کسی دوسرے کا محتاج بننے نہیں دیا میں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا اللہ جل شانہ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا ۔ اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا الٰہا تو الٰہی مقصود ہے اور تیری ہی مجھے آرزو ہے فرمایا کہ بیشک تو میرا سچا بندہ ہے اور جو تو مانگے اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں میں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کے میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرمالے ارشاد ہوا کہ ان سب کے بارے میں تیری سفارش مقبول ہے۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور میں نیند سے بیدار ہو گیا میں نے حج کے جو ارکان باقی تھے وہ پورے کئے مگر اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے میرے دل کو قرار نہ تھا میں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن حالت یہ تھی کہ راستہ میں سارے قافلہ والے یہ کہتے تھے کہ ابراہیم تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے کہ کیسی خوشبو آ رہی ہے اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں کہ مرنے تک ابراہیمؒ کے ہاتھوں میں سے وہ

خوشبو آتی رہی۔ (بحوالہ فضائل حج)

حاصل...... بیشک جو اللہ کی محبت میں ڈوب جاتا ہے اس کی کیفیت ایسی ہی ہو جاتی ہے، اور یقیناً اصل چیز تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی ہے، خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں ڈوب کر زندگی گزارے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی حقیقی محبت نصیب فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

❀......❀......❀

واقعہ نمبر......۱۰

حضرت بایزید بسطامیؒ کا یہودی سے مناظرہ

یہودیوں کا بڑا مجمع اور ان کا ایک عالم ان میں تقریر کر رہا ہے حضرت بایزید بسطامیؒ جا کر اس مجمع میں بیٹھ گئے ان کے بیٹھتے ہی ان کے عالم کی زبان بند ہو گئی مجمع میں شور ہوا کہ حضرت بولتے کیوں نہیں؟...... عالم نے کہا ''دخل فینا محمدی'' ہم میں کوئی محمدی آ گیا ہے، زبان بند۔ انہوں نے کہا اسے کھڑا کر و قتل کریں گے، کہا نہیں بھائی! جو محمدی ہو کھڑا ہو جائے، حضرت بایزید بسطامیؒ کھڑے ہو گئے یہودی نے کہا میں سوال کروں گا تو جواب دے گا؟ بایزیدؒ نے کہا دوں گا حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ میں ایک سوال کروں گا تو جواب دے گا؟ کہا دوں گا یہودی عالم نے سوالات شروع کر دیئے۔

(۱)...... ایک بتاؤ جس کا دوسرا نہیں؟

فرمایا: اللہ ایک ہے اس کے ساتھ دوسرا نہیں۔

(۲)...... کہا دو بتاؤ جس کا تیسرا نہ ہو؟

فرمایا: ''اللیل والنھار'' دن اور رات اس کا تیسرا نہیں۔

(۳)......کہا تین بتاؤ جس کا چوتھا نہ ہو؟

فرمایا: لوح و قلم و کرسی تین ہیں اس کا چوتھا نہیں۔

(۴)......کہا چار بتاؤ جس کا پانچواں نہ ہو؟

فرمایا: تورات، زبور، انجیل، اور قرآن یہ چار ہیں اس کا پانچواں نہیں۔

(۵)......کہا کہ پانچ بتاؤ جس کا چھٹا نہیں؟

فرمایا اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، چھ نہیں۔

(٦)......کہا کہ چھ بتاؤ جس کا ساتواں نہیں؟

فرمایا: ﴿خلق السمٰوٰت والارض بینھما فی ستة ایام ثم استوٰی علٰی العرش﴾ (القرآن) چھ دن میں زمین و آسمان بنائے ہیں سات نہیں۔

(۷)......کہا کہ سات بتاؤ جس کا آٹھواں نہیں؟

فرمایا: ﴿الم تروا کیف خلق اللہ سبع سمٰوٰت طباقاً وجعل القمر فیھم نوراً وجعل الشمس سراجاً﴾ (القرآن) میرا رب کہتا ہے کہ میں نے سات آسمان بنائے ہیں اس لئے آسمان سات ہیں اس کا آٹھواں نہیں۔

(۸)......کہا آٹھ بتاؤ جس کا نواں نہ ہو؟

فرمایا: ﴿ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیة﴾ (القرآن)
میرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے پکڑا ہوا ہے نو نے نہیں۔

(۹)......کہا وہ نو بتاؤ جس کا دس نہیں؟

فرمایا: ﴿فی المدینه تسعةُ رھطٍ یُفسدون﴾ (القرآن) حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں نو بڑے بدمعاش تھے۔ دسواں نہیں تھا اللہ نے نو کہا ہے۔

(۱۰)......کہا وہ دس بتاؤ جس کا گیارھواں نہیں۔ فرمایا: حج میں کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ نے ہم پر سات روزے وہاں رکھنے اور تین گھر پر رکھنے کو کہا ﴿تلک

عشرة کاملة﴾ (القرآن) یہ دس ہیں گیارہ نہیں۔

(۱۱)......کہا وہ گیارہ بتاؤ جس کا بارہ نہیں؟

فرمایا حضرت یوسفؑ کے گیارہ بھائی تھے بارہ نہیں تھے۔

(۱۲)......کہا وہ بارہ بتاؤ جس کا تیرہ نہیں؟

فرمایا سال میں اللہ نے بارہ مہینے بنائے ہیں تیرہ نہیں۔

(۱۳)......کہا وہ تیرہ بتاؤ جس کا چودہ نہیں؟

فرمایا رئیتُ أحدَ عشرَ کوکباً وّالشمسَ والقمرَ رئیتُهم لِی سٰجدینَ (القرآن) حضرت یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے گیارہ ستارے دیکھے ایک سورج دیکھا ایک چاند دیکھا جو مجھے سجدہ کر رہے ہیں یہ تیرہ ہیں چودہ نہیں۔

(۱۴)......کہا وہ بتاؤ کیا چیز ہے۔ جس کو خود اللہ نے پیدا کیا اس کے بارے میں خود ہی سوال کیا؟

فرمایا حضرت موسیٰ کا ڈنڈا۔ اللہ کی پیداوار ہے لیکن خود سوال کیا وما تلک بیَمینک یٰموسیٰ (القرآن) اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔

(۱۵)......کہا: کہ بتاؤ سب سے بہترین سواری کیا ہے؟ فرمایا، گھوڑا۔

(۱۶)......کہا: کہ بتاؤ سب سے بہترین دن۔ فرمایا جمعہ کا دن۔

(۱۷)......کہا: کہ بتاؤ سب سے بہترین رات۔ فرمایا لیلۃ القدر

(۱۸)......کہا: کہ بتاؤ سب سے بہترین مہینہ۔ فرمایا ماہِ رمضان المبارک

(۱۹)......کہا: کہ بتاؤ کونسی چیز ہے جس کو اللہ نے پیدا کر کے اس کی عظمت کا اقرار کیا۔

فرمایا اللہ نے عورت کو مکار بنایا اور اس کے مکر کا اقرار کیا اِنَّ کیدَکُنَّ عظیمٌ

(القرآن) عورت کا مکر بڑا زبردست ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ بڑے سے بڑے عقلمند کے قدم اکھاڑنے والی ہو۔ اور کوئی چیز نہیں ہے سوائے عورت کے بڑوں بڑوں کے عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

(۲۰)......کہا بتاؤ وہ کونسی چیز ہے جو بے جان مگر سانس لیتی ہے؟

فرمایا والصُّبحِ اذا تنفّسْ۔ میرا رب کہتا ہے کہ مجھے صبح کی قسم جب وہ سانس لیتی ہے۔

(۲۱)......کہا بتاؤ وہ کونسی چودہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ پاک نے اطاعت کا حکم دے دیا ان سے بات کی۔

فرمایا......سات زمین سات آسمان "ثُمَّ اسْتَوىٰ اِلَى السَّمآءِ وهِیَ دُخانٌ فقالَ لها ولِلأرضِ ئتیا طَوعاً أوْ کَرهاً قالتا أتینا طآئعین" (القرآن) اللہ نے سات زمینیں سات آسمان بنائے اور ان چودہ کو خطاب فرمایا کہ میرے سامنے جھک جاؤ تو ان چودہ کے چودہ نے کہا کہ یا اللہ! ہم آپ کے سامنے جھک رہے ہیں۔

(۲۲)......کہا بتاؤ وہ کونسی چیز ہے جسے اللہ نے خود پیدا کیا پھر اللہ نے اسے خرید لیا؟

فرمایا......اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پیدا کیا ہے اور ان کو خود خرید لیا جنت کے بدلے "اِنَّ اللہ اشْترىٰ منَ المؤمنین أنفُسَھم وأموالَھم بأنَّ لھُمُ الجنّة" (القرآن) ارے مسلمان اللہ کی قسم نہ تو بیوی کا ہے نہ تو بچوں کا ہے نہ تو تجارت کا نہ تو صدارت کا ہے نہ تو حکومت کا ہے نہ تو کسی جماعت کا ہے تو اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ اگر تو اللہ اور رسول کا بن کے چلے گا تو یہ سارا نقشہ تیرے تابع ہو کے چلے گا اور اگر اللہ اور رسول سے ٹکرائے گا تو اللہ تجھے ذلیل وخوار کر کے چھوڑے گا۔

(۲۳)......کہا بتاؤ وہ کونسی بے جان چیز ہے جس نے بے جان ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا فرمایا حضرت نوحؑ کی کشتی پانی پر چلی اور چلتے چلتے جب بیت اللہ پر آئی تو بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔

(۲۴)......کہا بتاؤ وہ کونسی قبر جو اپنے مردے کو لے کر چلی فرمایا حضرت یونسؑ کی مچھلی جو اپنے اندر حضرت یونسؑ کو بٹھا کر چالیس دن تک پھرتی رہی اور وہ قبر کی طرح تھی قبر کی طرح چل رہی تھی لیکن اللہ کی قدرت قاہرہ غالبہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں بٹھا کر نہ مرنے دیا نہ بھوکا رکھا نہ پیاسا رکھا نہ بیمار کیا نہ پریشان کیا بلکہ مچھلی کو شیشے کی طرح کر دیا حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں بیٹھ کر سارے دریا کا تماشہ دیکھتے اندر سے باہر کا منظر دیکھتے مچھلی کا ایک ہی معدہ ہے اس میں غذا بھی آ رہی ہے لیکن حضرت یونسؑ امانت ہیں آرام سے بیٹھے ہیں معدے کی حرکت حضرت یونسؑ کو تکلیف نہیں دے رہی لیکن مچھلی کی غذا بھی کھائی جا رہی ہے حضرت یونسؑ امانت بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

(۲۵)......کہا بتاؤ وہ کونسی قوم ہے جس نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں جائے گی فرمایا حضرت یوسف کے بھائی "وجآءُو علیٰ قمیصہٖ بِدَمٍ کذبٍ، قالَ بلْ سوّلتْ لکم أنفُسکم أمراً" (القرآن) حضرت یوسفؑ کے بھائی شام کو آئے اور بکری کا خون کرتہ کے اوپر مل کر آئے اور جھوٹ بولا حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا اٹھا کے لے گیا لیکن حضرت یعقوبؑ کے استغفار پر اور ان کی توبہ کرنے پر اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(۲۶)......کہا بتاؤ وہ کونسی قوم ہے جو سچ بولے گی پھر بھی جہنم میں جائے گی فرمایا یہودی اور عیسائی ایک بول میں سچے ہیں یہودی کہتے ہیں عیسائی باطل پر ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی باطل پر ہیں اس میں دونوں سچے ہیں۔ "وقالتِ

الیَھودُ لیستِ النّصٰریٰ علٰی شئیٍ وقالتِ النصٰریٰ لیستِ الیَھودُ علیٰ شئیءٍ ''(القرآن) دونوں سچے ہیں اس میں لیکن دونوں جہنم میں جائیں گے،اس کے علاوہ تو اور بھی بہت سوالات ہیں لیکن وقت بہت ہوگیا ہے اس لئے باقی کو چھوڑ رہا ہوں۔

اب حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اب میرا بھی ایک سوال ہے میں صرف ایک سوال کروں گا جواب دو گے کہا دوں گا۔فرمایا مامَفتاحُ الجنۃِ مجھے بتادے جنت کی چابی (کیا ہے؟......) یہودی عالم خاموش ہوگئے تو نیچے مجمع سے لوگوں نے کہا کہ بولتے کیوں نہیں؟ تم نے سوالوں کی بوچھاڑ کردی اور وہ ہر ایک کا جواب دیتا رہا اور آپ ایک کا بھی جواب نہیں دے رہے کہنے لگا جواب مجھے آتا ہے مگر تم مانو گے نہیں یہی آج ہم کہتے ہیں کہ جناب مجھے سارا پتہ ہے تو مانتے کیوں نہیں؟ کہتے ہیں کیا کریں مجبور ہیں اسی مجبوری کو توڑنے کے لئے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکلا جائے یہودی عالم نے کہا جواب تو مجھے آتا ہے تم مانو گے نہیں کہنے لگے اگر تو کہے گا تو ہم مانیں گے کہ جنت کی چابی تو محمد رسول اللہ ﷺ ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی چابی میرے ہاتھ میں ہے اور جنت کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے ساری دنیا کے انسان میرے جھنڈے کے نیچے جنت میں جائیں گے کوئی میرے جھنڈے سے نکل نہیں سکتا جنت کا دروازہ اور چابی آپ کے ہاتھ میں کوئی جانہیں سکتا جنت والے جنت کے دروازے پر پہنچ چکے ہیں'' وسیقَ الذینَ اتَّقوُا ربَّھُمْ اِلَی الجنّۃِ زُمَراً ۔حتّٰی اذا جاءُ وْھا وَفُتِحَتْ اَبْوابُھا ''(القرآن) آئے ہیں دروازے پر کھڑے ہیں دروازہ بند ہے حضرت آدم کے پاس آتے ہیں اے ہمارے باپ! تو ہی ہمارا جدِّ اول تو ہی ہمارا سب سے بڑا تو ہی جنت کا دروازہ کھلوا۔وہ ارشاد فرمائیں گے ارے میں نے ہی تو تمہیں جنت سے نکلوایا تھا میں تمہیں

کہاں سے داخل کرواؤں یہ میرے بس کی بات نہیں ہے حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے آپ جد ثانی ہیں آپ دروازہ کھلوائیے وہ کہیں گے کہ میں نہیں کھلوا سکتا آج میرے بس کی بات نہیں ہے حضرت موسیٰؑ کے پاس آئیں گے پھر حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے حضرت عیسیٰؑ ارشاد فرمائیں گے کہ میرے بس کی بات نہیں ہے جاؤ نبی عربی ﷺ کے پاس جاؤ جس کے ہاتھ میں جنت کی چابی ہے اور جس کی اتباع میں دنیا کی کامیابی ہے۔

حاصل...... یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت مولانا طارق جمیل صاحب بڑے درد سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اتنا بھی آج ایمان نہیں ہے کہ اپنی دکان کے حرام کو نکال سکے تو یہ اسلام کہاں سے زندہ کرے گا جب اتنا ایمان نہیں ہے کہ ایک سنت کو سجا سکے تو یہ دنیا میں دین کو کیسے زندہ کرے گا اس کی نمازیں اس کو کیا نفع دیں گی دل حضرت محمد ﷺ والا نہیں ہے معاف کرنا دل میرا بھی اور آپ کا بھی وہی قارون والا ہے کہ مال اور مال ہو پیسہ ہو اور پیسہ ہو دروازہ بند ہے آج کوئی کھلوا کے تو دکھائے۔

(بحوالہ بصیرت افروز واقعات از مولانا طارق جمیل صاحب)

واقعہ نمبر......۱۱

حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ

حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جو بعد میں بڑے زاہدوں اور بڑے علماء میں سے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذرؓ ایسے علم کو حاصل کئے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر اُنہوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے۔ جب ان کو حضور اقدس ﷺ کے نبوت کی پہلی پہلی خبر پہنچی تو اُنہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی

تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے ابوذرؓ کی اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوئی تو خود سامان سفر باندھا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے حضور ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا شام تک اسی حال میں رہے شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مُسافر ہے مُسافروں کی غریبوں کی پردیسیوں کی خبر گیری ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا ان حضرات کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے میزبانی فرمائی لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو کیوں آئے مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا صبح کو پھر مسجد آگئے اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت کسی سے کیا نہیں غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے آپ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں ان کو خیال ہوا ہو کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے، بظاہر جس غرض کے لیے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سُلایا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہ آئی تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی تو حضرت علیؓ نے دریافت کیا، فرمایا کہ تم کس کام سے آئے ہو؟ کیا غرض ہے؟

تو حضرت ابوؓذر نے پہلے ان کو قسم اور عہد و پیمان دیئے، اس بات کے کہ وہ صحیح بتائیں اس کے بعد اپنی غرض بتلائی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ

کے رسول ہیں اور صبح کو میں جب جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچا دوں گا لیکن مخالفت کا زور ہے اس لئے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہوتو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا تم سیدے چلے چلنا میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پیچھے پیچھے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے وہاں جا کر بات چیت ہوئی اسی وقت مسلمان ہو گئے حضور اقدس ﷺ نے اُن کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو اُن بے ایمانوں کے بیچ چلا کے پڑھوں گا چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدرسول الله'' پڑھا پھر کیا تھا، چاروں طرف سے لوگ اُٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا مرنے کے قریب ہو گئے حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اُن کے اُوپر بچانے کے لیے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مر گیا تو شام کا آنا جانا بند ہو جائے گا اُس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا دوسرے دن پھر اسی طرح انہوں نے جا کر پھر باآواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لا سکتے تھے اس لیے ان پر ٹوٹ پڑے دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح ان کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ (بحوالہ حکایات صحابہؓ)

حاصل...... حضور ﷺ کے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ اُن کا یہ فعل حق کے اظہار کا ولولہ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا جاتا ہے جس سے ڈر کر چھپایا جائے اور حضور ﷺ کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو ورنہ حضور ﷺ کہ حکم کے خلاف صحابہؓ کی یہ مجال ہی نہ تھی چونکہ حضور اقدس ﷺ خود ہی اسلام پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرمارہے تھے اس لئے حضرت ابوذرؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضور ﷺ کے اتباع کو ترجیح دی۔

یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی اور دنیاوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان اُن کے قبضہ میں تھا جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آتا تھا بڑی سے بڑی قوت بھی اس کو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اس کو دین کی اشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۱۲

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ کا سبق آموز واقعہ

مالک بن دینارؒ سے ان کی توبہ کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، میں ایک سپاہی تھا اور شراب کا رسیا تھا۔ میں نے ایک نفیس باندی خریدی اور وہ میرے دل میں خاص مقام کی مالک بن گئی اس سے میری ایک بچی پیدا ہوگئی، میں اس بچی کو حد سے زیادہ پیار کرتا تھا جب وہ زمین پر گھسٹ کر چلنے لگی تو میرے دل میں اس کی محبت

اور بڑھ گئی، وہ مجھ سے مانوس ہوگئی اور میں اس کے سامنے جب شراب لا کر رکھتا تو وہ آ کر کھینچا تانی کر کے میرے کپڑوں پر شراب بہا دیتی جب اس کے دو سال ہو گئے تو وہ مرگئی میرے دل کو اس کے غم نے بیمار کر دیا۔

پندرہ رمضان کو جمعہ کی رات میں شراب کے نشے میں مدہوش تھا، میں نے عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی میں نے خواب میں دیکھا کہ صور پھونکا گیا اور قیامت قائم ہوگئی مردے قبروں سے اٹھائے گئے اور تمام مخلوق جمع ہوگئی میں بھی ان میں تھا میں نے اپنے پیچھے سے آہٹ سنی مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدھا ہے کالے رنگ کا ،آنکھیں نیلی ہیں، منہ کھولے میری طرف دوڑ رہا ہے۔

خوف و دہشت کے مارے میں بھاگا راستے میں ایک ستھرے لباس والے شخص کے پاس سے گذر ہوا میں نے سلام کہا اس نے جواب دیا میں نے کہا بابا! مجھے اس اژدھے سے پناہ دو تجھے اللہ تعالیٰ پناہ دے گا وہ بوڑھا رونے لگا اور کہا میں کمزور اور ضعیف ہوں اور یہ اژدھا زبردست ہے، میرے بس میں نہیں آگے چلو اور بھاگو شاید اللہ تعالیٰ تیری نجات کی کوئی صورت بنا دے۔

میں آگے بھاگنے لگا اور ایک بلند جگہ پر چڑھ گیا ادھر سے میں نے جہنم کے طبقات کو جھانک کر دیکھا ان کی ہولناکیاں دیکھیں، قریب تھا کہ اژدھے کے خوف سے میں ان میں گر جاتا۔

مجھے کسی نے آواز دیکر کہا چلو یہاں سے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو، میں اس کی بات سے مطمئن ہوگیا اور وہاں سے واپس لوٹا تو اژدھا میرے پیچھے تھا۔ میں پھر اسی بوڑھے کے پاس آیا اور کہا بابا! میں نے آپ سے درخواست کی کہ اس اژدھے سے میری جان چھڑاؤ آپ نے کچھ نہیں کیا، وہ بوڑھا پھر رونے لگا اور کہا میں ناتواں ہوں البتہ تم اس پہاڑ کے پاس جاؤ جہاں مسلمانوں کی امانتیں ہیں اگر

تمہاری کوئی امانت ہوتو وہ تمہاری مدد کرے گی، میں نے دیکھا چاندی کا ایک گول پہاڑ ہے اور اس میں جگہ جگہ سوراخ اور روشندان ہیں اور پردے لٹکے ہوئے ہیں ہر روشندان پر سونے کے دو پٹے ہیں اور ان کے قبضے یاقوت کے ہیں اور آرائش موتیوں کی، ہر پٹ پر ایک ریشمی پردہ ہے۔

جب میں نے پہاڑ کی طرف نظر دوڑائی تو فوراً اس کی طرف بھاگا اور اژدھا میرے پیچھے تھا جب میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو ایک فرشتے نے آواز دی: پردے ہٹاؤ، دروازہ کھول دو، اور سیدھے کھڑے ہوجاؤ شاید اس حاجت مند کی یہاں کوئی امانت ہو جو اسے اس کے دشمن سے نجات دلائے۔

میں نے دیکھا پردے ہٹ گئے اور دروازے کھل گئے اور ان روشندانوں سے بہت سارے بچے میری طرف جھانکنے لگے ان کے چہرے چاند کی مانند تھے، اژدھا بھی میرے نزدیک پہنچ چکا تھا میں حیران رہ گیا ان بچوں میں سے ایک نے چلا کر کہا: اے سب آؤ اس کا دشمن اس کے قریب آ گیا ہے، چنانچہ وہ جوق در جوق کھڑے ہو کر جھانکنے لگے اچانک میری وہ بچی جو مرگئی تھی وہ بھی ان کی ساتھ جھانک رہی ہے، جب اس نے مجھے دیکھا تو رونے لگی اور کہا: ہائے یہ تو میرا باپ ہے پھر اس نے نور کے جھرمٹ میں تیر کی تیزی کے ساتھ چھلانگ لگائی اور میرے سامنے آ کھڑی ہوئی اس نے اپنا بایاں ہاتھ میری طرف بڑھا کر میرا دایاں ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو اژدھے کی طرف بڑھادیا تو وہ بھاگ گیا۔

پھر اس نے مجھے بٹھایا اور میری گود میں بیٹھ گئی اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری داڑھی پکڑ کر کہا: اے ابا جان:

''کیا مومنوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں۔'' (سورۃ حدید ۱۶)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں رونے لگا اور کہا اے بیٹی تم لوگ بھی قرآن کو جانتے ہو؟ اس نے کہا ہم تو تم سے بھی زیادہ قرآن کو جانتے ہیں میں نے کہا اژدھے کے بارے میں تو کچھ بتاؤ جو مجھے ہلاک کرنے کے درپے تھا اس نے کہا وہ تیرا بُرا عمل ہے جس کو تو نے طاقتور بنایا ہے اور وہ تجھے جہنم کی آگ میں ڈبونا چاہتا ہے۔

میں نے کہا اس بوڑھے کے بارے میں بتاؤ جو راستے میں ملا اس نے کہا وہ تیرا نیک عمل ہے جسے تو نے اتنا کمزور کر دیا کہ اب وہ بُرے عمل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میں نے کہا اے بیٹی! تم اس پہاڑی میں کیا کرتی ہو؟ اس نے کہا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں، ہم یہاں قیامت تک رہیں گے۔ تمہارے انتظار میں ہیں جب تم آؤ گے تو ہم تمہاری سفارش کریں گے۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور صبح کو میں نے شراب چھوڑ دی اور اس کے برتن توڑ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی یہ میری توبہ کا سبب ہے۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

حاصل...... معلوم ہوا کہ اولاد اگر بچپن میں فوت ہو جائے تو مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ کی مرضی پر راضی رہنا چاہئے کیونکہ یہی نابالغ اولاد آخرت میں کام آنے والی ہے جیسا کہ اس واقعہ سے سبق ملتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۱۳

ایک نوجوان کے قبول اسلام کا ایمان افروز واقعہ

ذیل میں ایک سبق آموز واقعہ پیش کیا جا رہا ہے جو خود صاحب واقعہ کی زبانی نقل شدہ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

میں ۱۹۲۲ء میں ضلع جہلم کے ایک دور افتادہ گاؤں میانی میں ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوا۔ والدین نے میرا نام کرشن لال تجویز کیا، میرے خاندان کے تمام افراد سناتن دھرمی عقائد کے مالک تھے اور شروع شروع میں میرا میلان طبع بھی انہی عقائد ونظریات کی طرف تھا۔ لیکن جب آٹھویں جماعت میں پہنچا تو میرا رجحان خود بخود دین اسلام کی طرف ہونے لگا اسی اثنا میں بوچھال کلاں ضلع جہلم کے ایک عالم دین مولانا عبدالرؤف صاحب سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے متعدد نشستوں میں مجھ پر اسلام کی حقانیت واضح کی۔ میں ان کے مواعظ سے بہت متاثر ہوا لیکن میں ابھی بچپن کی منزل ہی کا راہی تھا اس لئے اپنے آبائی مذہب اپنے خاندان، اپنے بہن بھائیوں، اپنے والدین اور گھر بار کو چھوڑنے کا خیال بھی میرے ننھے سے دل میں قیامت خیز زلزلہ برپا کر دیتا۔ میرا معصوم ساذہن ایسی سوچ سے لرز جاتا۔ جب بھی مجھے اسلام قبول کرنے کا خیال آتا دل میں ماں اور بھائیوں کی محبت کا بہاؤ تیز ہو جاتا تھا بچپن کی ناتجربہ کاری اور ناپختگی میرے آڑے آتی اور میں کسی حتمی فیصلہ پر نہ پہنچ پاتا۔ یکم مارچ ۱۹۳۸ء کی سہانی اور مبارک رات میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے عین سامنے کھڑا ہوں، سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ روحی، ابی، امی) دیوار کعبہ سے تکیہ لگائے میرے سامنے جلوہ افروز ہیں اور ارد گرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ میں والہانہ جذبہ وشوق کے عالم میں صحابہؓ کے درمیان سے گزرتا ہوا سید الانبیاء کی بارگاہ اقدس میں پہنچا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر اپنے مبارک ہاتھوں میں میرا ہاتھ تھام لیا۔ جس سے میرے بدن کے ہر رگ وریشہ میں مسرت وشادمانی کی ایک عجیب سی لہر دوڑ گئی۔ فرمایا! کہو کیسے آئے ہو؟

''مشرف باسلام ہونے کے لئے آیا ہوں'' میں نے عرض کیا۔ یہ سن

کر آنحضرت ﷺ کا پر انوار چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔

میرا ہاتھ اپنے مقدس ہاتھوں میں تھام کر آپ ﷺ نے کچھ پڑھا جسے میں اس وقت سمجھ نہیں سکا۔ پھر فرمایا اب تم دولت اسلام سے بہرور ہو گئے ہو۔

حسب معمول صبح آنکھ کھلی تو میرا ننھا سا دل خوشی کے جذبات سے معمور تھا۔ جب والدہ محترمہ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تو انہوں نے مجھ سے خلاف معمول اس قدر خوش خوش نظر آنے کی وجہ پوچھی میں اس بات کو ٹال گیا۔

اسکول کے اوقات میں مولانا عبدالرؤف صاحب سے مل کر انہیں جب رات کا پر لطف خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا روزانہ سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کیا کرو۔ تین مارچ ۱۹۳۸ء کو جمعرات کا دن تھا میں رات کو حسب معمول سو رہا تھا کہ خواب میں یوں محسوس ہوا جیسے اسکول بند ہونے پر میں میانی کے تمام طلبہ کے ساتھ گھر آ رہا ہوں۔ راستے میں ایک قوی ہیکل۔ دیو قامت اور کریہ المنظر شخص کھڑا ہے جسے دیکھ کر ہم سب پر لرزا طاری ہو گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ دجال ہے ہم میں سے جس سے بھی یہ پوچھے کہ تم کس کے بندے ہو وہ یہی جواب دے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔

پھر وہ میرے ساتھیوں سے فرداً فرداً سوال کرنے لگا اور جو طالب علم اس کی مرضی کے مطابق جواب دیتا اسے قسم قسم کے کھانے مزے مزے کے پھل اور طرح طرح کے کھلونے دیتا اور جو اس کی بات نہ مانتا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ آخر میں جب میری باری آئی تو اس نے پوچھا کس کے بندے ہو؟

''اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں'' میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ یہ سنتے ہی اس نے میرے اس زور سے گھونسا رسید کیا کہ میں کئی گز دور جا گرا، اور رونے لگا۔ دجال نے تحکمانہ لہجے میں آواز دیتے ہوئے کہا۔ اِدھر آؤ۔ میں ڈرتا کانپتا ادھر چلا ہی

تھا کہ میرے کانوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شیریں آواز پڑی۔ پہلے میرے پاس آؤ" آپ کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ ابھی دو دن پہلے تو میں نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا تھا آج یہاں کیسے تشریف لائے۔ میں دجال کی سخت مار کی وجہ سے روتا ہوا آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں پہنچا۔ آپ ﷺ نے میری کمر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا! دیکھو میں صرف تمہاری خاطر یہاں آیا ہوں۔ دجال کی بات ہرگز نہ ماننا میں تمہارے لئے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم ناکامی کا منہ نہیں دیکھو گے" یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ جب تشریف لے گئے تو میں دجال کے پاس پہنچا۔ اس نے پھر وہی سوال دہرایا۔ اور میں نے بھی حسب سابق وہی جواب دے دیا۔

اس پر وہ مارے غضب کے لال پیلا ہو گیا اور اس نے جب جھلا کر میرے منہ پر تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مارے دہشت کے میری چیخ نکل گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور پھر صبح تک مجھے نیند نہ آسکی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج بوچھال کلاں پہنچ کر قبول اسلام کا اعلان کر دوں گا۔ والدہ محترمہ نے جب صبح کو کھانا تیار کیا تو میں نے ان کے پاس بیٹھ کر کھایا، اس وقت دل میں جذبات کا تلاطم برپا تھا۔ جانتا تھا کہ آج ہمیشہ کے لئے ماں اور بھائیوں سے جدا ہو رہا ہوں۔ پھر اس گھر میں جہاں زندگی کی کئی بہاریں دیکھی ہیں شاید ہی قدم رکھنا نصیب ہو۔ بھائیوں کی محبت وشفقت نے مجھے مجبور کیا تو بہانے بہانے میں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دل کو تسکین دی۔ اسی طرح حیلے بہانے سے پیاری ماں کے قدم چھو کر ہدیہ عقیدت واحترام پیش کیا۔ کھانے سے فارغ ہوا تو بستہ اٹھایا اور اپنے گھر، تینوں بھائیوں اور محترمہ والدہ کی طرف حسرت بھری نگاہ ڈالی اور پرنم آنکھوں سے میں اپنے آبائی گھر سے رخصت ہو گیا۔

۴ مارچ ۱۹۳۸ء کو جمعہ کا مبارک دن اور محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ میں دوپہر کے وقت تیار ہو کر سیدھا مسجد میں داخل ہوا، مولانا عبدالرؤف صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اور غازی احمد نام تجویز ہوا۔

میرے اسلام لانے کی اطلاع جب گھر پہنچی تو کہرام سا مچ گیا سب نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ میرے والد صاحب کشمیر میں ملازم تھے انھیں اور دوسرے رشتہ داروں کو بذریعہ تار مطلع کیا گیا۔ ابھی تین چار روز بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ والد صاحب نے دوسرے رشتہ داروں سے مل کر مولانا عبدالرؤف اور ملک محمد طفیل ہیڈ ماسٹر پر مقدمہ دائر کر دیا کہ انھوں نے ہمارے نابالغ بچے کو ترغیب و ترہیب سے زبردستی مسلمان بنالیا ہے۔ ایس۔ڈی۔ایم کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ ایک طرف والد محترم اور متعدد ہندو رشتہ دار تھے اور دوسری طرف میں اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمان۔ عدالت میں میرے بیان ہوئے میں نے کہا! میں اپنی رضا و رغبت سے مسلمان ہوا ہوں میرے قبول اسلام میں کسی فرد و بشر کا ہاتھ نہیں میں مسلمانوں ہی کے پاس رہوں گا۔ والدین کے پاس مجھے جان کا خطرہ ہے۔ جب فیصلہ میرے حق میں ہوا تو مسلمان خوشی سے نعرے لگاتے ہوئے عدالت سے واپس لوٹے۔

میرے والد صاحب بھلا کب نیچے بیٹھنے والے تھے۔ انھوں نے مختلف عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر انہیں کہیں بھی کامیابی نصیب نہ ہو سکی پولیس نے ہندوں کے دباؤ میں آکر بڑی تحقیق و تفتیش سے کام لیا۔ مگر میرے رشتہ داروں کو اپنا مقصد حل ہوتا نظر نہ آیا۔ ہر عدالت میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان میرے ساتھ ہوتے۔ جو اکثر اوقات بوچھال کلاں سے پیدل چل کر جایا کرتے۔ اس کے بعد والد محترم نے سیشن جج جہلم کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ میرے نابالغ لڑکے کو زبردستی مسلمان

بنالیا گیا ہے۔ جہلم کے سرکردہ ہندوان کے ساتھ تھے جنہوں نے مل ملا کر جج صاحب پر دباؤ ڈالا۔

عدالت میں پیشی ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ جج کا رویہ میرے بارے میں ٹھیک نہیں ہے۔ اس پیشی پر دو تین حضرات میرے ساتھ تھے جج صاحب نے مجھے دوسری تاریخ پیشی تک والد کے سپرد کیا۔ جب میں نے اپنے والد محترم کیساتھ جانے سے انکار کیا تو مجھے زبردستی کار میں بٹھا دیا گیا اور دریا کے کنارے ایک مندر میں مجھے لایا گیا جہاں سارا دن میں نے رو رو کر گزارا۔ والدہ محترمہ کو جہلم بلایا گیا۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے ان کے حق میں بیان نہ دیا تو وہ گھر پر زندہ نہیں جائیں گی بلکہ دریا میں کود کر خودکشی کر لے گی۔ دوسرے ہندو بھی وقتاً فوقتاً آ کر مجھے سمجھاتے بجھاتے اور قسم قسم کا لالچ دیتے رہتے۔

اس اثناء میں والد صاحب نے ہندو اکابر کے اثر و رسوخ سے کام لے کر ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر جہلم سے میرے نابالغ ہونے کا سرٹیفکٹ حاصل کر لیا اور اسے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے ہی عدالت میں پیش کر دیا۔ جج صاحب نے جب مجھ سے پوچھا کہ آپ والدین کے پاس رہنے میں خوش ہیں؟ تو میں نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن افسوس کہ میری بات کسی کو وقعت نہ دی گئی اور زبردستی مجھے والدین کے سپرد کر دیا گیا۔

تعجب تو اس بات پر تھا کہ والد محترم کے حق میں فیصلہ دینے والے جج صاحب مسلمان تھے۔ والد محترم بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے ان صاحب کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرایا تھا۔

اسی دن والد محترم مجھے ساتھ لے کر کشمیر روانہ ہو گئے۔ دو تین دن جموں میں ایک پنڈت صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔ پنڈت صاحب نے بھی مجھے رام

کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ان کے غیر معقول دلائل مجھے ذرا بھی متاثر نہ کر سکے۔ یہاں پہنچ کر میں نے مولانا عبدالرؤف صاحب کو خط لکھنے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

والد محترم نے وہ خط میری جیب سے نکال کر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ چوتھے دن والد بھدرواہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ بٹوت تک بس کے ذریعے پھر بھدرواہ تک پیدل ہی راستہ طے کیا۔ دوسرے دن میرے والد مجھے ایک پنڈت کی معیت میں گاؤں سے باہر ایک بلند پہاڑی پر لے گئے اور اپنے پاس بٹھا کر کہا! دیکھو میں اس مقدمے میں تم پر دس ہزار روپے خرچ کر چکا ہوں تم نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ خاندان میں میری ذرہ بھی عزت نہیں رہی۔ یہ کہا اور میرے والد کے آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ میں نے اپنی زندگی میں شاید پہلی اور آخری بار ہی والد کے آنکھوں میں اس طرح آنسو دیکھے تھے، میرا دل پسیج گیا مگر معاً مجھے رحمت ایزدی نے سہارا دیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے وہ تمام حالات میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ میں نے اپنے والدِ محترم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ کی پریشانیوں اور تکالیف کا احساس ہے آپ نے میرے لئے بہت کچھ کیا مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ میرا دل ترک اسلام کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔ اگر آپ مجھے اسلام پر قائم رہنے کی اجازت مرحمت فرمادیں تو تمام عمر آپ کی غلامی میں بسر کر دوں گا۔

والد نے یہ سنتے ہی چھڑی ہاتھ میں لے کر مجھے پیٹنا شروع کر دیا اور اتنا پیٹا کہ بدن سے خون بہہ کر سارے کپڑے خون آلود ہو گئے۔ اس پر بھی والد محترم کو نہ رحم آیا اور نہ ان کے ہاتھ کی حرکت میں کمی آئی۔ میں آدھ مرا ہو کر بھی پڑا ٹھوکریں کھاتا رہا۔ آخر جب دل کا غبار اچھی طرح نکال چکے تو پنڈت سے مخاطب ہو کر کہنے

لگے۔

کیوں نہ میں اسے دریا میں دھکیل دوں۔شاید اسی طرح کلنک کا یہ ٹیکا میرے ماتھے سے اتر جائے پہاڑی کی دامن میں بپھرتا ہوا دریا میرے سامنے تھا۔اپنی موت کے خوف سے میں لرز گیا،مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی اور میرے دل میں یہ خیال بار بار ابھرنے لگا کہ اگر والد مکرم نے مجھے دریا میں پھینکا تو میں اپنے پیارے نبی ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کروں گا۔

میرے آقا آپ نے مجھے اسلام کی جو دولت بخشی تھی میں اس کو صحیح وسالم لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔

پنڈت صاحب جو مارے خوف کے کانپ رہے تھے۔والد محترم سے کہا بچہ ہے۔بڑا ہو کر سنبھل جائے گا۔آپ کوئی سخت اقدام نہ کریں۔والد صاحب نے اس کی بات مان لی اور مجھے ساتھ لے کر چپ چاپ گھر کی راہ لی گھر پہنچ کر والد نے خود میری مرہم پٹی کی۔چھڑی کی مار اور بوٹوں کی ان گنت ٹھوکروں سے جسم کا رواں رواں زخمی تھا،حتیٰ کہ ناک، منہ اور آنکھیں تک متورم تھیں۔تقریباً ہفتہ بھر بستر ہی پر دراز رہا۔پھر والد محترم نے مجھے بھدرواہ ہائی اسکول میں داخل کرادیا۔میں ہندو لڑکوں کی نگرانی میں روز اسکول آنے جانے لگا۔مسلمان طلبہ کو میرے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ہندو لڑکے ہی نہیں ہندو اساتذہ بھی مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ اسکول میرے لئے جہنم سے کم اذیت ناک نہ تھا۔آخر کار میں نے دوست محمد نامی ہم جماعت سے تعلقات بڑھائے اور اس کے توسط سے مولانا عبدالرؤف صاحب کو خط لکھا اور بتایا کہ میں بفضل اللہ تعالیٰ اسلام پر قائم ہوں حضور نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں کی برکت ہے کہ مجھے کوئی جسمانی تکلیف اسلام سے برگشتہ

نہیں کرسکی۔ مولانا نے خط ملتے ہی قصبے کے سارے لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کوئی ہے جو جان پر کھیل کر ایک مسلمان کو کافروں کے عذاب سے چھٹکارا دلائے؟ اس پر ایک غریب لیکن جذبہ شہادت سے سرشار شخص اٹھا اور اس نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس کا نام جان محمد تھا۔

جان محمد صاحب اسکول کے اوقات ہی میں بھدرواہ پہنچ گئے اور دوست محمد کی وساطت سے جب مجھے ان کی آمد کا پتہ چلا تو میں تفریح کے بعد روتا ہوا اپنے ماسٹر صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہا میرے پیٹ میں سخت درد ہے۔ مجھے چھٹی عنایت فرمائی جائے ماسٹر صاحب نے چھٹی دے دی۔ میں نے بستہ اٹھایا چھپتا چھپاتا آنکھ بچاتا ہوا مدرسہ سے نکل آیا۔

جان محمد صاحب نے ایک مسلمان رہبر کو ساتھ لیا اور ہم بھدرواہ سے بھاگ نکلے، راتوں رات سفر کرتے ہوئے ریاست کشمیر سے نکل کر ریاست چنبہ کی حدود میں داخل ہو گئے۔ پھر مسلمان رہبر واپس ہو گیا اور ہم دونوں تقریباً ساٹھ میل سفر طے کر کے دوسرے دن صبح ڈلہوزی پہنچے۔ تھکان سے میرا بُرا حال تھا کپڑے میلے اور پاؤں متورم تھے۔

شام کو براستہ پٹھان کوٹ جب امرتسر پہنچے تو میں نے اپنا آبائی لباس اتار کر دوسرے کپڑے پہنے اور امرتسر سے کھیوڑا کی راہ بوچھال کلاں پہنچ گئے بس اسٹینڈ پر لوگوں کا ایک ہجوم پذیرائی کے لئے موجود تھا۔

والد کو جب میرے فرار کا علم ہوا تو انھوں نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرنے کے لئے تاریں دلا دیں۔ لیکن جس راستے کو ہم نے اختیار کیا تھا وہ والد صاحب کے علم میں بھی نہ تھا، اس لئے ہم بچ نکلے۔

چند روز بعد والدہ صاحبہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے اشکبار ہو کر فرمایا

"بیٹا ہمیں اس قدر ذلیل ہی کرنا تھا تو پہلے بتا دیا ہوتا۔ تاکہ خرچ کرنے سے تو بچ جاتے۔ میں نے عرض کیا اماں جی! میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اسلام کو ترک کرنے پر کسی بھی صورت بھی امادہ نہیں ہوسکتا۔ آپ میرے لئے کچھ نہ کریں۔ ہاں ویسے میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ کی ہر خدمت میرے لئے سعادت کا موجب ہے مجھے آپ کے وہ احسانات یاد ہیں کہ جب بھی میرے خاندان والوں نے مجھے ختم کرنے کی کوئی سازش کی تو آپ نے مجھے اس سے پہلے ہی مطلع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

میں نے والدہ صاحبہ سے صلح کر لی تھی اور اکثر والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ مگر والد محترم کو میں نے چھ سال بعد دیکھا تھا راستے میں اچانک آمنا سامنا ہو گیا۔ مگر وہ بغیر توجہ دیئے ہوئے میرے پاس سے گزر گئے میں بھی انہیں بلانے یا ان سے ہاتھ ملانے کی جرأت نہ کرسکا۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے موقع پر میرے خاندان کے تمام افراد ہندوستان چلے گئے اور میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ پاکستان میں رہا اور اپنے آبائی مکان میں منتقل ہو گیا۔ ۱۹۵۰ء میں والد کی وفات ہوگئی اور والدہ مکرمہ اور تین بھائی انبالہ کے قریب ایک گاؤں میں مقیم ہیں۔

۱۹۴۱ء میں میٹرک کا امتحان میں نے اسکول میں اول رہ کر امتیازی حیثیت سے پاس کر لیا بعد ازاں میں نے علوم دینیہ کی طرف توجہ دی، چنانچہ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۸ء تک مدرسہ خادم الشریعہ پنڈی کھیپ، مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن گجرات اور دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کی، ۱۹۴۸ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور صوبے بھر میں اول رہا۔

میرا ایمان ہے کہ یہ ساری کامرانیاں آنحضرت ﷺ کی دعا کی مرہون منت

ہیں، ۱۹۵۶ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور دونوں میں اللہ کے فضل وکرم سے فرسٹ ڈویژن حاصل کی ۱۹۵۷ء میں بی ایڈ کیا ۱۹۵۸ء میں ایم اے عربی صوبے بھر میں اول رہ کر امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۵۹ء میں ایم۔اے علوم اسلامیہ کا امتحان دیا اور صوبے بھر میں اول رہا۔ ان تمام عنایات پر میں اپنے مالک حقیقی کا شکر گزار ہوں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اپنے اندر ایک بہت بڑا ذہنی روحانی انقلاب محسوس کیا۔ ورنہ اسلام لانے سے پہلے میں ایک متوسط ذہن کا مالک تھا۔ اسلام کے سایہ عافیت میں پناہ لینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی ترقی کے دروازے بھی میرے لئے کھول دیئے اور دوسری بات جو میں نے اپنی علمی زندگی میں محسوس کی وہ نبی اکرم کی دعا کا اثر ہے کہ مجھے آج تک کسی امر میں ناکامی کا سامنا نہیں ہوا اور آنحضرت کی دعا ہی میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایا ہے اور انشاء اللہ قیامت کے دن یہی دعا میری نجات کا باعث ہوگی۔ آمین ثم آمین۔

(تلخیص از من الظلمات الی النور)

حاصل...... بیشک ایمان کی حلاوت کا اپنا ایک مزہ ہے، اور جب ایک مسلمان اس پر ڈٹ جائے تو یقیناً اللہ کی مدد بھی آتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے ایمان پر استقامت سے جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۱۴

تین نوجوان بھائیوں کا عجیب قصہ

صدقہ بن مرداس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انطاکیہ کے مضافات میں میں نے ایک اونچی جگہ پر تین قبریں دیکھیں ان میں ایک پر یہ شعر لکھا تھا۔

۱......زندگی سے وہ شخص کیا لذت حاصل کر سکتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ خداوند عالم اس سے ضرور باز پرس کرے گا۔

۲......اور اس سے بندوں کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیوں کا بدلہ لے گا اور جو بھلائیاں اس نے کی ہیں اس کی جزاء دے گا۔

دوسری قبر پر لکھا تھا:

۱......کیا لذت پائے گا وہ جو یقین رکھتا ہو اس بات پر کہ اس پر موت اچانک آ ہی جائے گی۔

۲......اس کی ساری بڑائی اور ملک چھین لے گی اور اس گھر میں ملائے گی جس کا وہ مستحق ہے۔

تیسری قبر پر لکھا تھا:

۱......کیسے مزے لوٹے گا وہ جس کا رخ ایسی منزل کی طرف ہے کہ جس پر اترنا جوانوں کو بوڑھا کر دیتا ہے

۲......جو چہرے کے نقوش کو بہت جلد مٹا دیتا ہے اور جس کے جوڑ بوسیدہ ہو جائیں گے۔

یہ تینوں قبریں ایک صف میں کوہان کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں ایک بوڑھے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اور اس سے کہا: میں نے تمہاری بستی میں ایک عجیب بات دیکھی۔ اس نے کہا کیا دیکھا؟ میں نے واقعہ بیان کیا اس بوڑھے شخص نے کہا کہ ان کا قصہ اس سے زیادہ تعجب خیز ہے جو تم نے ان کی قبروں پر دیکھا۔ میں نے کہا سناؤ کیا ہے۔

اس نے کہا یہ تین بھائی تھے ان میں سے ایک بڑا عہدیدار تھا جو بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا اور شہروں اور لشکروں کے انتظام پر مامور تھا دوسرا ایک مال دار تاجر تھا

وہ بھی بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھا تیسرا ایک عبادت گذار شخص تھا جو عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کئے ہوئے تھا۔

اس عبادت گذار کی موت قریب آئی تو اس کے بھائی اس کے پاس جمع ہو گئے اور وہ سلطان کا مصاحب ہمارے علاقوں کا والی تھا عبدالملک بن مروان نے اس کو والی بنایا تھا اور وہ ایک ظالم جابر اور لٹیرا تھا یہ دونوں اپنے عابد بھائی کے پاس آئے جب اس کا آخری وقت تھا دونوں نے اس عابد سے کہا کہ کچھ وصیت کر لو اس نے کہا اللہ کی قسم میرا کوئی مال نہیں ہے کہ میں کچھ وصیت کروں نہ میرا کسی پر قرض ہے جس کے لینے کی وصیت کروں اور میں نے دنیا میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کے لوٹنے کا اندیشہ ہو۔

عہدیدار بھائی نے کہا! اے میرے بھائی یہ میرا مال تیرے سامنے ہے اس میں جو چاہے کہو اور جو دل چاہے وصیت کرو اس نے رخ پھیر دیا۔

تاجر بھائی نے کہا! میرے بھائی تجھے میری کمائی اور کثرت دولت کا پتہ ہے، شاید تیرے دل میں کسی بھلائی کا ارمان رہ گیا ہو جس کو مال خرچ کئے بغیر حاصل نہ کیا جا سکتا ہو یہ میرا مال ہے اس میں جو چاہو حکم کرو اس کو پورا کروں گا۔

وہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میں صرف ایک اقرار تم سے لیتا ہوں جس میں تم وعدہ خلافی نہ کرنا۔ انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دو اور کفن پہنا کر ایک اونچی زمین میں دفن کر دو اور میری قبر پہ لکھ دینا۔

وکیف یلذ العیش من ھو عالم

بان الہ الخلق لابد سائلہ

فیاخذ منہ ظلمہ لعبادہ

ویجزیہ بالخیر الذی ھو فاعلہ

''زندگی سے وہ شخص کیا مزہ لے سکتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ خداوند عالم اس سے باز پرس کرے گا اور اس سے بندوں کے ساتھ ناانصافی کا بدلہ لے گا اور نیکیوں کی جزا دے گا''۔

جب یہ کام کر دو تو روزانہ میری قبر پہ آیا کرنا شاید تمہیں نصیحت نصیب ہو انہوں نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا اور اس کا عہدیدار بھائی اپنے لشکر کے ساتھ قبر پہ آتا اور اتر کر ان اشعار کو پڑھتا اور روتا جب تیسرا دن ہوا تو لشکر کے ساتھ حسب معمول آیا اور اتر کر رونے لگا پھر جب واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے قبر کے اندر سے دھڑام کی آواز سنی قریب تھا کہ اس کا دل اس سے پھٹ جاتا چنانچہ وہ گھبراہٹ اور خوف کے ساتھ واپس ہوا۔

جب رات ہوئی تو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا اے میرے بھائی تمہاری قبر سے جو آواز سنی وہ کیا تھی۔ اس نے کہا وہ ہتھوڑے کی آواز تھی مجھے کہا گیا کہ تو نے مظلوم کو دیکھا پھر بھی اس کی مدد نہ کی۔

چنانچہ وہ شخص صبح غمزدہ اٹھا اور اپنے بھائی کو اور دوسرے خاص لوگوں کو بلایا اور کہا میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بھائی نے جو اپنی قبر پر اشعار لکھنے کی وصیت کی تھی اس کا مقصد مجھے تنبیہ کرنا تھا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ آئندہ میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا چنانچہ اس نے امارت چھوڑ دی اور عبادت میں مشغول ہو گیا اور عبدالملک بن مروان کو اس بارے میں خط لکھا تو اس نے لوگوں کو حکم دیا اس کو چھوڑ دو جہاں چاہے جائے۔

چنانچہ وہ پہاڑوں اور صحراؤں میں رہتا رہا یہاں تک کہ اس کی موت آئی اور وہ چرواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا اس کے بھائی کو خبر پہنچی تو وہ حاضر ہو گیا

اور کہا اے میرے بھائی کوئی وصیت نہیں کرنی ؟ اس نے کہا کیا وصیت ہے کوئی مال نہیں جس میں وصیت کروں لیکن ایک وعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب میں مرجاؤں تو میری قبر تیار کر کے مجھے میرے بھائی کے پہلو میں دفنا دینا اور میری قبر پر لکھ دینا۔

وكيف يلذ العيش من كان موقنا

بان المنايا بغتة ستعاجله

فتسلبه ملكا عظيما ونخوة

وتسكنه القبر الذى هو اهله

''کیسے لذت پائے وہ شخص جس کو یقین ہو کہ بہت جلد اس پر موت اچانک آجائے گی اور اس سے عظیم ملک اور تمام بڑائی چھین کر اس قبر میں اس کو ٹھہرا آئے گی جس کا وہ باسی ہوگا''۔

پھر تین دن تک میرے پاس آیا کرنا اور میرے لئے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

چنانچہ وہ مر گیا اور اس کے بھائی نے اس کی وصیت پر عمل کیا جب اس کی قبر پر تیسرے دن آیا دعا کی اور رویا پھر جب واپس ہونے لگا تو اس نے ایک شدید آواز سنی جس سے اس کی عقل زائل ہونے کے قریب ہوگئی اور وہ وہاں سے بے چین ہوکر لوٹا۔

رات کو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اس نے کہا کہ میں نے جب خواب میں اپنے بھائی کو دیکھا تو اس کی طرف لپکا اور اس سے پوچھا کیا تم ہماری ملاقات کے لئے آئے ہو؟ اس نے کہا ملاقات تو بہت ہی دور ہے میں نے کہا میرے بھائی تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا خیریت سے ہوں، تو بہ کتنی خوبیوں اور بھلائیوں

کی جامع ہے میں نے کہا میرا دوسرا بھائی کیسا ہے؟ اس نے کہا وہ تو نیک پیشواؤں کے ساتھ ہے میں نے کہا ہمارا کیا حال ہوگا اس نے کہا جس نے دنیا و آخرت کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ دیکھ لے گا۔ پس تم اپنی مالداری کو فقیری سے پہلے غنیمت سمجھو۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی اپنے مال کو تقسیم کیا جائیداد بانٹ دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا۔

اس کا ایک بیٹا بڑا ہو کر ایک خوبصورت اور باکمال نوجوان بنا اور تجارت شروع کی یہاں تک کے تجارت میں ایک اہم مقام حاصل کیا اس کے باپ کی موت قریب آئی اس نے اپنے باپ سے کہا ابا جان وصیت نہیں کرتے؟ اس نے کہا اے میرے بیٹے تیرے باپ کا کوئی مال ہی نہیں جس میں وصیت کرے لیکن میں تجھ سے ایک وعدہ لیتا ہوں کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے اپنے چچوں کے ساتھ دفنا دینا اور میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا۔

وکیف یلذالعیش من ھو صائر

الی جدث تبلی تبلی الشباب منازلہ

ویذھب رسم الوجہ من بعد صونہ

سریعا ویبلی جسمہ مفاصلہ

”کیسے مزے لے سکے گا زندگی سے وہ جس کا رخ ایسی قبر کی طرف ہو جس کی گھاٹ نوجوانوں کو بوڑھا کر دیتی ہے اور چہرے کا رنگ اڑا دیتی ہے اور جلدی جلدی جسم اور جوڑوں کو بوسیدہ کر دیتی ہے“۔

جب یہ کرو تو اس کے بعد تین دن تک تم میرے پاس آجایا کرنا اور میرے لئے دعا کرنا اس نوجوان نے وصیت پر عمل کیا جب تیسرا دن ہوا تو اس نے ایک آواز سنی جس سے اس کی جلد سکڑ گئی اور رنگ اڑ گیا اور بخار چڑھ گیا اور وہ واپس گھر آ گیا۔

رات کو خواب میں اس کا باپ آیا اور کہنے لگا میرے بیٹے تم ہمارے پاس آنے سے نزدیک ہو اور موت قریب تر ہے پس تم اپنی سفر کی تیاری کرلو اور کوچ کا بندوبست کرو اور اپنا سامان اس گھر سے باندھ لو جس سے تمہیں نکلنا ہے اس گھر کی طرف جس میں تمہیں جانا ہے اور دھوکے میں نہ رہو کہ لمبی لمبی امیدیں لگا کے جیسے تم سے پہلے لوگ دھوکے میں رہے اور اپنی آخرت کے معاملے میں کوتاہی کی نتیجہ موت کے وقت ان کو شدید ندامت لاحق ہوئی اور عمر کی بربادی پر کف افسوس ملتے رہے چنانچہ نہ ان کو افسوس نے کچھ فائدہ پہنچایا اور نہ ہی کوتاہیوں پر شرمندگی نے ان کو اس شر سے نجات دلائی جس کا سامنا وہ کریں گے قیامت کے دن اپنے بادشاہ کی طرف سے۔ اے میرے بیٹے جلدی کرو جلدی کرو...... جلدی کرو......۔

عبداللہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ جس بوڑھے نے واقعہ سنایا اس نے بتایا کہ جس رات کو اس نوجوان نے یہ خواب دیکھا صبح کو میں اس کے پاس گیا تو اس نے وہ خواب ہمیں سنایا اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ بات ایسی ہی ہے جیسے میرے باپ نے کہی اور میں سمجھتا ہوں کہ موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے رشتہ داروں اور لین دین والوں سے معاملہ صاف کیا اور سلام کہا اور لوگوں سے الوداع کہا لوگوں نے اسے الوداع کہا جیسے کسی کو کسی چیز سے ڈرایا گیا ہو اور اس کو اس کی توقع بھی ہو۔

وہ کہتا تھا کہ میرے باپ نے کہا! جلدی کر جلدی کر جلدی کر ان تینوں سے مراد یا تین لحات ہیں تو وہ گذرے لہٰذا وہ نہیں ہیں اگر تین دن ہوں تو وہ کیسے گذریں گے اور یا تین مہینے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت تک زندہ رہوں گا یا تین سال ہیں اور یہ تینوں مہینوں سے بھی زائد ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ ان سے مراد سال ہو۔

چنانچہ وہ تین دن تک بخشتا رہا اور صدقہ کرتا رہا جب اس خواب کو تیسرا دن

ہوا تو اس نے صبح سویرے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور ان کو الوداع کہا اور سلام کہا پھر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں اور کلمہ شہادت پڑھا اور وفات پا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اسکے بعد ایک عرصہ تک لوگ گاہے بگاہے اس کی قبر پر دور دراز سے آتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

حاصل...... بیشک جو سچے دل کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں، اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کریں اور اسی سے مانگتے رہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۱۵

نافرمانی کا انجام

حضور اکرم ﷺ فجر کی نماز کے بعد اصحاب کرامؓ سے دریافت فرمالیا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو آپ ﷺ اس کی تعبیر فرمادیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا اور کسی نے بھی خواب کا تذکرہ نہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے ہیں جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے چلے ہیں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص وہاں بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا ہاتھ میں زنبور لئے ہوئے کھڑے کھڑے اس بیٹھے ہوئے شخص کے کلے چیر رہا ہے اور جب ایک کلا گدی تک چر جاتا ہے تو دوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتا ہے اور اتنی دیر میں اس کا پہلا کلا درست ہو جاتا ہے مگر وہ شخص پھر اس کے ساتھ یہی عمل

کرتا ہے یہ دیکھ کر میں نے دریافت کیا آخر یہ کیا بات ہے؟ تو وہ دونوں کہنے لگے، آگے چلئے! ہم آگے چلے تو ایک ایسے شخص پر سے گزر ہوا جو لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص اپنے ہاتھ میں ایک بھاری پتھر لئے اس لیٹے ہوئے کے سر کو نہایت بے دردی سے کچل رہا ہے چنانچہ جب وہ شخص اس کے سر پر زور سے پتھر مارتا ہے تو پتھر لڑک کر دور جا پڑتا ہے اور وہ شخص ابھی اس پتھر کو لانے بھی نہیں پاتا کہ اسکا سر پھر درست ہو جاتا ہے اور پھر وہ اسی طرح اس کا سر پھوڑتا ہے یہ ماجرا دیکھ کر میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ تو وہ دونوں آدمی کہنے لگے، آگے چلئے! جب آگے چل کر ہم ایسے غار پر پہنچے جو تنور کی طرح اندر سے کشادہ تھا اور اوپر سے تنگ جس میں آگ دہک رہی تھی اور بہت سے مرد و عورت اس میں پڑے تھے جب آگ کے شعلے بلند ہوتے تھے تو وہ سب اوپر اٹھ آتے اور نکلنے کے قریب ہو جاتے تھے اور جب آگ نیچے بیٹھتی تو اس کے ساتھ نیچے چلے جاتے تھے یہ دیکھ کر میں نے معلوم کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ تو وہ دونوں کہنے لگے، آگے چلئے! آگے چل کر ہم نے دیکھا کہ ایک خون کی نہر میں ایک شخص کھڑا ہے اور دوسرا شخص نہر کے کنارے پر کھڑا ہے جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں جس وقت اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا اور نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا شخص زور سے اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے کہ وہ پھر اسی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر نکلنا چاہتا ہے تو پھر مار کر اس کو اسی جگہ پہنچا دیتا ہے اس حال کو بھی میں نے معلوم کرنا چاہا تو وہ دونوں کہتے لگے کہ، آگے چلئے! آگے چل کر ہم ایک ایسے سبز و شاداب باغ میں پہنچے جس میں ایک بڑے درخت کے نیچے ایک بوڑھا آدمی اور بہت سے بچے بیٹھے ہیں اسی درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے جس کے سامنے آگ جل رہی ہے جس کو وہ دھونک رہا ہے پھر وہ دونوں مجھ کو اس درخت پر چڑھا لے گئے جس کے درمیان میں ایک خوبصورت مکان تھا وہ دونوں مجھے اس مکان میں لے گئے

اتنا عمدہ مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا جس میں بہت سے بوڑھے جوان اور بچے موجود تھے پھر باہر لا کر اس سے بھی اوپر لے گئے جہاں پہلے گھر سے بھی زیادہ عمدہ مکان تھا جس میں صرف بوڑھے اور جوان تھے اب میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تمام رات تم مجھے لئے پھرے ہو آخر ان اسرار کی حقیقت سے بھی تو آگاہ کرو! جب انہوں نے بتایا کہ جس شخص کے کلّے چیرے جارہے تھے وہ جھوٹا شخص ہے جس کی جھوٹی باتیں دنیا میں مشہور ہو جاتی تھیں قیامت تک وہ اسی سزا میں مبتلا رہے گا اور جس کا سر پھوڑا جا رہا تھا وہ ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالٰی نے علم قرآن عطا فرمایا مگر رات کو غافل ہو کر سورہتا اور دن کو اس پر عمل نہ کرتا تھا قیامت تک وہ اس عذاب میں مبتلا رہے گا اور آگ کے غار میں زنا کار پڑے ہیں اور خون کی نہر میں سود خور ہیں۔

ہاں وہ بڑے میاں جو سرسبز درخت کے نیچے بیٹھے تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے گرد لوگوں کی نابالغ اولاد اور اسی درخت کے قریب جو آگ دھونکنے والا شخص آپ نے دیکھا وہ مالک داروغہ دوزخ ہے اور درخت کے اوپر والا وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے عام مسلمانوں کا گھر ہے اور دوسرا شہیدوں کا ہے ہم دونوں آدمیوں میں میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں اس کے بعد کہنے لگے، ذرا سر اوپر اٹھایئے! میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو میرے اوپر ایک سفید بادل مجھے نظر آیا، وہ کہنے لگے: یہ آپ کا گھر ہے! اس پر میں نے کہا تو مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں اس پر انہوں نے کہا، نہیں! ابھی آپ کی عمر پوری نہیں ہوئی اگر پوری ہو چکی ہوتی تو ابھی چلے جاتے۔ (بحوالہ بہشتی زیور)

حاصل...... انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس سچی حکایت سے جھوٹ بے عملی یعنی قرآن پاک کا علم ہونے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنا، نیز زنا کار، سود خور، کی

سزاؤں کا حال، نابالغوں، عام مسلمانوں اور شہداء کے درجات کا حال معلوم ہوا اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رکھے اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

واقعہ نمبر......۱۶

اطاعت الٰہی کا ثمرہ

کسی صابر و شاکر اور عیال دار شخص کی بیوی بڑی بدزبان اور ناشکری تھی جس کی وجہ سے وہ صاحب ایمان سخت پریشان رہتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ جب دو تین روز تک کچھ کھانے کو میسر نہ آیا تو اس عورت نے اپنے شوہر کو بہت کچھ سخت وست کہا کہ بال بچے بھوک سے مر جاتے ہیں اور تو نکھٹو گھر میں بیٹھا ہے کچھ تو شرم کر اور کما کر لا تا کہ بچوں کی مصیبت دور ہو یہ سن کر شوہر کہنے لگا کہ خدا کی بندی رات کے وقت شور و غل نہ مچا میں صبح کو کچھ مزدوری کر لاؤں گا اور جو کچھ اجرت ملے گی تیرے سامنے لا کر رکھ دوں گا چنانچہ جب وہ اللہ کا بندہ صبح کو مزدوری کرنے گیا تو کسی نے اس کی بات نہ پوچھی باقی سب مزدور اپنے اپنے کام پر لگ گئے جب اس بندہ خدا نے یہ حال دیکھا تو جنگل میں جا کر عشاء تک عبادت الٰہی میں مشغول رہا اور رات کو چپکے سے گھر میں جا پڑا کہ خالی ہاتھ دیکھ کر خدا جانے عورت کیا طوفان برپا کرے گی صبح اٹھ کر پھر کہیں سے مزدوری کر لاؤں گا رات کو جب عورت کی آنکھ کھلی تو کہنے لگی: میاں! اب تک کہاں تھے؟ اور کیا کما کر لائے؟ اس نے جواب دیا میں نے جس کی مزدوری کی ہے وہ بڑا رحیم و کریم ہے اس نے کل کو مزدوری دینے کا وعدہ کیا ہے اس پر عورت نے جھلا کر کہا: ہمارے بال بچے تو بھوکے مر رہے ہیں اور آپ وعدہ کرتے پھرتے

ہیں پھر صبح کو وہ شخص مزدوری کے لئے گیا مگر خدا کی شان! پھر بھی اس کو کسی نے نہ پوچھا اور وہ مجبور ہو کر اسی مقام پر جنگل میں عبادت الٰہی اور گریہ وزاری میں عشاء تک مصروف رہا بڑی رات گئے جب ڈرتے ڈرتے گھر میں گیا تو وہ عورت کہنے لگی دونوں دن کی مزدوری لائے ہو؟ اس بے چارے نے گھبرا کر کہا: آقا نے کل تینوں دن کی مزدوری دینے کا وعدہ کیا ہے یہ سن کر عورت آگ بگولا ہو کر کہنے لگی، اپنا بھلا چاہتے ہو تو صبح تینوں دن کی مزدوری لے آؤ ورنہ منہ نہ دکھانا۔ صبح کو اس عورت نے ایک تھیلی اس مرد کے حوالے کر کے کہا تینوں دن کی مزدوری اس میں لے آنا اور خبر دار! خالی ہاتھ گھر میں نہ آنا یہ سن کر اس بندہ خدا کی نظر عالم اسباب سے اٹھ کر مسبب حقیقی کی طرف جا پڑی اور اسی وقت سیدھا جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گیا اور بہت رات گئے عورت کے خوف سے اس تھیلی میں ریت بھر لایا کہ رات اس حیلہ سے گزر جائے گی اور عورت کے لڑانے کی آفت سے بچ جاؤں گا۔

مگر جس وقت گھر کے دروازے پر پہنچے تو عورت کا ڈر اس قدر غالب ہوا کہ خدا جانے آج کیا آفت برپا کرے گی؟ اس لئے اس نے تھیلی ڈال کر واپسی کا ارادہ کر لیا مگر اچانک گھر میں سے ایسی خوشبو آئی جس نے دل ودماغ کو معطر کر دیا اور وہ عورت خوش ہوتی ہوئی گھر سے نکل آئی اس خدا کے بندے نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگی کہ اندر چل کر اس کی حقیقت سنو اور خدا کا شکر ادا کرو یقیناً تم سچ کہتے تھے اور تمہارا مزدوری دینے والا بھی سچا ہے واقعہ یہ ہے کہ میں بچوں کے کھانے پینے کی فکر میں مدہوش بیٹھی تھی اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی میں نے جا کر دیکھا کہ ایک سبز پوش سوار دروازے پر کھڑا کہہ رہا ہے لے اپنے شوہر کی تین دن کی مزدوری لے لے اور اب اسکو کچھ ایذا نہ دینا اور اس سے کہہ دینا کہ جس قدر تو نے مزدوری کی تھی اس قدر اجرت مل گئی زیادہ کرتا تو اور زیادہ پاتا آئندہ اس کا

خیال رکھنا پس طباق اس نے دیا ہے جس میں پچاس درہم ہیں اور دم بدم اس کی خوشبو دل ودماغ کو معطر کر رہی ہے یہ سن کر وہ بندہ خدا گریہ وزاری کے ساتھ خدا کی حمد وثنا میں کھو گیا اور عورت اس کا شکستہ حال دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بار خدایا یہ کیا معاملہ ہے خوشحالی میں یہ پریشان حالی کیسی؟ چنانچہ جب ہوش آیا تو اس نے بتایا کہ اے ناشکری عورت! حقیقت یہ ہے کہ تینوں دن میں نے کسی کی مزدوری نہیں کی بلکہ دن اور رات عبادت الٰہی میں مشغول رہا رات کو آکر تیرے خوف سے یہ حیلہ کر دیتا تھا کہ آقا نے کل مزدوری دینے کا کہا ہے مگر میرے مالک حقیقی نے اپنے غلام کو سچا کر دکھایا اور تیری رات دن کی آفت سے مجھ کو نجات دے دی اس پر جتنا بھی اس کا شکر ادا کروں کم ہے دیکھ آج میں اُس تھیلی میں تیرے ڈر سے ریت بھر کر لایا ہوں تو اس کو خالی کر لے اور ریت کو پھینک دے جب اس کی بیوی نے چاہا کہ تھیلی خالی کرے تو دیکھتی ہے کہ وہ تھیلی تو ایسے زر وجواہرات سے پر ہے جن سے تمام گھر روشن ہو رہا ہے یہ حال دیکھ کر اس مرد صالح نے اپنی تمام عمر خدا کی شکر گزاری میں گزار دی۔

(بحوالہ حکایات الصالحین)

حاصل...... سبحان اللہ! جو بندہ اپنے خدا پر بھروسہ کر کے اس کی اطاعت اور فرماں برداری میں مصروف رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۱۷

ایک ولی اللہ کی مقبولیت

بصرہ کا ایک سردار ہمیشہ اداس اور غمگین رہتا تھا کسی نے اس سے دریافت کیا کہ آخر اس پریشانی کا سبب کیا ہے؟ اس پر سردار نے جواب دیا کہ بات کہنے کی نہیں پر کہی جاتی ہے کہ مجھ سے ایک ولی اللہ کی خدمت میں کچھ بے ادبی ہو گئی تھی اس لئے ڈرتا ہوں کہ قیامت کو اس کے مواخذے میں گرفتار نہ ہو جاؤں واقعہ یہ پیش آیا کہ میں ایک مرتبہ زیارت بیت اللہ کو چلا اور سب دوست و آشنا عزیز و اقارب رخصت کرنے آئے حسب دستور کچھ دور چل کر میں نے سب کو لوٹا دیا مگر ایک شخص زید جو میرے خواص میں سے تھا واپس نہ ہوا اور اس نے میرا پیچھا نہ چھوڑا مجبور ہو کر میں نے اس کو جھڑک دیا کہ بیت اللہ کا جانا بھی کوئی آسان سمجھا ہے جو پیادہ پا چلنے کو تیار ہو گیا میرے ساتھ نہ آ اور جس راہ سے تیرا جی چاہے چلا جا کہنے لگا: اے آقا! کیا خدا اس پر قادر نہیں کہ تم کو زادِ راہ جلد پہنچا دے اور مجھ کو بے یار و مددگار اور بلا توشہ چھوڑ دے، یہ کہہ کر اس نے اپنی راہ لی اور میں اپنے راستے سے چلتا بنا راستہ بھر کہیں وہ مجھ کو نظر نہ آیا واللہ اعلم کہاں پوشیدہ ہو گیا۔

جب خدا کے فضل سے مناسک حج سے فارغ ہو کر میں مدینہ طیبہ کو چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زید آ گیا اور السلام علیکم کہہ کر میرے پاس بیٹھ گیا میں نے حیرت سے پوچھا کہ حج کر آیا؟ کہا: ہاں، پھر میں نے ظرفاً کہا: حج کی سند بھی ملی؟ تو کہنے لگا: کیسی سند؟ وہ کس کام آتی ہے؟ میں نے کہا: حج کرنے والے کو بیت اللہ میں غیب سے چھٹی

ملتی ہے جس میں لکھا ہوتا ہے فلاں ابن فلاں حج کو آیا تھا اوراس کا حج قبول ہو گیا پھر اسی سند کے ذریعہ قبر اور حشر کے عذاب سے نجات ہوتی ہے یہ سن کر زید روتا چلاتا بیت اللہ کو واپس چلا گیا جب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے فارغ ہو کر لوٹا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زید پھر آ گیا اور السلام علیکم کے بعد ایک چٹھی میرے سامنے رکھ دی جو ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے میں سبز خط سے زید کے عذاب قبر اور حشر سے نجات کے لئے لکھی تھی یہ دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے پھر ذرا سکون ہونے پر میں نے معلوم کیا کہ اے زید! بتا تو اس کی حقیقت کیا ہے؟ آخر یہ دولت بے مثال تجھ کو کس طرح میسر آئی؟ تب اس نے بتایا کہ: سنو بھائی! جب میں بیت اللہ پہنچا تو کعبۃ اللہ حاجیوں سے بالکل خالی تھا اس وقت میں نے گڑگڑا کر زار وقطار رونا اور چلانا شروع کیا کہ اے مالک دو جہاں! کیا غریب گنہگاروں کا حج بھی قابل قبول نہیں جو مجھ کو حج کی سند نہیں ملی؟ کیا غریبوں کا کعبہ اور صاحب کعبہ اور ہے جو وہاں جا کر سند لاؤں؟ مجھ کو قسم ہے تیرے عزت وجلال کی جب تک چٹھی نہ پاؤں گا کعبہ سے باہر نہ جاؤں گا اور روتے روتے یہیں مر جاؤں گا اچانک غیب سے آواز آئی کہ اے زید! نجات کی چٹھی لے اور جا اپنی راہ لے پھر یہ چٹھی میرے ہاتھ میں آ گئی جس کو لے کر میں چلا آیا یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اللہ! اللہ! اس شخص کا یہ عالی مرتبہ ہے جس سے میں آج تک واقف نہ تھا پھر عزت واکرام کے ساتھ میں اس کو اپنے ہمراہ بصرہ لے آیا اور وہ چٹھی نہایت احترام وتعظیم کے ساتھ معطر ومعنبر کر کے صندوق میں بند کر دی جب کبھی جی چاہتا تو کمال ادب واحترام سے نکال کر اس کی زیارت کر لیتا چومتا اور آنکھوں سے لگاتا تھا اور پھر محفوظ کر دیتا اتفاقاً میں کہیں سفر میں تھا کہ میرے پیچھے زید کا وصال ہو گیا جب میں واپس آیا تو اس خبر سے میرے رنج وقلق کی انتہا نہ رہی کہ افسوس! میں ایسے ولی کی تجہیز وتکفین میں بھی شریک نہ ہو سکا پھر اچانک مجھ کو وہ چٹھی

یاد آئی جو میرے بکس میں محفوظ تھی اب تو میں اور بھی بے تاب ہو گیا اور اپنے اوپر افسوس کرنے لگا کہ سفر کو جاتے وقت میں نے وہ چٹھی زید کو کیوں نہ دی پھر اپنا مہر شدہ صندوق منگا کر دیکھا جو اسی طرح با مہر بند تھا جب میں نے کھولا تو اس میں چٹھی نہ پائی اب تو میرے غم والم کا کچھ ٹھکانہ نہ رہا اور ایک حشر کا عالم برپا ہو گیا زار و قطار رونے لگا اور روتے روتے سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ طرح طرح کی سجی ہوئی جنت میں زید سر پر ایک تاج رکھے ہوئے زرق برق لباس میں تخت جواہر پر جلوہ افروز ہے اور اس کے چاروں طرف حوروں کے جمگھٹے ہیں میں نے قریب جا کر سلام کیا تو اس نے کہا: اے آقا! اس قدر پریشان کیوں ہو؟ میں نے کہا مجھے یاد نہیں وہ چٹھی تو نے مجھے دے دی تھی، کہنے لگا: وہ تو یہ موجود ہے اور اس کی بدولت یہ دولت و حشمت مجھ کو حاصل ہوئی اب آپ کچھ تردد نہ کیجئے میں اپنی من مانی مراد کو پہنچ گیا۔ (بحوالہ حکایات الصالحین)

حاصل ...... سبحان اللہ! جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سب مرادیں پوری کر دیتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر ۱۸

حضرت شیخ ابو عبد اللہ اندلسیؒ کا عبرت ناک و سبق آموز واقعہ

حضرت ابو عبد اللہ اندلسیؒ بہت بڑے بزرگ، زاہد، عابد اور عارف باللہ کے علاوہ حدیث و تفسیر، میں بھی ایک مایہ ناز جلیل القدر امام اور مفسر محدث تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار (۳۰۰۰۰) حدیثیں حفظ یاد تھیں، اور قرآن مجید کو تمام روایات میں (قرات سبعہ عشرہ) پڑھتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا آپ کے تلامذہ اور مریدین کی

جماعت میں سے بہت سے تلامذہ اور مریدین بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے جن میں حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ بھی تھے، حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ ہمارا قافلہ خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے نہایت امن وامان اور آرام سکون اور اطمینان کے ساتھ منزل بمنزل مقصود کی طرف جارہا تھا، اور آگے بڑھ رہا تھا ہمارا گزر عیسائیوں کی ایک بستی پر ہوا نماز کا وقت ہو چکا تھا، لیکن پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم اب تک نماز ادا نہ کر سکے تھے ہم نے بستی میں پہنچ کر پانی تلاش کیا ہم نے پوری بستی کا چکر لگایا، اس دوران ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے، جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرستوں، نصرانیوں کے راہبان اور پادریوں کا مجمع تھا، کوئی آفتاب کو پوجتا کوئی آگ کی پوجا کرتا تھا اور کوئی صلیب کو اپنا قبلہ حاجات بنائے ہوئے تھا، ہم نے جب یہ دیکھا تو ہم سب کو تعجب ہوا اور ہم ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے آخر ہم گھومتے گھومتے بستی کے کنارہ پر ایک کنویں پر پہنچے جس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی (بھر کر ایک دوسرے کو) پلا رہی تھیں، اتفاق سے شیخ مرشد حضرت ابوعبداللہ اندلسیؒ کی نظر ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو کہ اپنے خداداد حسن وجمال میں سب لڑکیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت زیور اور لباس سے بھی آراستہ تھی، شیخ کی آنکھیں اس کی آنکھوں کے ساتھ چار ہوتے ہی حالت بدلنے لگی اور چہرہ بدلنے لگا اس انتشار طبع کی حالت میں شیخ اس کے پاس موجود لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، یہ کس کی لڑکی ہے؟ لڑکیوں نے جواب دیا کہ یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے شیخ نے کہا پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنویں سے خود ہی پانی بھرتی ہے، کیا اس کا باپ اس کے لئے کوئی نوکر نہیں رکھ سکتا؟ جو اس لڑکی کی خدمت کرے۔ لڑکیوں نے کہا! کیوں نہیں، مگر اس کا باپ ایک نہایت عقیل اور سمجھدار آدمی ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ لڑکی اپنے باپ کے مال

ومتاع، خشم وخدم پر تکبر کرتے ہوئے کہیں اپنے فطری اخلاق خراب نہ کر بیٹھے اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے، اور پورے تین دن اسی طرح گزر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے بات وغیرہ کرتے ہیں اسی حالت میں تین دن گزر گئے، البتہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو نماز ادا کرتے تھے، مریدین اور تلامذہ کی کثیر تعداد شیخ کے ساتھ تھی، لیکن سب سخت پریشانی میں تھے کوئی تدبیر نظر نہیں آتی تھی، حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن یہ حالت دیکھ کر میں نے آگے قدم بڑھایا تعجب اور پریشان حال میں کہا کہ کچھ تو فرمائیں کیا وجہ ہے؟ شیخ نے (قوم کی طرف متوجہ ہوکر) فرمایا میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپا سکوں گا، پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب ہو چکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے اب یہ ناممکن ہے کہ میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا اے میرے آقا! آپ اہل عراق کے پیر و مرشد ہیں اور علم و فضل اور زہد و عبادت میں شہرہ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد اس وقت بارہ ہزار ہے،، بہت ہو چکا ہے قرآن مجید کے طفیل سے ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ نے فرمایا! میرے عزیزو! میرا اور تمہارا فیصلہ تقدیر خداوندی ہو چکا ہے، مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور مجھ سے ہدایت کی علامات اٹھالی گئی ہیں، شیخ نے یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا اور فرمایا اے میری قوم! فیصلہ قدرت کی طرف سے ہو چکا ہے اب یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب و غریب واقعہ پر بڑا تعجب ہوا اور ہم نے حسرت سے رونا شروع کر دیا، شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے، یہاں تک کہ

زمین آنسوؤں کے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کی زیارت کے لئے شہر بغداد سے باہر استقبال کے لئے آئے اور لوگ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کو ہمارے درمیان نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا کہ شیخ صاحب کیوں نہیں آئے؟ وہ کہاں ہیں؟ ہم نے سارا واقعہ لوگوں کو بتا دیا، واقعہ سن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کے مریدوں میں سے جماعت کی کثیر تعداد اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالم آخرت کو سدھار گئے، اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلب القلوب! ہمارے شیخ کو ہدایت دے اور پھر اپنے مرتبے پر لوٹا دے۔ شیخ کے جانے کے بعد بغداد کی تمام خانقاہیں بند ہو گئیں، اور ایک سال تک اسی غم و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے، خبر تو لیں کہ کہاں ہیں کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ہماری ایک جماعت نے شیخ کی طرف سفر کیا اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ تو جنگل میں سور چرا رہے ہیں ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ گاؤں والوں نے بتایا کہ شیخ نے سردار کی لڑکی سے منگنی کرنا چاہی تو اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ جنگل میں سور چرایا کرے گا، شیخ نے ہاں کر دی چنانچہ شیخ سور چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔

ہم یہ سن کر حقہ بقہ ہو گئے، اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈ نے لگا، بمشکل ہم اپنے دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جہاں شیخ سور چرا رہے تھے ہم نے دیکھا کہ شیخ پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار باندھی ہوئی ہے اور اس لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس لاٹھی سے وعظ و خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے شیخ کی اس حالت نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنا سر جھکا لیا ہم نے قریب

پہنچ کر "السلام علیکم" کہا، شیخ نے (دبی ہوئی آواز میں) وعلیکم السلام کہا،

حضرت شبلیؒ! اے شیخ اس علم و فضل اور حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے بھی آج آپ کا یہ حال ہے۔

شیخ اندلسیؒ! میرے بھائیو یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا ہی کر دیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا مجھے اپنے دروازے سے دور پھینک دیا اور اس کے فیصلے کو کون ٹال سکتا ہے، اے میرے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر و غضب سے ڈرو اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہوں (اس کے بعد شیخ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا) اے میرے مولیٰ میرا گمان تیرے بارے میں تو ایسا نہ تھا کہ تو مجھے ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازے سے نکال دے گا (اور یہ کہہ کر خدا سے استغاثہ کرنا) اور رونا شروع کر دیا۔

شیخ نے آواز دے کر کہا کہ اے شبلیؒ! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو (حدیث میں ہے السعید من وعظ بغیرہ) یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو نصیحت کرے، حضرت شبلیؒ نے (رونے کی وجہ سے لہراتی ہوئی آواز سے) نہایت دردناک لہجہ میں کہا اے پروردگار ہم تجھ ہی سے طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں ہر کام میں ہم کو تجھ پر ہی بھروسہ ہے ہم سے اس مصیبت کو دور فرما دے اس مصیبت کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنا تڑپنا اور چلانا شروع ہو گئے چنانچہ یہ میدان، میدان حشر کا نمونہ بن گیا، ادھر حضرت شیخ حسرت کے عالم میں زار و قطار رو رہے تھے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا! شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے، اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے۔

شیخ نے فرمایا: اے عزیزو! مجھے قرآن کی دو آیات کے سوا کچھ بھی یاد نہیں رہا، حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ وہ آیتیں کون سی ہیں؟ شیخ نے فرمایا ایک تو یہ ہے ﴿ومن يُّهِنِ الله فماله من مكرم ان الله يفعل مايشاء﴾ ''جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' اور دوسری آیت یہ ہے ﴿ومن يَّتبَدَّلِ الكُفرَ بالايمان فقد ضلَّ سواءَ السَّبيل﴾ ''جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔''

حضرت شبلیؒ نے فرمایا: اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں بمع اسناد کے زبانی یاد تھیں اب بھی ان میں سے کوئی ایک حدیث یاد ہے؟

شیخ نے فرمایا ہاں ایک حدیث یاد ہے اور وہ یہ ہے ﴿من بدَّلَ دينَهٗ فاقتُلُوه﴾ ''جو شخص اپنا دین اسلام بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو۔''

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ کا یہ حال دیکھ کر بعد حسرت وغم کے شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کی طرف کا قصد کیا، ابھی ہم تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور با آواز بلند شہادتیں ﴿أشهدُ ان لااله الاالله واشهدان محمداً رسول الله﴾ پڑھتے جا رہے تھے، اس وقت ہماری خوشی کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کو مصیبت سے پہلے ہماری مصیبت اور حسرت وغم کا اندازہ ہو۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ نے (قریب پہنچ کر) مجھے کہا پاک کپڑے دو، اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی اور ہم منتظر رہے کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سنیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس خدائے قدیر وعلیم کا ہزار بار شکر گزار ہیں جس نے آپ کو ہم سے جدا کر کے پھر ملایا اور ہماری جماعت کی رونق بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمادی آپ ذرا بیان تو فرمائیں کہ شدید انکار کے باوجود پھر آپ کا آنا کیسا ہوا؟

شیخ فرماتے ہیں: میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے تو میں نے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اللہ سے دعا کی کہ خداوندا مجھے اس مصیبت سے نجات دے میں تیرا خطا کار بندہ ہوں، خدا تعالیٰ نے میری آواز سن لی، میرے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کیا آپ کے اس آزمائش کا کوئی سبب تھا؟

حضرت شیخ نے فرمایا: ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحدین اور یہ کمبخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز آئی کہ یہ ایمان وتوحید جو کچھ بھی تمہارا ذاتی کمال نہیں یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کہ ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو کہ درحقیقت ایمان تھا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا سب مریدین شیخ کی زیارت اور ان کے دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے تھے خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے، بادشاہ وقت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ ہدایہ پیش کیئے، شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں مشغول ہو گئے اور وہی حدیث وتفسیر وعظ وتذکیر تعلیم وتربیت کا دور شروع ہو گیا، خداوند عالم نے شیخ کو بھلایا ہوا

علم پھر عطا فرما دیا بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم و فن میں ترقی تھی تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار ہوگئی اور اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں دروازے پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا مقصود ہے؟ آنے والے نے کہا! اپنے شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو آپ فلاں گاؤں میں چھوڑ کر آئے تھے آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے سچ ہے جب کوئی خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو سارا جہاں اس کا ہو جاتا ہے اور جو اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے تو ہر چیز اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں شیخ کے پاس گیا واقعہ بیان کیا حضرت شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے، اور خوف سے کانپنے لگے، اس کے بعد اس لڑکی کو اندر آنے کی اجازت دی گئی، لڑکی شیخ کو دیکھتے ہیں زار و قطار رونے لگی، شدتِ غم دم لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ یہ کچھ کلام کرے۔

شیخ نے (لڑکی سے مخاطب ہو کر) فرمایا تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا، لڑکی نے کہا: اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد تک پہنچی تھی اس کو میرا دل ہی جانتا ہے، نہ بھوک رہی نہ پیاس نیند تو کہاں آتی میں رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی تھی اور اس وقت مجھ پر نیند غالب آ گئی اسی حالت میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کی اتباع کر اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔

لڑکی کہتی ہے کہ میں نے (اسی عالم خواب میں اس شخص کو مخاطب ہو کر) کہا شیخ کا دین کیا ہے؟ تو اس شخص نے بتایا کہ اس کا دین دین اسلام ہے میں نے کہا اسلام کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے برحق رسول اور پیغمبر ہیں، میں نے کہا تو ٹھیک ہے میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟ اس شخص نے کہا ذرا آنکھیں بند کرلو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو، لڑکی نے کہا ٹھیک ہے یہ کہا اور میں کھڑی ہوگئی اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دیدیا وہ شخص میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر بولے بس کھول دو چنانچہ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پر پایا، اب میں پریشان ہوگئی اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی اس شخص نے حجرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے وہیں چلی جاؤ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی (حضرت خضر علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے، میں اس شخص کے اشارے کے موافق، یہاں پہنچ گئی اور اب آپ کے خدمت کے لئے حاضر ہوں مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ ابو عبداللہ اندلسیؒ نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے اپنے پڑوس کے ایک حجر میں ٹھہرالیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو، لڑکی عبادت میں مشغول ہوگئی اور زہد و عبادت میں اپنے شریک کثیر لوگوں سے سبقت لے گئی، دن بھر روزہ رکھتی اور رات بھر اپنے مالک و خالق بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی، محنت سے بدن ڈھل گیا، ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا آخر اسی میں مریض ہوگئی اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آنے لگا اور اب اس کا سفر آخرت آن پہنچا اس کے دل میں اس کے سوا کوئی حسرت باقی نہیں رہی کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے

اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لی جائیں، کیونکہ جس وقت سے اس حجرے میں مقیم ہوئی تھی اسی وقت سے نہ شیخ نے اس کو دیکھا اور نہ ہی شیخ کی زیارت ہو سکی جس سے آپ چند گھڑی کے مہمان کی حسرت وغم کا اندازہ کر سکتے ہیں آخر شیخ کو بلوا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس آ کر شیخ کی زیارت ہو جائے۔

شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے جہاں وہ لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی زیارت کے لئے ترس رہی تھی مگر آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھی دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں لیکن اس لڑکی کی زبان بے زبان یہ کہہ رہی تھی۔

دمِ آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
سدا پھر دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر شیخ صاحب آئے تو لڑکی نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

شیخ نے (شفقت آمیز آواز سے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا) تم گھبراؤ نہیں انشاء اللہ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے۔

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہو کر خاموش ہوگئی اور اب یہ خاموشی اور مُہر سکوت صبح قیامت سے پہلے نہ ٹوٹے گی اس خاموشی پر کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیر باد کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ اس لڑکی کی وفات پر غمزدہ ہوئے مگر شیخ کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں چند ہی روز کے بعد شیخ صاحب اس عالم فانی سے رخصت ہوئے، کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پر فضا باغ میں مقیم ہیں، اور ستر (۷۰) حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے جن میں پہلی وہ عورت ہے جس کے ساتھ دنیا میں نکاح ہوا وہ عورت یہی لڑکی تھی اور اب وہ دونوں

ابدالآباد جنت کی بیش قیمتی نعمتوں میں خوش وخرم ہیں۔

"ذالک فضل اللہ یُؤتیہِ مَن یشآءُ واللہ ذُوالفضلِ العظیم."

(اکابر کا سلوک واحسان از صوفی اقبال صاحب ماخوذ از آپ بیتی)

حاصل......معلوم ہوا کہ بیشک یہ تکبر ایسی بری بلا ہے کہ شیخ المشائخ تک کو بھی کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا اللہ تعالیٰ ہی محض اپنے فضل وکرم سے اس معصیت سے بچائے۔ آمین۔ اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......١٩

ایک مجاہد نوجوان کا حیرت انگیز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو ابوقدامہ شامی کے نام سے معروف ومشہور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں جہاد کی محبت خوب ڈال رکھی تھی چنانچہ وہ اکثر وبیشتر رومیوں سے لڑنے اور جہاد کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ واقعات جہاد میں سے جو سب سے تعجب انگیز واقعہ آپ نے دیکھا ہو وہ ہمیں سنا دیجئے۔ شیخ ابوقدامہ نے فرمایا کہ سنو!

میرا ایک دفعہ "رقہ" جانا ہوا تا کہ کوئی اونٹ خرید لوں جو ہمارے اسلحہ کے اٹھانے اور لے جانے کے کام آئے۔ چنانچہ میں ایک دن دریائے فرات کے قریب رقہ نامی اس شہر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے ابوقدامہ میں نے آپ کے متعلق سنا ہے کہ آپ جہاد پر وعظ کہتے ہیں اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہیں، میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اللہ نے مجھے لمبے لمبے

بالوں سے نوازا ہے میں نے اپنے اکھڑے ہوئے بالوں سے ایک رسی بٹ لی ہے اوراس پر میں نے مٹی مل لی ہے تا کہ بالوں کی بے پردگی نہ ہوآپ اس رسی کو لیجئے اور جب دشمن کی سرزمین پر پہنچ جائیں اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے۔ تلواریں ٹکرانے لگیں، تیر پھینکے جانے لگیں اور نیزے سانپوں کی طرح باہر نکل آئیں تو آپ اس رسی کو اپنے جہادی گھوڑے کے گلے میں ڈال دیں اوراس سے جہاد کریں اگر آپ کو خود ضرورت نہ پڑے تو کسی ضرورت مند مجاہد کو دیجئے میں اس عمل سے یہ چاہتی ہوں کہ میدان جہاد کا گرد وغبار میرے بالوں کو لگ جائے۔

میں ایک بیوہ عورت ہوں میرے شوہر جہاد میں شہید ہو چکے ہیں اور میرا کنبہ جہاد میں شہید ہو گیا ہے اگر مجھ پر جہاد فرض ہوتا تو میں خود چلی جاتی لہٰذا میری جگہ آپ میرے ان بالوں کو جہاد میں استعمال کریں۔ پھر اس عورت نے کہا اے ابوقدامہ یہ بات بھی سن لو کہ جب میرا شوہر شہید ہو گیا تھا تو اس نے اپنے پیچھے ایک خوبصورت لڑکا چھوڑا تھا اس لڑکے نے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے اور جہادی ٹریننگ کر کے گھڑ سواری میں خوب مہارت حاصل کر لی ہے، نیز وہ تیراندازی میں غضب کا ماہر ہے وہ رات بھر تہجد پڑھتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے اس وقت وہ خوب جوان ہے اوراس کی عمر پندرہ سال ہے آج کل وہ اپنی زمینوں میں کام کیلئے گیا ہوا ہے جب وہ واپس آجائے گا اور آپ یہاں موجود ہونگے تو میں اس جوان سال بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد میں اللہ کی رضا کیلئے بطور ''قربانی'' پیش کرونگی میں آپ کو دین اسلام کی عزت وعظمت کا واسطہ دیتی ہو کہ آپ مجھے اس ثواب سے محروم نہ کیجئے گا۔

میں نے اس عورت سے وہ بٹی ہوئی رسی لے لی تو دیکھا کہ وہ اس کے سر کے بالوں سے بنی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے سامنے اس رسی کو اپنے

سامان میں محفوظ کر کے رکھیں تا کہ مجھے تسلی ہو جائے۔

میں نے رسی کو محفوظ کر کے رکھا اور "رقہ" سے اپنے ساتھیوں سمیت نکلنے لگا۔

جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک شہسوار کی چیخنے کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا اے ابوقدامہ خدا کیلئے ذرا رک جائیے۔ ہم رک گئے جب ہم نے دیکھا تو ایک شہسوار گھوڑے کو کداتا ہوا آ رہا ہے۔ آتے ہی اس نے مجھ سے معانقہ کیا اور پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آپ کی رفاقت سے محروم نہیں کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ پیارے بیٹے! آپ ذرا چہرہ دکھا دیجئے تا کہ میں دیکھوں اگر آپ پر جہاد لازم اور فرض ہو تو میں آپ کو اجازت دیدوں گا ورنہ میں آپ کو واپس کر دوں گا۔ جب اس نے چہرہ ظاہر کیا تو چودھویں کے چاند کی طرح ایک خوبصورت ناز پروردہ نوعمر جوان تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بیٹے! آپ کا والد زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں وہ شہید ہو چکے ہیں اور اسی کا بدلہ لینے کیلئے جا رہا ہوں۔ شاید کہ اللہ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ میں نے کہا کیا آپ کی والدہ ہے؟ تو کہنے لگے ہاں والدہ حیات ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ جا کر اپنی والدہ سے اجازت لے لو اگر اس نے اجازت دے دی تو ٹھیک ورنہ آپ ان کے پاس ہی رہو کیونکہ جنت ماں کے پاؤں تلے ہے۔ اس نوجوان نے کہا اے ابوقدامہ! کیا آپ مجھے نہیں جانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا کہ میں تو اسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے آپ کے پاس سر کے بال کی رسی رکھی ہے آپ اتنی جلدی بھول گئے؟

میں انشاء اللہ شہید ابن شہید بنوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ساتھ جہاد میں جانے سے نہ روکیں۔ میں کتاب اللہ کا حافظ ہوں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ہوں۔ میں

تیراندازی اور گھڑ سواری کا اتنا ماہر ہوں کہ میرے علاقے میں میرے جیسا کوئی نہیں۔لہٰذا آپ مجھے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز نہ کریں۔میری والدہ نے مجھے قسم کھلائی ہے کہ میں زندہ واپس نہ لوٹ آؤں۔والدہ نے فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے! جب کفار سے مڈھ بھیڑ ہو تو تم پشت نہ دکھانا۔اللہ کے راستے میں اپنی جان اللہ کے حوالے کر دینا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے پڑوس اور پھر اپنے والد کے پڑوس کی دعا مانگنا۔

جب اللہ تعالیٰ نے تم کو شہادت نصیب کی تو تم میری شفاعت بھی کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید اپنے خاندان کے ستر آدمیوں کی شفاعت کریگا یہ کہہ کر امی جان نے مجھے سینہ سے لگالیا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اس طرح دعا مانگی اے میرے مولا! اے میرے آقا! یہ میرا بیٹا ہے۔میرے دل کا پھل اور میرے جسم کا پھول ہے میں نے اس کو تیری خدمت میں پیش کر دیا ہے اس کو قبول فرمالیجئے۔

شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس لڑکے کی یہ گفتگو سنی تو میں بہت رویا خاص کر اس وجہ سے کہ یہ نوعمر اور نہایت خوبصورت نوجوان تھا اور اس وجہ سے بھی کہ اس کی والدہ کے دل پر کیا گزرے گی اور اس کے صبر پر بھی رویا۔اس لڑکے نے کہا اے چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اگر میری صغرسنی پر رو رہے ہیں تو یاد رکھیئے کہ مجھ سے چھوٹوں کو بھی اللہ تعالیٰ نافرمانی پر عذاب دیتا ہے۔میں نے کہا کہ تیری والدہ کی وجہ سے رونا آتا ہے وہ بیچاری تیرے بعد کیا کریگی۔

خیر! ہم آگے بڑھتے چلے گئے رات کو سفر مکمل ہوا اور صبح روشن ہوگئی، لڑکا مسلسل اللہ کے ذکر میں لگا ہوا تھا میں نے جب غور سے دیکھا تو یہ لڑکا سب سے زیادہ گھڑ سواری میں ماہر تھا اور سب سے زیادہ خدمت گزار بھی تھا جتنا ہم دشمن کے قریب ہوتے جاتے یہ لڑکا اتنا ہی چست بنتا جاتا تھا دوسرے روز دن بھر سفر ہوا اور غروب

آفتاب کے وقت ہم کفار کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ہم نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا ہم سب روزے سے تھے۔ چنانچہ اس نوجوان لڑکے نے ہماری افطاری کا انتظام کیا وہ افطاری کی تیاری میں لگا ہوا تھا کہ نیند اس پر غالب آئی اور وہ سو گیا۔ سوتے میں ہم نے دیکھا کہ وہ نوجوان مسکرا رہا ہے میں نے ساتھیوں سے کہا کہ بھائیو! ذرا دیکھو یہ نوجوان کیسے مسکرا رہا ہے۔ جب لڑکا نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ پیارے بیٹے! ہم نے آپ کو ابھی ابھی ہنستے ہوئے دیکھا ہے ذرا بتایئے۔ کیا وجہ تھی تم نیند کی حالت میں کیسے ہنس رہے تھے؟

نوجوان نے کہا کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا اس کی وجہ سے میں ہنسنے لگا تھا۔ خواب یہ کہ گویا میں ایک سرسبز و شاداب پرکشش باغیچہ میں ہوں۔ میں اس میں گھوم رہا تھا اور لطف اٹھا رہا تھا اچانک میں نے وہاں ایک عالیشان محل دیکھا جو چاندی جواہرات اور موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے دروازے سونے کے تھے اور اس پر سلیقے سے پردے آویزاں تھے اچانک ان پردوں کو کچھ لڑکیوں نے دروازے سے ہٹایا وہ لڑکیاں چاند کی طرح چمک رہی تھیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو سب نے خوش آمدید کہا میں نے خواب میں ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ کہنے لگی کہ جلدی نہ کیجئے ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ میں نے سنا کہ وہ آپس میں کہہ رہی تھیں کہ یہ نوجوان ''مرضیہ'' کا شوہر ہے۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ آپ پر اللہ رحم کرے ذرا آگے بڑھیئے۔ میں کچھ آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس محل میں ایک کمرہ ہے جو سب سے بلندی پر ہے اور خالص سونے کا بنا ہوا ہے جس میں زبرجد کا بنا ہوا ایک سبز پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس کے پائے سفید اور چمک دار چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک ایسی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس کا چہرہ آفتاب عالمتاب کی طرح چمک رہا تھا اگر اللہ میری نگاہوں کی حفاظت نہ کرتا تو میری نگاہیں چلی جاتی

اور میری عقل سلب ہو جاتی۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہا مرحبا مرحبا! آیئے آیئے! خوش آمدید! خوش آمدید۔

اے اللہ کے محبوب! آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کے لئے ہوں، میں اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ کہنے لگی کہ نہیں نہیں ابھی وقت نہیں آیا۔ ہاں کل ظہر کے وقت کا وعدہ ہے۔ مبارک ہو، مبارک ہو۔

شیخ ابو قدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے سے کہا کہ آپ نے کیا اچھا خواب دیکھا ہے۔ رات بھر ہم اس نوجوان کے اس خواب پر تعجب کر رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان کارزار کیلئے تیار ہوئے۔ اتنے میں کسی پکارنے والے نے پکارا۔

یاخیل اللہ ارکبی وفی الجنۃ ارغبی انفروا خفافا وثقالا.

اے اللہ تعالیٰ کے شہسوار و اور اس کے دین کے مددگارو! سوار ہو کر چلو اور جنت کی طرف بڑھو تم ہلکے ہو یا بوجھل جلدی نکلو، جونہی یہ آواز ختم ہوئی تو لشکر کفار نمودار ہوا۔ اللہ اس کو ذلیل کرے وہ تو ٹڈی دل لشکر تھا جو چاروں طرف پھیل چکا تھا۔

ہم میں سب سے پہلے اس نوجوان نے لشکر کفار پر ایسا حملہ کیا کہ ان میں اندر تک گھستا چلا گیا اس نے کفار کے جمگھٹے کو تتر بتر کر دیا اور بیچ میں جا کر لشکر کفار کو تہس نہس کر دیا کئی بہادروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتارا اور کئی کفار کو زمین پر پچھاڑ دیا۔

میں نے جب اس لڑکے کے اس طرح تابڑ توڑ حملوں کو دیکھا تو میں اس کے پاس گیا اور اس کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ کر کہا اے پیارے بیٹے! اب تم واپس ہو جاؤ تم نوعمر ہو جنگی چالوں کا زیادہ تجربہ بھی نہیں، اس نے کہا اے چچا جان! کیا

آپ نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی؟

"یاایھا الذین امنوا اذالقیتم الذین کفروا زَحفاً فلاتولّوھُمُ الادبار".

اے چچا جان کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ پیچھے مڑ کر جہنم کا حقدار بنوں؟

ہم اسی گفتگو میں تھے کہ اچانک کفار نے ہم پر یک بارگی حملہ کردیا یہ حملہ اس طرح سخت تھا کہ ہر آدمی اپنی اپنی فکر میں مشغول ہوگیا اس دوران لڑکے اور میرے درمیان بھی کفار حائل ہوگئے اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ اس حملہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد شہید ہوگئی جب جنگ رک گئی تو نہ زخمیوں کا حساب لگایا جاسکتا تھا اور نہ شہیدوں کا کوئی حساب تھا میں اپنے گھوڑے سمیت شہداء کی لاشوں میں گھومنے لگا ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں اور سیلاب کی طرح خون بہہ رہا تھا۔ شہداء کے چہرے خون اور غبار کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ میں گھوم ہی رہا تھا کہ اچانک ایک کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا جو گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچلا پڑا تھا اور اس کے چہرے اور جسم پر غبار لگا ہوا تھا اور وہ اپنے آخری سانس میں یہ کہہ رہا تھا۔ "اے مسلمانو! خدا کیلئے میرے پاس میرے چچا ابوقدامہ کو بھیج دو"۔

میں نے جب اس کی آواز سنی تو اس کے قریب آیا دیکھا تو وہ اپنے خون کے حوض میں الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ کثرت خون اور کثرت غبار اور گھوڑوں کے کچلے جانے کی وجہ سے میں اس کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا ہاں میں ابوقدامہ ہوں، اس پر لڑکے نے کہا کہ چچا جان رب کعبہ کی قسم! خواب کی تعبیر سچی نکلی۔ میں اس کے چہرے پر جھک گیا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کے چہرے سے مٹی اور خون اپنی چادر سے صاف کرنے لگا اور کہا کہ اے پیارے بیٹے! مجھے اپنی شفاعت میں قیامت کے روز نہ بھولنا۔ نوجوان نے کہا کہ آپ جیسے محسن کو بھلایا نہیں

جا سکتا، آپ اپنی چادر سے میرے خون کو کیوں پونچھتے ہیں؟ میرا اپنا کپڑا زیادہ مناسب ہے کہ اس سے میرا خون پونچھا جائے پھر اس نوجوان نے کہا کہ اے چچا جان! یہ خون چھوڑ دیجئے کہ میں اپنے رب کے ساتھ اسی خون میں ملاقات کروں گا، خواب میں جس کو میں نے دیکھا تھا وہ سامنے کھڑی ہے اور میری روح نکلنے کے انتظار میں ہے اور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں مشتاقِ دیدار ہوں جلدی سے میرے پاس آجایئے۔

اے چچا جان! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سالم واپس لوٹا دیا تو آپ میرے یہ خون آلودہ کپڑے میری مسکین اور غمگین والدہ تک پہنچا دیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کی وصیت کو پورا کر دیا ہے اور مشرکین کے مقابلے میں کسی بزدلی سے کام نہیں لیا۔ آپ ان کو میرا اسلام پہنچا دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کو قبول کر لیا، اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے جس کی عمر دس سال ہے میں جب بھی گھر سے باہر جاتا تو وہ مجھے رخصت کرتی اور جب بھی گھر پر آتا تو وہ سب سے پہلے مجھے ملتی اور سلام کرتی، اس دفعہ جب میں آرہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا کہ بھائی جان! جلدی واپس آیئے گا دیر نہ کیجئے گا، میری اس بہن سے جب آپ کی ملاقات ہو جائے تو اس سے میرا سلام کہیے گا اور پھر یہ کہنا کہ آپ کا بھائی جان کہتا ہے کہ "خدا حافظ قیامت میں ملاقات ہوگی" یہ کہہ کر اس نوجوان نے کلمہ شہادت پڑھا اور جان جان آفرین رب العالمین کے حوالہ کر دی۔ ہم نے اس کو ان ہی کپڑوں میں دفنا دیا اور واپس ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔

القصہ جب ہم اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس "رقہ" پہنچے تو میں اس نوجوان کے گھر گیا دیکھا تو اسی نوجوان کی طرح اسکی خوبصورت ننھی منی معصوم بہن دروازہ

پر کھڑی ہے اور غزوہ سے واپس لوٹنے والوں سے پوچھ رہی ہے کہ میرے بھائی کو آپ لوگوں نے نہیں دیکھا۔لوگ جواب دیتے کہ ہم ان کو نہیں جانتے ہیں۔جب میں اس بچی کی طرف بڑھا تو کہنے لگی کہ چچا جان! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں جہاد سے لوٹ کر آیا ہوں وہ کہنے لگی کہ میرا بھائی لوٹ کر نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ چیخ اٹھی اور کہا کہ سب لوگ آگئے میرا پیارا بھائی کیوں نہیں آیا، میں نے اس بچی کے رونے کو قابو کیا اور اس بچی سے کہا کہ اپنی امی جان کو جا کر کہہ دو دروازہ پر ابوقدامہ آیا ہے ان سے بات کرو، میری اس گفتگو کو اس خاتون نے سن لیا تو وہ فوراً باہر آئی اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔میں نے ان کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا۔اے ابوقدامہ! یہ بتایئے کہ آپ خوشخبری لیکر ہمارے پاس آئے ہیں یا غم کی خبر لے کر آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ پہلے خوشخبری اور غم کی خبر کی وضاحت کریں تو اس نے کہا اگر میرا بیٹا صحیح سالم واپس آگیا ہے تو یہ غم کی خبر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو شہادت سے نوازا ہے تو یہ خوشی کی خبر ہوگی۔میں نے کہا مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیرا ہدیہ اور قربانی کو قبول کر لیا ہے اور تیرا بیٹا شہید ہو چکا ہے۔کہنے لگی کیا اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر لیا؟ میں نے کہا ہاں قبول کر لیا۔کہنے لگی شکر الحمدللہ! یہ میرا آخرت کا سرمایہ بن گیا۔

پھر میں نے اس نوجوان کا پیغام اس کی بہن تک پہنچایا کہ سلامت رہو بہن، خدا حافظ قیامت میں ملاقات ہوگی،لڑکی نے جب یہ پیغام سنا تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی، میں نے جب اس کو ہلایا تو وہ مر چکی تھی میں نے لڑکے کے خون آلود کپڑے اس کی والدہ کے حوالہ کئے اور زخمی زخمی دل اس گھر سے واپس لوٹ آیا مجھے اس عورت کے صبر پر اب تک تعجب ہو رہا ہے۔ (بحوالہ دعوت جہاد)

حاصل...... جب انسان اپنے اللہ سے لو لگا لیتا ہے تو اسے دنیا کی رعنائیاں،

دلچسپیاں سب ہیچ معلوم ہوتی ہیں، اور اس کی نظر میں صرف آخرت ہی رہ جاتی ہے، چنانچہ اس واقعہ سے ہمیں بھی یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی شہادت کی تمنا رکھیں اور دنیا کی محبت میں مستغرق ہونے کے بجائے آخرت کی محبت کو سامنے رکھیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق اور سمجھ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۲۰

حضرت رابعہ بصریہؒ کا واقعہ

حضرت رابعہ بصریہ مخدومہ پردہ نشین سوختہ عشق واشتیاق شیفتہ قرب واختراق تھیں آپ شب وروز عبادت میں رہتی تھیں۔ آپ کو حج کا شوق ہوا ایک گدھا بہت لاغر ان کے پاس تھا۔ اس پر اسباب لاد کر چلیں، راہ میں گدھا مر گیا۔ دوسرے ہمراہیوں نے ان سے کہا ہم آپ کا اسباب لے چلیں گے۔ آپ نے کہا تم سب جاؤ میں تم لوگوں کے بھروسے پر نہیں آئی ہوں، قافلہ چلا گیا آپ تنہا رہ گئیں۔ آپ نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اے ساری کائنات کے بادشاہ عالم کیا ایک غریب عورت کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے کہ تو نے پہلے مجھے اپنے گھر کی طرف بلایا پھر راہ میں گدھے کو مار ڈالا اور تنہا بیابان میں سراسیمہ کر دیا آپ کی مناجات ختم نہ ہوئی تھی کہ گدھا زندہ ہو گیا آپ نے پھر اس پر اسباب لادا اور مکہ معظمہ کو چلیں۔ حضرت رابعہ قریب مکہ معظمہ کے پہنچیں تو چند دن بیابان میں قیام پزیر ہوئیں اور مناجات کی کہ میرا دل رنجیدہ ہے اور یہ خیال مجھے درپیش ہے کہ میں کہاں جاتی ہوں، میری بنیاد ایک مشتِ خاک ہے اور خانہ کعبہ پتھر کا بنا ہوا مستحکم مکان ہے۔ میری غرض ہے کہ تو ملجائے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا اے رابعہ کیا تو چاہتی ہے کہ تمام عالم تہ وبالا ہو اور

سب کا خون تیرے نامہ اعمال میں لکھا جائے کیا تو نے نہیں سنا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی آرزو کی ہم نے اپنی تجلی کوہِ طور پر ڈالی جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ایک بار آپ پہاڑ پر گئیں۔تمام شکاری جانور آپ کے ارد گرد جمع ہو کر آپ کی طرف دیکھنے لگے۔اتنے میں حضرت حسن بصریؒ بھی وہاں پہنچے۔سب جانوران کو دیکھ کر بھاگ گئے۔حضرت حسن بصریؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ جانور مجھے دیکھ کر کیوں بھاگ گئے اور تمھارے پاس کیوں کھڑے رہے؟ آپ نے پوچھا کہ تم نے آج کیا کھایا ہے؟ کہا میں نے گوشت روٹی کھائی ہے۔آپ نے کہا کہ جب تم نے ان کے بھائیوں کا گوشت کھایا ہے تو وہ تم سے کیوں نہ بھاگیں۔آپ سے حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا کہ تم نے یہ مرتبہ کیونکر پایا؟ آپ نے فرمایا میں نے کل موجودات کو اللہ کی یاد میں گم کر دیا۔حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا تم نے اللہ کو کیونکر جانا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے بے چوں وچرا اللہ کو پہچانا۔ایک بار لوگوں نے آپ سے پوچھا،آپ کہاں سے آئیں ہیں اور کہا جائیں گی؟ اس جہاں سے آئی ہوں اور اسی جہاں میں جاؤں گی۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس جہاں میں کیا کرتی ہیں؟ فرمایا افسوس لوگوں نے سبب پوچھا جواب دیا اس لئے افسوس کرتی ہوں کہ مجھے رزق اُس جہان سے ملتا ہے اور میں کام اس جہان کے کرتی ہوں۔لوگوں نے آپ سے محبت کی کیفیت دریافت کی۔آپ نے فرمایا محبت ازل سے آئی اور ابد سے ہو کر گزری۔محبت نے تمام عالم میں کسی اور کو ایسا نہ پایا کہ اس کا ایک گھونٹ پیتا۔آخر کار محبت واصل الی اللہ ہوئی اور وہاں سے ارشاد ہوا،اللہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ جس اللہ کی عبادت کرتی ہیں اس کو دیکھتی بھی ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو نہ دیکھتی تو اس کی پرستش کیوں کرتی۔آپ ہمیشہ رویا کرتی تھیں۔لوگوں نے رونے کا سبب دریافت

کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی جدائی سے ڈرتی ہوں اس لئے کہ اس کی خوگر ہو گئی ہوں ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت ندا آئے ''تو ہماری درگاہ کے لائق نہیں''۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب گنہگار توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب تک اللہ توبہ کرنے کی توفیق نہیں دیتا کوئی گنہگار توبہ نہیں کر سکتا اور جب اللہ نے توبہ کرنے کی توفیق دی تو توبہ بھی قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا اعضاء سے اللہ کی راہ نہیں ملتی جب تک انسان کا دل بیدار نہ ہو اور جب دل بیدار ہو گیا تو دوستی اعضاء کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یعنی بیدار دل وہ ہے جو حق میں گم ہو جائے اور مدد اعضاء کی اس کو ضرورت نہ ہو اور یہی درجہ فنا فی اللہ کا ہے۔ اے مخاطب خواجہ محمد اسلام عرض گزار ہے کہ دل کو بیدار کرنے کے لئے اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کر کہ اللہ تیرے سامنے آجائے۔ پس یہی وہ مقام ہے کہ قیامت کے روز اللہ کا ذکر کرنے والے ہنستے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ہر وقت اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! آپ نے فرمایا صرف زبان سے استغفار کرنا جھوٹوں کا کام ہے اور اگر خود بینی کے ساتھ ہم توبہ کریں تو دوسری توبہ کی محتاجگی باقی رہ جاتی ہے اور فرمایا کہ ثمرہ معرفت اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور فرمایا کہ پہچان عارف کی یہ ہے کہ اللہ سے پاک صاف دل طلب کرے، جب اللہ اس کو دل دے تو اسے فوراً اللہ کے سپرد کر دے تا کہ اس کے قبضے میں حفاظت سے رہے اور اس کے پردے میں تمام لوگوں سے پوشیدہ رہے۔ حضرت صالح عامریؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی کسی کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے، کبھی نہ کبھی دروازہ اس پر کشادہ ہو ہی جاتا ہے۔ ایک بار حضرت رابعہ بصریؒ بھی وہاں موجود تھیں، یہ سن کر فرمانے لگیں یہ کب تک کہو گے کہ کھلے گا، پہلے یہ بتاؤ کہ بند کب ہے جو آئندہ کھلے گا۔ یہ سن کر حضرت صالحؒ نے آپ کی دانائی کی تعریف کی اور اپنی نادانی پر افسوس کیا۔ ایک بار آپ نے

ایک شخص کو ہائے غم، ہائے غم کہتے دیکھا آپ نے فرمایا ہائے غم، ہائے غم نہ کہہ بلکہ ہائے بے غمی، ہائے بے غمی پکار کیونکہ غم کا خاصہ ہے کہ جس کے پاس یہ ہوتا ہے اس سے سانس تک تو لی نہیں جاتی، بات کرنا تو امر محال ہے۔ایک شخص کو آپ نے سر پر پٹی باندھے دیکھا۔اس سے پوچھا کہ پٹی تو نے کیوں باندھی ہے؟اس نے کہا کہ میرے سر میں درد ہے۔آپ نے پوچھا تیری عمر کیا ہوگی ؟اس نے کہا تیس برس کا ہوں۔آپ نے پوچھا کہ اتنے زمانے تک تو بیمار رہا یا تندرست ؟ اس نے کہا تندرست رہا۔آپ نے فرمایا افسوس ہے تیس برس تک تو تندرست رہا اور اس کے شکریہ میں کبھی تو نے پٹی نہ باندھی اور ایک دن بیماری میں شکایت کی پٹی باندھے ہوئے ہے۔آپ گوشہ نشین تھیں اور بہار کی فصل تھیں، آپ کی خادمہ نے کہا، ذرا باہر تشریف لاکر صانع کی صنعت ملاحظہ فرمایئے کہ اس نے کیا کیا صناعی کی ہے۔آپ نے فرمایا کہ تو بھی گوشہ نشینی اختیار کر، تاکہ خود صانع تجھے دکھائی دے۔میرا کام صانع کا دیکھنا ہے، میں صنعت دیکھ کر کیا کروں گی۔ایک بار آپ نے سات شبانہ روزہ رکھا اور شب کو مطلق استراحت نہ فرمائی۔آٹھویں دن بھوک نے غلبہ کیا اور نفس فریاد کر کے کہنے لگا کہ کب تک آپ مجھ کو رنج اور تکلیف میں رکھیں گی۔اسی وقت ایک شخص آیا اور ایک پیالہ، جس میں کوئی چیز کھانے کی تھی، آپ کو دیا، آپ نے لے کر رکھ لیا اور چراغ جلانے کو اٹھیں، اتنے میں بلی آئی اور اس نے پیالے کو الٹ دیا، آپ نے خیال کیا کہ پانی سے روزہ کھول لوں گی، آبخورے میں پانی بھر کر لائیں تو چراغ گل ہوگیا آپ نے پانی پینے کا ارادہ کیا، آبخورہ ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔آپ نے ایک آہ بھر کر درگاہ رب العزت میں کہا کہ یا اللہ یہ کیا ہے؟ جو تو میرے ساتھ کرتا ہے۔غیبی آواز سنائی دی کہ اے رابعہؒ اگر تم نعمت دنیا کی طالب ہو ہم دینے کو موجود ہیں، لیکن اپنا غم تمہارے دل سے نکال دیں گے، اس لئے کہ ہمارا غم اور نعمت دنیا دونوں کا گزر

ایک دل میں محال ہے۔اے رابعہ " تمہارا بھی ایک مراد ہے اور ہمارا بھی ایک مراد ہے۔لیکن ہماری اور تمہاری، دونوں مرادیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ ندا سن کر آپ نے اپنے دل کو دنیا سے جدا کیا اور امید کو کوتاہ کیا، اس طرح جیسے کوئی مرنے والا نزع کے وقت امید کو ترک کرتا ہے اور دل کو دنیا کی باتوں سے الگ کرتا ہے اور اس قدر دنیا سے الگ ہوگئیں کہ ہر صبح کو دعا فرماتی کہ اے اللہ تو مجھے اپنی طرف مشغول کر لے تاکہ اہل دنیا مجھے اور کسی کام میں مشغول نہ کرسکیں۔آپ ہمیشہ رویا کرتی تھیں۔لوگوں نے کہا بظاہر آپ کو کوئی بیماری معلوم نہیں ہوتی پھر کیا سبب ہے جو آپ اس طرح رویا کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو معلوم نہیں میرے سینے کے اندر ایسی بیماری ہے جس کا علاج کوئی طبیب نہیں کرسکتا اور اس مرض کی دوا وصالِ الٰہی ہے، اسی وجہ سے میں روتی ہوں اور اپنی صورت درد مندوں کی مثل بنائے رکھتی ہوں، شاید قیامت میں اسی ذریعے سے میری آرزو پوری ہوجائے۔چند بزرگ آپ کے پاس آئے۔آپ نے ان سے کہا کہ تم لوگ بیان کرو کہ اللہ کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ایک نے کہا کہ ہم دوزخ کے طبقوں سے ڈرتے ہیں اور اسی پر سے قیامت میں گزرنا ہوگا۔اس کے خوف کی وجہ سے ہم اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔تاکہ دوزخ سے محفوظ رہیں۔دوسرے نے کہا ہم بہشت کی آرزو کی وجہ سے اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ وہ بندہ برا ہے جو اللہ کی پرستش خوف دوزخ یا امید جنت کی وجہ سے کرے۔ان بزرگوں نے کہا کہ آپ کو اللہ سے امید یا خوف نہیں ہے۔آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت فرض عین ہے پھر فرمایا اگر اللہ بہشت اور دوزخ نہ پیدا کرتا تو کیا اس کے بندے اس کی عبادت نہ کرتے اللہ کی پرستش بے واسطہ کرنا چاہیے۔لوگوں نے آپ کی آزمائش کی غرض سے کہا کہ اللہ نے فضائل مردوں کو بہت دیئے ہیں اور مردوں میں انبیاء بھی بہت ہوئے۔کبھی کسی عورت کو

مرتبہ نبوت نہیں ملا۔ آپ کو رتبہ ولایت نہیں مل سکتا پھر بناوٹ کرنے سے کیا فائدہ؟ آپ نے کہا تمہارا قول درست ہے لیکن یہ بتاؤ کہ دنیا میں آج تک کسی عورت نے بھی سوا مردوں کے خدائی کا دعویٰ کیا ہے یا کوئی عورت بھی مخنث ہوئی ہے حالانکہ ہزاروں مرد مخنث ہوئے ہیں۔ ایک بار آپ علیل ہوئیں لوگوں نے علالت کا سبب پوچھا آپ نے کہا میرے دل کو بہشت کی طرف توجہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ مجھ پر خفا ہوا اس کا عتاب میری علالت کا باعث ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت مالک بن دینار اور حضرت شفیق بلخیؒ اور حضرت رابعہ بصریہؒ کے ہاں تھے اور صدق کی بابت آپس میں تذکرہ ہو رہا تھا۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا وہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے جسے اس کا مالک مارے اور وہ صبر نہ کرے۔ حضرت رابعہؒ نے کہا اس قول سے خودی کی بو آتی ہے۔ پھر حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا وہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں جسے اس کا ملک مارے اور وہ شکر نہ کرے۔ حضرت رابعہؒ نے فرمایا اس سے بہتر تعریف صادق کی ہونی چاہئے۔ پھر حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا وہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں جسے اس کا ملک مارے اور وہ اس سے لذت حاصل نہ کرے۔ حضرت رابعہ نے پھر یہی فرمایا کہ اس سے بہتر تعریف صادق کی ہونی چاہیے۔ ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ ہم لوگ اپنے اپنے نزدیک تعریف کر چکے۔ اب آپ بھی کچھ فرمائیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا وہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں جس کو اپنے مولا کا دیدار حاصل ہو اور وہ اپنے زخم کی تکلیف کو بھول نہ جائے۔ خواجہ محمد اسلام عرض گزار ہے کہ کوئی شخص مشاہدہ الٰہی میں اپنے زخم کی تکلیف کو بھول جائے تو ہرگز تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ مصر کی عورتوں نے جمال حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں اور ان کو اس کی تکلیف ذرا بھی معلوم نہ ہوئی۔ شیوخ بصرہ میں سے ایک بزرگ حضرت رابعہؒ کے پاس تشریف

لائے اور بیٹھ کر مذمت دنیا کی کرنے لگے۔حضرت رابعہؒ نے کہا معلوم ہوا کہ تمہیں دنیا سے بہت محبت ہے کیونکہ اگر تمہیں دنیا کی محبت نہ ہوتی تو ہرگز اس کا ذکر نہ کرتے۔قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کو دوست رکھتا ہے اسی کا ذکر کیا کرتا ہے۔آپ شام سے عبادت الٰہی کو کھڑی ہوتی اور صبح کر دیتیں تھیں۔فرمایا ہم اللہ کا شکر کس طرح ادا کریں کہ اس نے ہمیں عبادت کرنے کی توفیق دی پھر فرمایا میں اس کے شکر میں کل روزہ رکھوں گی۔آپ مناجات میں کہتی تھیں اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں بھیجے گا تو میں تیرا ایسا بھید ظاہر کر دوں گی جس کی وجہ سے دوزخ مجھ سے ہزار برس کی راہ پر بھاگ جائے گی اور فرماتیں تو نے دنیا میں جو حصہ میرے لئے مقرر کیا ہے اپنے دشمنوں کو دے دے اور جو حصہ عقبیٰ میں میرے لئے رکھا ہے وہ اپنے دوستوں میں بانٹ دے کیونکہ میرے لئے تو ہی کافی ہے اور فرمایا میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کروں تو تو مجھے دوزخ میں جلا اور اگر جنت کی آرزو کی وجہ سے عبادت کروں تو جنت مجھ پر حرام کر اور اگر تجھ کو تجھ سے چاہوں تو اپنا جمال مجھے نصیب کر اور فرمایا اللہ اگر مجھے دوزخ میں بھیجے گا میں فریاد کروں گی کہ میں نے تجھے دوست رکھا ،دوست دوست کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کرتے۔غیب سے آواز آئی اے رابعہؒ تو ہم سے بدگمان نہ ہو،ہم تجھے اپنے دوستوں کے قرب میں جگہ دیں گے تا کہ تو ہم سے بات کر سکے۔اور فرمایا اللہ میرا کام اور میری آرزو دنیا میں تیری یاد ہے اور آخرت میں تیرا دیدار آگے تو مالک ہے جو چاہے کر۔ایک شب کو عبادت کرتے وقت آپ نے فرمایا اے اللہ یا میرے دل کو حاضر کر یا میری بے دلی کی عبادت کو قبول کر لے۔جب آپکی وفات کا زمانہ قریب ہوا جو مشائخ آپ کے قریب تھے ان سے آپ نے فرمایا تم لوگ اٹھ جاؤ اور فرشتوں کے واسطے جگہ خالی کر دو سب باہر چلے آئے اور دروازہ بند کر دیا ایک آواز سب لوگوں نے سنی وہ آواز یہ تھی ''اے نفس مطمئنہ! اپنے

پروردگار کی طرف رجوع کر۔'' اس کے بعد دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ لوگ اندر گئے دیکھا کہ آپ کا وصال حق ہو چکا ہے۔ آپ نے اس دنیائے بے بقا سے کوچ فرمایا۔ کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا پوچھا منکر نکیر سے کیا معاملہ ہوا؟ آپ نے جواب دیا: جب منکرین آئے اور مجھ سے انہوں نے پوچھا تیرا رب کون ہے؟ میں نے کہا کہ پلٹ جاؤ اور اللہ سے کہو کہ جب تو نے ایک خاتون عورت کو باوجود اس کے کہ تجھے تمام مخلوق کا خیال تھا کبھی فراموش نہ کیا پھر وہ کیونکر تجھے بھول جاتی۔ حالانکہ دنیا میں بھی اسے تیرے سوا کسی سے علاقہ نہ تھا تو کیوں فرشتوں کے ذریعے اس سے سوال کرتا ہے۔ اللہ رب العزت کی رحمتیں ہوں آپ پر ستاروں کی تعداد کے بقدر، ریت کے ذروں کے برابر، پانی کے قطروں کے برابر، درختوں کے پتوں کے برابر اور ان بہنوں پر جو آپؒ کی راہ اختیار کریں اور سلام ہو آپ پر مسلمان بہنوں اور بھائیوں کی طرف سے، قیامت تک آنے والوں کی طرف سے۔ آمین۔ (بحوالہ تذکرہ رابعہ بصریہؒ)

حاصل...... بیشک اللہ کے عشق کی شان ہی نرالی ہے، زہے نصیب کہ جسے یہ اللہ کا حقیقی عشق نصیب ہو جائے یقیناً وہ دنیا میں ہی جنت کا سا سکون حاصل کرتا ہے، حضرت رابعہ بصریہؒ کی زندگی آج کی ہماری خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اللہ سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۲۱

ایک عالم دین کی درد بھری داستان

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم حج کرنے گئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں

نے دیکھا کہ بیت اللہ میں ایک مولوی صاحب روزانہ قرآن پاک کی ان آیات کی تشریح کیا کرتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ: ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بوڑھے ہوکر رہیں، تو انہیں کسی موقعہ پر بھی اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام اور ادب کے ساتھ بات کرو۔ نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہو اور دعا کیا کرو کہ: اے پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ بچپن میں مجھے پالا تھا۔" (سورۃ بنی اسرائیل، پارہ نمبر ۱۵)

اور بعض وقت بیان کرتے کرتے ان کی آواز لرزنے، کانپنے لگتی اور الفاظ رک رک کر زبان سے نکلتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگتیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا تو وہ بھی میری طرح سب حیرت زدہ ہیں کہ آخر ان آیات قرآنی کی تشریح میں مولوی صاحب پر اس قدر گریہ وزاری کیوں طاری ہو جاتی؟ اس کی ان سے ضرور وجہ دریافت کرنی چاہیئے تا کہ ہمیں بھی کچھ نصیحت حاصل ہو۔ لہٰذا جب وعظ ختم ہو چکا تو ہم نے ان کو چائے پینے کے لئے کہا۔ ہمارے زیادہ اصرار کرنے سے مولولی صاحب مان گئے۔ ہم حرم شریف سے باہر نکل کر ایک ہوٹل میں چائے پینے بیٹھ گئے۔ حج کے دنوں میں حرم شریف کے آس پاس جتنے ہوٹل ہوتے ہیں، وہ اکثر دن رات ہی کھلے رہتے ہیں۔ غرض ہم بھی ایک ہوٹل میں جا کر چائے پینے لگے اور باتیں کرنے لگے۔ باتوں باتوں میں ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا مولانا صاحب کیا آپ ہمیں اتنا فرمائیں گے اور اس پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالیں گے کہ ان آیات الٰہی کی تشریح میں جناب اتنے غمگین اور افسردہ کیوں ہوتے ہیں؟

مولانا صاحب نے اس طرح سے اپنا واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ میں کلکتہ

کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ میرے والدین شہر میں رہتے تھے اور میرے والد ایک پرائیوٹ کارخانے میں ملازم تھے۔ پڑھے لکھے تو معمولی سے تھے لیکن نہایت نیک اور خدا ترس آدمی تھے۔ میری عمر ابھی چار سال ہی کہ تھی کہ مجھے ایک اسلامی اسکول میں داخل کرادیا گیا۔ میرے والدین مجھے دینی علوم کی تعلیم دلانا چاہتے تھے اس لئے میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں عربی زبان سیکھ لی۔ میں دینی تعلیم کے دوران انگریزی بھی پڑھتا تھا اور والد صاحب کے ایک دوست کے مدرسے سے میں نے میٹرک یعنی دسویں جماعت کا امتحان پاس کرلیا۔ میری خواہش افسر بننے کی تھی۔ میں نے اپنے والد سے اس کا ذکر کیا۔ والد صاحب کو اس زمانے میں نوکری کے ۲۰۰ روپے ملتے تھے، جن سے پورے گھر کا خرچ چلانا پڑتا تھا اور آئندہ کے لئے فکر کرنی تھی۔

میرے والد صاحب کا یہ خیال تھا کہ میں اب کوئی ملازمت کرلوں تاکہ گھر کا انتظام سنبھالنے میں آسانی ہو۔ لیکن میرا پکا ارادہ کالج میں داخل ہونے کا ہو چکا تھا۔ میں نے والد صاحب کی بے حد خوشامد کی اور ان کو منایا۔ آخر کار والد صاحب راضی ہو گئے۔ میں نے ایک کالج میں داخلہ لے لیا۔ میری والدہ بڑی کفایت شعار اور عقلمند تھیں۔ اپنے خالی وقت میں وہ موم بتیاں بنا کر اچھے خاصے پیسے حاصل کرلیتیں۔ اس طرح ان کو محنت تو بہت کرنی پڑتی، لیکن وہ میری سب ضروریات پوری کرتیں۔ فیس تو والد صاحب دے دیتے تھے اور دوسری ضروریات کے لئے میری والدہ مجھے چپکے سے روپے بھیج دیتیں۔ مجھے معلوم تھا کہ والد صاحب بھی میرے اخراجات اور دوسرے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ڈیوٹی سے زیادہ وقت (اوور ٹائم) کام کرتے تھے۔ اس طرح ان کو زیادہ پیسے حاصل ہو جاتے اور ہمارا خرچ چلتا رہا اور میں نے چھ سال میں ڈگری حاصل کرلی۔

میں نے ڈگری تو بے شک حاصل کر لی، مگر اس کالج کی تعلیم کے دوران اور اس زمانے میں کالج کے ماحول کے رہن سہن نے میرے اسلامی شعار اور طریقے کو بالکل ہی بدل دیا اور میں اسلامیات کو بالکل ہی بھول چکا تھا۔ اس لئے یہ ماحول ہی نیا اور ایسا تھا کہ میں وہاں کا رنگ لئے بغیر نہ رہ سکا۔ میرا ذہن، میرے خیالات، جدید تعلیم و تربیت سے بے حد متاثر ہو چکے تھے۔ اب کیسا دین اور کیسے دین کی باتوں پر چلنا اور کیسی نماز، روزہ کرنا۔ میرے حالات اور خیالات سب ہی بدل چکے تھے۔ میں نے چھٹے سال پورے کالج میں اول نمبر کی کامیابی حاصل کی۔ اس لئے درخواست دینے پر مجھے اسی کالج میں ملازمت مل گئی۔ اور میں ساڑھے تین سو ماہوار تنخواہ پانے لگا۔ چند سالوں میں میری تنخواہ پانچ سو روپیہ ماہوار ہو گئی۔

اب والدین نے میری شادی کی فکر کی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی نیک اور دیندار لڑکی سے میری شادی ہو۔ جو گھر میں ایک اچھی بہو کی طرح رہے۔ لیکن میری خواہش یہ تھی کہ وہ آج کی نئی تہذیب اور نئی تعلیم سے واقف ہوتا کہ موجودہ دور اور اعلیٰ سوسائٹی میں کھپ سکے۔ ہر ایک کے ساتھ کھلے عام باتیں کر سکے، ننگے ڈانس دیکھ سکے، اور ننگے ڈانس کر سکے، سینہ تان کر بازاروں میں چل سکے اور ہر بے حیائی کے کام میں ترقی کر کے آگے بڑھ سکے۔ لہٰذا میں نے اپنی پسند کا ذکر اپنی ماں کے ذریعے سے اپنے والد صاحب سے کر دیا۔ لیکن انہوں نے پسند نہ کیا اور برا مانا۔ لیکن مجھے نئی روشنی کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ ایسا بھوت سر پر سوار تھا کہ کہاں کا خدا کا خوف اور کہاں کا دین کا شوق، نہ قرآن مجید سے محبت اور نہ نبی کریم ﷺ سے الفت۔ ہر طرف سے نفس اور شیطان نے پوری طرح سے رنگ چڑھا دیا اور میں اپنی ضد پر قائم رہا۔ ماں باپ کی بات کسی طرح بھی میری عقل میں نہ آتی تھی اور نہ ہی میں ماننے کے لئے تیار تھا۔ بہرحال میں نے اپنے والدین کو بار بار اصرار کر کے

راضی کرلیا۔وہ میرے اصرار سے راضی ہو گئے۔شاید اس وجہ سے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر وہ انکار کردیں تو شاید میں اپنی من مانی کروں،اس خوف سے انہوں نے ہاں کردی۔لہٰذا ایک فیشن ایبل ، جاہل بے دین سے بے زور لڑکی سے میری شادی ہوگئی۔شادی کو ابھی دو چار مہینے ہوئے تھے کہ والد صاحب کے کارخانے میں ایک گیس کی ٹنکی پھٹ جانے سے ان کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔اس لئے اب وہ کارخانے جانے سے معذور اور بے کار ہو گئے اور کام کے قابل نہ رہے۔اور اب وہ گھر میں ہی رہنے لگے اور انکو کارخانے کی طرف سے ایک معمولی رقم معذوری الاؤنس کے طور پر ملنے لگا۔

میرے بیوی کو اسلامی تعلیم وتہذیب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔وہ تو صرف آزاد خیال اور تیز مزاج عورت تھی ، جسے نہ خوف خدا اور نہ عشق مصطفیٰ۔وہ کیا جانے کہ اسلام کیا ہے؟ وہ تو پہلے ہی دین سے جاہل مطلق تھی۔کچھ اس کی سہیلیوں نے اس کے کان بھر دیئے کہ اری دیکھو،ساس سسر کی خدمت کرنا تمہارا فرض نہیں ، بلکہ ساس سسر تو تمہاری خدمت کے لئے ہیں،تم ان سے جو چاہے خدمت لینا۔ جو لڑکیاں جاہل گنوار اور بے عقل ہوتی ہیں، وہ اپنے ساس سسر کی خدمت کیا کرتی ہیں۔تمہارا کوئی حق وق نہیں ان کی خدمت کرنے کا۔تم اپنے شوہر کی ہوکر رہنا بس۔اس وقت میں کسی انگریز سے کم نہ تھا۔میرے دن رات ، صبح شام عیش ومزے میں گزرتے تھے۔اب سوائے خواہشات نفسانی کے نشہ کے کچھ یاد ہی نہیں تھا۔لیکن جب میں نے دیکھا کہ میری محبوبہ بیوی میرے بوڑھے ماں باپ کی خدمت سے نفرت اور پرہیز کرتی ہے،تو میں اس پر ناراض ہوا۔لیکن آہستہ آہستہ اس نے مجھ پر جادو کردیا، کہ میں اس کی ہر حرکت پر اظہار پسندیدگی کرتا تھا۔ میں اس کی تلخ مزاجی اور ڈانٹ ڈپٹ کو برا جانتا تھا۔خواہ وہ میرے سامنے میرے والدین کو کچھ بھی برا بھلا کہتی رہتی ،

لیکن میرے کان پر جوں نہ رینگتی اور مجھے ذرہ بھر بھی احساس اور برا معلوم نہ ہوتا تھا۔ اب وہ میرے والدین پر ہر آئے دن طرح طرح کے الزامات لگانے لگی۔ لیکن کیا کرتا میں اب صرف نفس کا بندہ بن کر رہ گیا تھا اور روحانی موت مر چکا تھا۔ مجھے اس سے اتنی محبت ہوگئی تھی کہ میں اسے کچھ بھی نہ کہتا تھا۔ حتی کہ زبان تک نہ اس کے سامنے ہلاتا۔ بس ہر وقت اسی کا کلمہ پڑھتا اور اسی کے محبت کے گن گاتا، جو کچھ ہوتا پڑا دیکھتا رہتا۔ پیارے والدین نے بے بس اور مجبور ولاچار اور نہایت تنگ آ کر مجھ سے فریاد اور شکایت کی۔ آہ میری بدبختی، تو میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ کو غلط فہمی ہے۔ میری بیوی ایسی نہیں ہے وہ بڑی عقلمند اور صاحب سلیقہ ہے۔ آپ کی عقل ٹھیک نہیں ہے۔

ایک روز کی بات ہے والد صاحب رات کو کسی ضرورت سے پانی لینے کے لئے اٹھے، تو نابینا تو تھے ہی، ایک اسٹول سے ٹکرا گئے اور اسی اسٹول پر دودھ کا برتن رکھا تھا۔ وہ زمین پر گر گیا اور سارا دودھ زمین پر الٹ گیا۔ بس پھر کیا تھا، بیگم صاحبہ اٹھیں اور ان کو بہت بری طرح للکارا۔ تمہیں شرم نہیں آتی چوری کرتے ہوئے، چھوٹے منے کا دودھ رکھا ہوا ہے اور چاہتے ہو چپکے سے خود پی لوں۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت کی، اچھی طرح دودھ پینے کا مزا چکھا دوں گی۔

میری دکھی والدہ بھی جاگ رہی تھی، انہوں نے بڑی نرم آواز سے کہا، نہیں بیٹی ایسا نہ کہو، یہ تو پانی پینے اٹھے تھے۔ سامنے اسٹول تھا، دودھ کا برتن گر گیا۔

چپ رہ بڑھیا، لگی باتیں بنانے اور تاویلیں کرنے۔ مجھے پڑھاتی ہے، تجھے کچھ تمیز بھی ہے بات کرنے کی۔ بڈھی تجھ سے نمٹوں گی۔ دیکھ تو سہی جب تیری بھی خبر لوں گی، دور رہو، میرے سے، خبردار! آئندہ جو میرے سامنے بڑبڑائی۔ تیری عقل گھسیا گئی ہے، کہتی ہے ایسا نہ کہو، اسٹول سے ٹکرا گئے۔ میں جانتی ہوں انہیں

چوری سے کھانے پینے کی عادت ہے۔ غرض میری بیوی نے انہیں بہت ہی بری طرح سے جھڑکا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور میں پڑا پڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ لیکن میں نے بیوی کو نہ روکا بلکہ اسے ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ یہ تو ان سے کیا کہتی اور کیوں کہتی ہے۔ اسے ٹوکہ تک نہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک دن میرے ماموں آئے اور میرے والد اور والدہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بیوی کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ جب اسے آنے پر پتہ لگا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ شکر ہے سر سے بوجھ اترا اور کہا کہ اچھا ہوا روز روز کی کل کل سے نجات ملی۔ اس واقعہ کو تین سال گزر گئے۔ اور ایک بچہ کی پیدائش کے بعد میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ بس میرے لئے بہت ہی مصیبت کا سامنا تھا۔ بیوی کا مرنا کیا تھا، میری زندگی سنسان ہو گئی اور اکثر میں کھویا کھویا سا رہنے لگا۔

میرے ایک بہت ہی مخلص دوست تھے، انہوں نے جلد ہی ایک غریب گھرانے میں میری شادی کرادی۔ اور یہ میری بیوی حافظ قرآن نہایت ہی نماز، روزہ اور قرآن مجید کی تلاوت کی پابند، بڑی ہی دیندار اور میری ہر طرح سے فرمانبردار تھی۔ وہ اب بھی زندہ اور میرے گھر آباد ہے۔ جب میں فکر آخرت سے بے فکر ہو کر بستر پر پڑا کھیلوں کے پیچ دیکھ کر زندگی کے بہترین وقت ضائع کر رہا ہوتا ہوں جس کی مجھ سے باز پرس قیامت کے دن کی جائے گی۔ تو وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوتی ہے۔ ایک دن کی بات ہے کہ میں چارپائی پر بیٹھا تھا اور بیوی قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی کہ اچانک وہ اس آیت پر پہنچی کہ جس کی تلاوت وتشریح روزانہ آپ مجھ سے سن رہے ہیں تو میری آنکھوں کے سامنے وہ تمام واقعات آگئے جو پیچھے گزر چکے تھے اور میرے ساتھ میرے ماں باپ نے جو سلوک کیا تھا اور انہوں نے جو زحمت وتکلیف میرے لئے گوارا کی تھی، تو میری زبان سے یہ بے ساختہ

نکل گیا کہ ہائے میرے ماں باپ! اور میں ہوش میں نہ رہا۔ غرض اب اتنے عرصے کے بعد مجھے اپنے ماں باپ کی یاد آئی کہ زمانہ دراز گزر گیا۔ ہائے افسوس! میری آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ میری بیوی دوڑی ہوئی آئی اور سمجھی کہ شاید مجھے کوئی تکلیف ہوگئی ہے۔ لیکن اس کے بار بار دریافت کرنے پر میں نے اسے پورا واقعہ جلدی سنا دیا۔ اب مجھے بڑی بے چینی ہوئی کہ میں اپنے والدین کو کیسے پاؤں؟ میں دوسرے دن ہی اپنے ماموں کے ہاں گیا۔ لیکن وہاں پہنچ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ والدین کئی مہینوں پہلے گھر جانے کے بہانے یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ بس اتنا سنتے ہی میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ ہائے بڑھاپے اور نظر کے نہ ہونے کی حالت میں کہاں گئے ہوں گے۔ میں فوراً ہی اپنے والد کا فوٹو لے کر (جو کارخانہ میں کھینچا گیا تھا) قریب ہی تھانے میں گیا اور فوٹو دے کر رپورٹ لکھوائی۔ اور کئی اخباروں میں بھی فوٹو کے ساتھ خبر چھپوائی اور اِدھر اُدھر کئی آدمیوں کو روانہ کیا۔ اب مجھے رات بھر نیند نہیں آتی تھی اور ہر وقت اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح بھی میرے والدین مل جائیں۔ میں نے اللہ سے خوب گڑگڑا کر توبہ کی اور دعائیں کیں کہ الٰہی! میرے ماں باپ کو واپس لوٹا دے۔ تیسرے روز ایک پولیس والا آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ جو شکل آپ نے لکھوائی تھی بالکل اس سے ملتی جلتی شکل کا ایک بوڑھا آدمی ایک قبر میں بیٹھا فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ میں دوڑتا ہوا قبرستان پہنچا تو، تو معلوم ہوا کہ وہ میرے چچا تھے۔ میں ان کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے والدین کو دریافت کرنے لگا۔ چچا نے نظر اٹھائی اور دو سامنے والی قبروں کو مخاطب کر کے پکارا کہا بھائی اکرم! اور بھابھی زبیدہ! دیکھو تمہارا لاڈلا افسر آیا ہے۔ اکرم میرے والد کا زبیدہ میری ماں کا نام تھا۔ چچا جان کے منہ سے یہ بات سن کر میں اوندھے منہ قبر پر گرا اور پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رونے لگا۔ پھر کیا بنتا ہے۔

پھر پچھتائے کیا ہوت　　　جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

بس اتنا کہہ کر مولانا صاحب خاموش ہو گئے، تو میں نے مولانا کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ: انسان سے بعض ایسی غلطیاں ہو جاتی ہے جو ساری عمر کے لئے افسوس پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر نادم ہونے والوں کے لئے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے عاری لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے، بلکہ اور زیادہ ظالم ہو جاتے ہیں۔　　　(بحوالہ محسنہ کائنات ماں ہے)

حاصل ...... معلوم ہوا کہ والدین کا مقام بہت اونچا ہے بیشک جو اپنے والدین کی خدمت کرے گا وہ دنیا و آخرت میں کامیابی وفلاح پائے گا، اس واقعہ سے ہم سب کو عبرت پکڑنی چاہئے اور اپنی طاقت سے بڑھ کر والدین کی خدمت کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر...... ۲۲

حاتم اصمؒ اور قاضی القضاۃ محمد بن مقاتل کا سبق آموز واقعہ

حضرت حاتم اصمؒ تیسری صدی ہجری کے بزرگ تھے حضرت شفیق بلخیؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور حضرت احمد بن خضرویہؒ کے استاد تھے حضرت حاتم زہد وتقویٰ میں یکتا روزگار تھے، مخلوق کی خیر خواہی وعظ ونصیحت آپ کا مشغلہ تھا بقول علامہ ذہبیؒ کے آپ کو اس امت کا حکیم لقمان کہا جاتا تھا۔

ابونعیم اصفہانیؒ نے حلیۃ الاولیاء میں اور حالات ومقالات صوفیہ میں تفصیل سے آپ کے حالات لکھیں ہیں اس کے اندر ابونعیم نے حضرت حاتمؒ اور قاضی رحی محمد بن مقاتل کے درمیان پیش آنے والا ایک طویل مکالمہ تحریر کیا ہے اور اس مکالمہ کو کتاب

کے حوالے سے ذکر کیا جارہا ہے جو کہ ہمارے لئے سبق آموز اور عبرت وفکر انگیز بھی ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بلخ سے (حضرت) حاتمؒ حج کے ارادے سے نکلے راستے میں شہر دیکھ کر ٹھہر گئے (آپ) ایک تاجر کے مہمان تھے تاجر نے ایک دن ان سے کہا کہ شہر کے ایک (بہت بڑے) عالم بیمار ہیں میں ان کی عیادت کے لئے جارہا ہوں، حضرت حاتمؒ نے کہا کہ اگر عالم ہے تو میں بھی چلتا ہوں کیونکہ فقیہ کی عیادت کی بڑی فضیلت ہے بلکہ ﴿النظر الی الفقیہ عبادۃ﴾ فقیہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

دراصل یہ قاضی القضاء محمد بن مقاتل تھے اس زمانے میں بیمار ہو گئے تھے جب حضرت حاتم اس (مہمان) تاجر کے ساتھ قاضی صاحب کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ کیا ہے؟ وہ تو ایک بڑی عظیم الشان ڈیوڑھی کا اِستانہ ہے حضرت حاتمؒ سوچ وفکر میں پڑ گئے اور بولے کہ "بــاب عــالـم عـلى هذه الحـال؟" ۔ایک عالم کے دروازے کا یہ حال ہے؟

تھوڑی دیر بعد اندر سے بلاوا آیا جب ڈیوڑھی میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ۔

پھولوں کا چمن ایک طرف ہے فوارے سے پانی اچھل رہا ہے اور ہر ایک کمرے کے سامنے پردے پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایک مجمع ہے (یعنی نوکروں اور چاکروں کا مجمع ہے)

حضرت حاتمؒ کی حیرت بڑھتی جارہی تھی آخر کار قاضی صاحب کے سامنے پہنچے دیکھا کہ ایک مکلّف گدّا اچھا ہوا ہے اس پر قاضی صاحب آرام فرمارہے ہیں قاضی صاحب سرہانے لائنیں بنائے ہوئے غلام کھڑے ہیں، مہمانوں کو دیکھ کر قاضی صاحب

اپنی مسند پر بیٹھ گئے اور حضرت حاتمؒ سے بھی کہا کہ تشریف لائیں بیٹھیں لیکن وہ کھڑے ہی رہے جب قاضی صاحب نے بیٹھنے پر اصرار کیا اور ان کو دیکھا کہ انکار پر انکار کر رہے ہیں تو قاضی نے حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ کسی ضرورت سے تشریف لائے ہو؟ حضرت حاتم نے کہا کہ ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے کہا پوچھیے، ذرا اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائیں غلام سامنے کھڑے تھے۔ تکئے قاضی صاحب کے پیٹھ کے پیچھے رکھ دیئے گئے اور قاضی صاحب ان سے ٹیک لگائے بیٹھ گئے انتظار کرنے لگے کہ حاتم اصمؒ کیا پوچھیں گے اس کے بعد یہ مکالمہ دونوں میں شروع ہوا۔

حاتم اصمؒ: آپ نے یہ علم کن لوگوں سے سیکھا ہے؟

قاضی: بڑے بڑے معتبر اساتذہ سے۔

حاتم اصم: ان کے پاس علم کہاں سے آیا تھا؟

قاضی: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے۔

حاتم اصمؒ: رسول اللہ ﷺ کے پاس علم کہاں سے آیا تھا۔

قاضی: جبرئیل علیہ السلام لائے تھے۔

حاتم اصمؒ: ہاں! تو ذرا یہ فرمائیں کہ آپ کے پاس علم کا جو ذخیرہ ہے وہی ذخیرہ ہے جسے اللہ سے جبرئیل نے پایا اور جبرئیل نے رسول اللہ کو پہنچایا اور رسول اللہ سے یہ ذخیرہ صحابہ تک پہنچا، اور صحابہ سے آپ کے بڑے بڑے معتبر اساتذہ تک پہنچا اس ذخیرے میں کہیں (قاضی کی شان وشوکت کی طرف اشارہ کر کے) اس کی بھی اطلاع دی گئی ہے کہ جس کا گھر امیروں کے گھر کے مانند ہوگا اور جس کے پاس امیرانہ ٹھاٹ باٹ ہوگا اللہ کے نزدیک اسی کا مرتبہ سب سے زیادہ بلند ہوگا؟

قاضی: نہیں یہ تو میں نے نہیں سنا۔

حاتم اصمؒ: یہ نہیں سنا تو پھر کیا (قاضی کی شان وشوکت کی طرف اشارہ

کر کے) اس کا علم بھی آپ تک پہنچا ہے یا نہیں کہ دنیا سے رخ پھیر کر آخرت کی تعمیر میں جو زیادہ مشغول رہیں گے اور غرباء اور مسکین سے جو زیادہ محبت کریں گے اور آئندہ زندگی کی تیاری کرتے رہیں گے خدا کے نزدیک ان ہی کا مرتبہ بلند ہوگا اسی کے ساتھ حاتم اصمؒ کو جوش آیا اور اسی جوش میں فرمانے لگے۔

تم نے اپنے آپ کو کن لوگوں کی زندگی سے مطمئن کر رکھا ہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور امت کے صالحین کی زندگی سے؟ یا فرعون ونمرود کی زندگی سے تمہارے قلب نے اطمینان کو پایا ہے وہی فرعون ونمرود کی سلطنت سے جس سے اینٹ اور چونے کی تعمیر کی ابتداء ہوئی۔

قاضی ابن مقاتل (غور وفکر سے) سن رہے تھے اور حاتم اصمؒ فرماتے جا رہے تھے کہ اے علماء سو تم ہی کو ایک بیچارا غریب جاہل مسلمان دنیا دار دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ جب ایک عالم اس حال میں ہے تو پھر اپنے آپ کو میں اس سے زیادہ برے حال میں نہیں پاتا۔ کہتے ہیں کہ بیچارے قاضی کے ہوش حاتم اصمؒ کی اس تقریر سے لرز گئے تھے گھٹنے کی بیماری کم ہونے کی بجائے اور اضافہ ہو گیا (قاضی کو) اسی حال میں چھوڑ کر حاتم اصم ان کے گھر سے باہر نکل گیا۔

ابو نعیم آگے تحریر فرماتے ہیں کہ اہل رائے کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت حاتم اصمؒ سے عرض کیا کہ حضور! قزوین کے طنافسی عیش پرستی میں ان سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں حضرت حاتم اصمؒ طنافسی کے پاس پہنچے اور ایک ناواقف شکل میں قاضی طنافسی سے وضو کرنے کا طریقہ پوچھا انہوں نے بتلا دیا حاتم اصم نے کہا میں آپ کے سامنے وضو کرتا ہوں کوئی غلطی رہ جائے تو درست کرا دیجئے گا یہ کہہ کر وضو کرنے لگے ابتداء میں تو تین تین دفعہ ہر عضو کو دھویا جب ہاتھ دھونے کی باری آئی تو بجائے تین دفعہ کے چار دفعہ ہاتھوں کو دھویا قاضی طنافسی نے ٹوکا کہ تم نے غلطی کی ہے

پوچھا کہ کیا غلطی کی ہے قاضی طنافسی نے کہا تین بار سے زیادہ دھونا پانی کو بیکار ضائع کرنا ہے اور شریعت میں اس کو اسراف (فضول خرچی) قرار دیا گیا ہے تب حضرت حاتم اصمؒ نے سر اٹھایا اور کہنے لگے سبحان اللہ میں غریب آدمی تو ایک پانی کا چلّو بہا کر اسراف کا مرتکب ٹھہرایا گیا اور جناب والا نے یہ طمطراق جو اکٹھا کر رکھا ہے آخر یہ کیا ہے؟ قاضی طنافسی سمجھ گئے کہ حاتم اصمؒ کا مطلب وضو کا طریقہ سیکھنا نہیں بلکہ انہیں متنبہ کرنا تھا چنانچہ ان پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ گھر گئے تو چالیس دن تک باہر نہیں نکلے۔

(بحوالہ حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۸)

حاصل......حق بات کہنے کا اپنا ایک رنگ ہوتا ہے اور یقیناً یہ رنگ اپنا اثر دکھاتا ہے چنانچہ اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہمیشہ حق بات کہیں اور اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ ہم صرف دنیا ہی کے پیچھے نہ بھاگیں بلکہ اپنی آخرت کو بھی مدنظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۲۳

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے مخلوقات کی ضیافت

شیخ عبدالرحمٰن بن سلام المقری نے کتاب العقائد میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب دیکھا کہ اللہ نے ان کے لئے دنیا کو وسیع کر دیا اور دنیا اس کے ہاتھ میں ہوگئی تو کہنے لگے اے میرے معبود! اگر مجھے اجازت دیں کہ میں تیری تمام مخلوقات کو پورے سال کھلاؤں، (تو بہتر ہوتا) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تو اس پر ہرگز قدرت نہیں رکھتا، پھر درخواست کی یا الٰہی! ایک ہفتہ تو جواب ملا اس

پر بھی قدرت نہیں رکھتا پھر درخواست کی یا الٰہی ایک دن فرمایا اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا بہر حال اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک دن کی اجازت دے دی تو حضرت سلیمانؑ نے تمام جنات اور انسانوں کو حکم دیا کہ وہ تمام کے تمام ان چیزوں کو جو (زمین پر حلال ہیں) یعنی گائے، بیل بکریاں، دنبے وغیرہ اور ان تمام چیزوں کو جو جنس حیوان میں سے ہیں یعنی پرندے وغیرہ جب جن وانس نے ان چیزوں کو جمع کر لیا تو اس کے لئے بڑی بڑی دیگیں تیار کی گئیں، پھر ان جانوروں کو ذبح کیا گیا اور ان کو پکایا گیا اور ہوا کو حکم دیا گیا کہ کھانے پر چلے تاکہ خراب نہ ہو پھر کھانوں کو جنگل میں پھیلا دیا گیا اس کا طول ایک مہینے کی مسافت کے برابر تھا اور اس کا عرض بھی اتنا ہی تھا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی اے سلیمانؑ تو مخلوقات میں سے کس سے دعوت شروع کرے گا، تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میں دریا کے جانوروں سے شروع کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے بحر محیط کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت سلیمانؑ کی ضیافت میں سے کھائے؟ چنانچہ اس مچھلی نے سر اٹھایا اور کہا اے سلیمان! میں نے سنا ہے کہ تو نے ضیافت کا دروازہ کھول دیا ہے اور آج میری ضیافت تو کرے گا؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا لے اور کھانا شروع کر، چنانچہ وہ مچھلی آگے بڑھی اور دستر خوان کے شروع سے کھانے لگی، مچھلی نے اس قدر کھایا کہ ایک ساعت میں سارا (کھانا) صاف کر دیا پھر اس مچھلی نے آواز لگائی کہ اے سلیمان! مجھے کھانا کھلاؤ اور میرا شکم سیر کرو حضرت سلیمان نے فرمایا کہ تو تو سارا کھا گئی اور اب بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا؟ تو مچھلی نے کہا! کیا اسی طرح میزبان کا جواب ہوتا ہے مہمان کے لئے، اے سلیمانؑ! آپ خوب جان لیجئے کہ میرے لئے ہر روز اس طرح جتنا تو نے پکایا دن میں تین مرتبہ متعین ہے اور آج میرے کھانے کے روکنے کا سبب تو بنا ہے اور تو نے میرے کھانے میں کمی کر دی، اسی وقت حضرت سلیمانؑ اللہ کے سامنے سجدہ کرتے

ہوئے گر پڑے اور کہنے لگے پاک ہے وہ ذات جو کفالت کرنے والی ہے، مخلوق کی روزیوں کے ساتھ جہاں سے مخلوق جانتی بھی نہیں کہ کہاں سے آتا ہے۔

(اشرف الادب اردو ترجمہ نفحۃ العرب)

حاصل...... بیشک ہمارے رازق صرف اور صرف اللہ ہیں چنانچہ ہمیں صرف رزق اسی سے مانگنا چاہئے۔ اور کبھی اپنے مال و دولت اور وزارت و صدارت کے بل بوتے پر انسان ناز نہ کرے کہ میرے پاس مال ہے، منصب ہے، اس لئے مجھے رزق کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی اللہ ہی سے مانگتے رہنا چاہئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر......۲۴

ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق کا قرآن سننے کا واقعہ

مشرکین مکہ کا سردار ابوجہل کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو قرآن پڑھتے تھے، تو یہ حضور ﷺ کی چھپ چھپ کر قرأت سنتا تھا اسی طرح ابوسفیان (مسلمان ہونے سے قبل) اور اخنس بن شریق بھی چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے، ایک دوسرے کو خبر نہ تھی، صبح تک تینوں چھپ چھپ کر حضور ﷺ سے قرآن سنتے تھے جب دن کا اجالا ہونے لگتا تو واپس اپنے گھر لوٹ آتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ تینوں رات کو قرآن سننے نکلے اور واپسی میں ایک جگہ تینوں کی ملاقات ہوگئی ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے؟ (جب بات کھل کر سامنے آگئی کہ قرآن سننے آئے تھے) تو اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ

ہمیں قرآن سننے کے لئے نہیں آنا چاہئے تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے جوان بھی آنے لگیں اور ہم آزمائش میں پڑ جائیں۔

جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان اور خیال کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئیں گے چلو میں ہی قرآن سن لوں، غرض یہ کہ واپسی میں صبح کے قریب پھر اسی جگہ تینوں کی ملاقات ہوگئی، معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، بالآخر دوبارہ عہد کیا گیا کہ قرآن سننے اب نہیں جائیں گے۔

سبحان اللہ! قرآن سننا اور وہ بھی سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے بھلا ان کو کب سونے دیتا تھا اسی وجہ سے ان کی نیندیں بھی ختم ہو چکی تھیں، اور جب تیسری مرتبہ رات آئی تو پھر یہ تینوں یہی خیال کرتے ہوئے حضور ﷺ کی مجلس مبارکہ میں پہنچے اور قرآن سنا اور واپسی میں پھر ملاقات ہوگئی اب تو ایک دوسرے کے منہ کی طرف تکتے رہے اور آخر صبح کو پھر معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے تو ہرگز سننے نہیں جائیں گے۔

اب اخنس بن شریق ابو سفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابو حنظلہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تم نے محمد ﷺ سے جو قرآن سنا ہے تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

ابو سفیان کہنے لگا، اے ابو ثعلبہ! خدا کی قسم میں نے جو باتیں سنی ہیں ان کو خوب پہچانتا ہوں لیکن بعض ایسی باتیں ہیں جن کا مقصد اور معنیٰ نہیں سمجھ سکا، تو اخنس نے کہا ابو سفیان خدا کی قسم میری بھی یہی حالت ہے۔

اس کے بعد اخنس بن شریق ابو جہل کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو الحکم! تم نے محمد ﷺ سے جو کچھ سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اور تم نے کیا سنا؟ تو ابو جہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف مقام شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست و گریباں رہے ہیں، انہوں نے دعوتیں کیں ہم نے بھی کیں، انہوں نے خیر و سخاوت کی ہم نے بھی کی حتیٰ کے ہم کو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے

ہمارے پاس تو خدا کا ایک پیغمبر ہے، اس پر آسمان سے وحی اترتی ہے تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں، خدا کی قسم ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہیں کریں گے، اخنس بن شریق یہ سن کر چلا گیا۔ افسوس کہ حق کو حق سمجھ کر بھی ایمان نہ لائے اور یوں ہی جھوٹی چودھراہٹ کے تحفظ میں جہنم کی آگ کا سودا کر بیٹھے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر،)

حاصل...... بیشک قرآن کی تلاوت کا اپنا ایک مزہ ہے کاش اس قرآن کی تلاوت کے نور کو ہم سمجھ لیتے، اندازہ کیجئے کہ کافر بھی اس قرآن کی تلاوت سے مسحور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے، اور آج ہماری بدقسمتی کہ اس قرآن کو چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، اللہ کرے کہ ہم اس واقعہ سے سبق حاصل کریں اور قرآن کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔
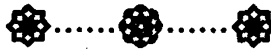
واقعہ نمبر......۲۵

حضرت سلیمانؑ کی کرسی اور تخت

بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ کے لئے جلوس کا ارادہ فرمایا تو شیاطین یعنی جناتوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے لئے ایک نادر الوجود اور عمدہ کرسی تیار کریں جس کی صفت یہ ہو کہ جھوٹا مدعی یا گواہ اس کے دیکھنے سے تھرانے لگے چنانچہ تعمیل ارشاد میں ہاتھی دانت کی ایک کرسی تیار کی گئی جس کو جواہرات یا قوت، موتیوں اور زبرجد سے مزین کیا گیا تھا اور جواہرات سے انگور کے درخت بنا کر اس کو گھیر دیا تھا جس میں سونے کے چار کھجور کے درخت ایسے تھے جن کی شاخیں چاندی

کی بنائی گئی تھیں ان میں سے دو درختوں کی چوٹی پر دو گدھ بنائے گئے تھے اور اس کرسی اور تخت کے دونوں گوشوں پر سونے کے دو شیر تھے جن کے سروں پر سبز زمرد کے ستون نصب کئے گئے تھے اس طرح شیاطین نے اس تخت کو ایسے سخت پتھر پر رکھا تھا جس کے نیچے سونے کا ایک شردھا بنا تھا جو اس تخت کو گھماتا تھا چنانچہ جب حضرت سلیمانؑ اس کے نیچے کے درجہ پر چڑھتے تھے تو وہ کرسی اور تخت اپنے اس تمام سامان کے ساتھ جو اس سے متعلق تھا چکی کی طرح گردش میں آ جاتا تھا اور گدھ اور مور اپنے بازو پھیلاتے تھے نیز شیر اپنے ہاتھ پھیلا کر دموں کو زمین پر مارنے لگتے تھے اور ہر درجہ میں صعود پر یہی کیفیت پیدا ہوتی رہتی تھی یہاں تک کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بالائی منزل پر پہنچتے تو دونوں گدھ مشک وعنبر تیزی کے ساتھ تاج ان کے سر پر رکھتے تھے اور تخت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد سونے کا کبوتر زبور پیش کرتا جس کو لوگوں کو سنایا کرتے تھے ان کے دائیں جانب علماء بنی اسرائیل سونے کی کرسیوں پر بیٹھتے تھے اور بائیں جانب معزز جنات چاندی کی کرسیوں پر، اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام فیصلہ کے لئے جلوس فرماتے تھے اور جب کسی معاملہ کی شہادت کے لئے گواہ آتے تو وہ کرسی مع اپنے سامان کے گردش میں آجاتی تھی اور شیر وگدھ اور طاؤس اپنے مذکورہ کام میں مشغول ہو جاتے تھے یہ دیکھ کر گواہوں پر ایک ایسی ہیبت طاری ہوتی اور سچ وحق کے سوا کوئی جھوٹی شہادت نہ دے سکتے تھے۔

پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوا تو اس کرسی کو شاہ بخت نصر نے اپنے قبضہ میں لے لیا مگر جب اس نے اس پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو ایک شیر نے اپنے دائیں ہاتھ سے بادشاہ کی پنڈلی اور قدم پر ایک ایسی چھاپ ماری جس کے باعث وہ کرسی پر چڑھ نہ سکا اور اسی ضرب کی کرب و بے چینی میں مبتلا ہو کر مر گیا اور وہ کرسی شہر انطاکیہ روم وشام کے دارالسلطنت میں باقی رہی یہاں تک کہ اہل انطاکیہ سے

کراس بن سدرس نے جنگ کی اور خلیفہ نے بخت نصر کو شکست دی اس کے بعد کرسی بیت المقدس کی طرف لائی گئی اور کوئی بادشاہ اس کرسی کے چڑھنے پر قادر نہ ہو سکا پھر اس کو صخرہ بیت المقدس کے پیچھے رکھا گیا جس کے بعد آج تک اس کی کوئی خبر یا اثر معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں گئی؟ اور کیا ہوا؟

حاصل..... اس حکایت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کی وسعت وہیبت ودبدبہ اور انصاف کا پتہ چلتا ہے۔ اور اللہ کی ذات اور قدرت پر ایمان مضبوط ہوتا ہے کہ اس کی مخلوق میں اس قدر رعب ودبدبہ ہے تو خود خالق کس قدر قادر مطلق اور رعب ودبدبہ والا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرکے اللہ کی ذات پر یقین کامل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۲۶

ایک نومسلم عورت کے قبول اسلام کا سبق آموز واقعہ

حضرت مولانا سید عزیر گلؒ، گاؤں کاکاخیل صوبہ سرحد (پاکستان) کے رہنے والے تھے۔ شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (وفات ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کے شاگرد رشید اور ان کی شہرہ آفاق تحریک انقلاب (تحریک ریشمی رومال) کے رکن تھے۔ تحریک کے لئے آپ نے نہایت جاں گسل خدمات انجام دی ہیں۔ جنہیں تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔ آپ کو اپنے استاد کے ساتھ مالٹا کے قید خانہ میں اسارت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ واپس لوٹے تو دیوبند ہی کے ہو رہے۔ مختلف چھوٹے چھوٹے کاروبار کرکے اپنی معاش کا انتظام فرماتے تھے۔ مزاج میں حد درجہ سادگی اور طبیعت میں استقامت تھی۔ مولانا محمود الحسنؒ کی وفات کے کئی سال بعد ان کے

جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (وفات ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) کے مشورہ سے آپ رڑکی منتقل ہو گئے اسی زمانہ میں ایک انگریز خاتون ''مس جینی'' (جو روحانیت کی تلاش میں کئی مذاہب کا مطالعہ بلکہ عملی تجربہ کر چکی تھیں اور بالآخر قرآن کریم کے مطالعہ نے ان پر ہدایت کی راہیں کھول دی تھیں۔ حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام کی قبولیت کا شرف حاصل کیا۔ ان کا قیام چونکہ رڑکی میں تھا اس لئے حضرت مدنیؒ نے مولانا عزیر گلؒ سے فرمایا کہ وہ موصوفہ کو اسلامی تعلیمات سے برابر روشناس کراتے رہیں کچھ عرصہ بعد موصوفہ کی خواہش پر مولانا عزیر گلؒ نے ان کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد ان کی دنیا ہی بدل گئی اور پورے طور پر شریعت کی پابند ہو کر انہوں نے سچا سکون حاصل کیا۔ آزادی ہند کے موقعہ پر جب مولانا عزیر گلؒ نے وطن مراجعت کا قصد فرمایا تو موصوفہ بھی ساتھ آ گئیں اور شہروں کی پر رونق عمارتوں میں رہنے والی اس خاتون نے حق کی خاطر ایک دور افتادہ معمولی سے گاؤں میں اپنے بلند پایہ شوہر کے ساتھ پوری زندگی گزار دی۔ وہیں وفات ہوئی۔ گاؤں کے قریب ایک ٹیلہ پر ان کا مزار ہے۔ وہاں کے لوگ شفقت و محبت سے انہیں ''مدر صاحبہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ افسوس چند سال قبل تحریک ریشمی رومال کی آخری نشانی حضرت مولانا عزیر گلؒ صاحب نے بھی اس عالم فانی سے پردہ فرما لیا۔ مدر صاحبہ نے اپنی آپ بیتی ''صراط مستقیم'' کے نام سے انگریزی میں لکھی تھی ذیل میں اس آپ بیتی کی تلخیص ماہنامہ دارالسلام مالیر کوٹلہ (پنجاب بھارت) کے شکریہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

میں اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفورڈ اسٹیل کی ساتویں لڑکی ہوں، میں ۱۸۸۵ء میں حیدر آباد (سندھ) میں پیدا ہوئی، میرے والد صاحب بڑے انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے: انہیں ہندوستان میں ہندوستانی لوگوں سے بڑا لگاؤ

تھا کبھی کبھی تو وہ خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے۔ ہماری خاندانی نسبتیں بڑی عظیم تھیں مگر ہمارے والد کا کہنا تھا کہ شرافت کا معیار کردار ہے نہ کہ خون۔ بہر حال میں چھ سال کی ہو رہی تھی کہ مجھے پڑھائی کے لئے انگلستان بھیج دیا گیا۔ مجھے سچی بات سے ہمیشہ پیار رہا۔ میں ہر بات کا سبب کھوجنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ میرے دوست واحباب مجھے شفقت سے ککو کہا کرتے تھے کیونکہ میں ہر بات میں کیا، کیوں، اور کیسے، جیسے سوال کرنے کی عادی تھی۔

میں ایک عیسائی کنبہ میں پیدا ہوئی مگر عیسائی کسی ایک عقیدے میں بھی متفق نہیں ہیں، عیسائیوں کے بہت سے فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو جہنمی کہتے ہیں۔ اس لئے عیسائی مذہب مجھے گورکھ دھندا سا لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں مگر مجھے دعا سے بڑا شغف تھا اور میں اکثر ان دیکھے مالک سے لو لگا کر دعائیں کرتی رہتی تھی۔ جب میں جوان ہوگئی تو میں نے بائبل کو تنقیدی نظر سے پڑھنا شروع کیا۔ مجھے بائبل کے بہت سے بیانات ایک دوسرے سے متضاد محسوس ہوئے۔ مجھے بائبل کے کلام خدا ہونے میں شک ہونے لگا، کچھ عرصہ کے بعد میری شادی ہوگئی مگر میرے شوہر ایک دنیادار عیسائی تھے۔ وہ میرے فکر وخیال کے ساتھی نہ بن سکے۔ اس لئے میں نے فرصت کے وقت میں فلسفہ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مگر ان خیال بھول بھلیوں سے مجھے کچھ نہ ملا۔

انہیں دنوں میں اپنے والد کے پاس آئی۔ میری بارہ سالہ لڑکی اور دس سالہ لڑکا میرے ساتھ تھے، یہاں مجھے ویدانت پڑھنے کا موقع ملا۔ مجھے اس کے پڑھنے سے بڑی تسکین ملی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ چیزیں مجھے مل گئیں جس کی تلاش تھی۔ ویدانت کے مطالعے نے مجھے ہندو دھرم کے قریب کر دیا۔ کچھ عرصہ کے لئے ایک ہندو خانقاہ میں مہمان بن کر رہی۔ اور بالآخر ہندو ہوگئی۔ مجھے رانا شنکر کے ویدانتی سلسلے میں

داخل کرلیا گیا۔ مگر مجھے یہ شرک سا محسوس ہوا۔ چنانچہ میرا یقین ہل گیا۔ مجھے افسوس ہوا کہ حقیقت ابھی اور آگے ہے۔ میں اسی زمانے میں بیمار ہوگئی۔ مجھے علاج کے لئے فرانس جانا پڑا۔ وہاں میرے سات آپریشن ہوئے ہر آپریشن پر موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ موت کے لئے تیاری کرلوں، میں نے سوچا کہ دنیا ترک کردوں اور آخرت کی تیاری میں لگ جاؤں۔ لہٰذا میں واپس جب ہندوستان آئی تو میں نے سنیاس لے لیا۔ میں نے ایک سو ساٹھ اپنشد پڑھے، لیکن یہ کیا؟ یہاں بھی بائبل کی طرح ان گنت تضاد تھے۔ ان میں کونسی بات حق ہے اور کونسی غلط، یہ کیسے معلوم ہو میں ایک بار پھر الجھ گئی۔ مجھے خوف ہوگیا کہ اس ذہنی الجھن میں کہیں پاگل نہ ہوجاؤں۔ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ سنیاس سے میری روحانیت نہیں بڑھ رہی ہے بلکہ نفسیاتی کش مکش میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اسی زمانہ میں ہندوستان میں عدم تعاون کی تحریک چل پڑی۔ ہندوستان ہندوستانیوں سے لڑ پڑے۔ الموڑہ بھی فسادات سے بچا نہ رہا۔ اس وقت میرے دل نے کہا کہ یہ خانقاہ میں بیٹھ کر دھیان گیان کا وقت نہیں بلکہ نکل کر زخمیوں اور دکھیوں کی مدد کرنے کا وقت ہے۔ میں نے اپنے گروجی سے یہ بات کی۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم لوگ دنیا دار نہیں ہیں۔ تم جن باتوں کے کرنے کو کہہ رہی ہو یہ سیاست کی باتیں ہیں ہم ان باتوں میں نہیں پڑتے۔

مجھے ان کے سوچنے کے انداز پر حیرت ہوئی۔ میں انہیں تو خانقاہ چھوڑ کر زخمیوں کی مدد پر آمادہ نہ کرسکی مگر میں خود خانقاہ سے نکل آئی اور میں نے زخمیوں، مریضوں اور دکھیوں کی مدد شروع کردی جس سے دل کا چین ملا اور میں نے احساس کیا کہ روحانی ترقی انسانیت کی خدمت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، خانقاہوں کی زندگی سے نہیں۔ چنانچہ میں نے ایک آشرم کھولنے کا فیصلہ کیا جس میں نوجوانوں کی

اخلاقی تربیت کی جائے اس آشرم میں میں نے ہندو مسلم کی قید نہیں رکھی۔ وہاں ایک مسلمان لڑکا داخلے کے لئے لایا گیا۔ یہ لڑکا اپنے والدین کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک میں مسلمانوں کے نظام حیات کے بارے میں معلومات حاصل نہ کرلوں میں اس لڑکے کی تربیت کا حق ادا نہیں کرسکوں گی۔ اس نیت سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔

اب تک میں مسلمانوں سے ڈرتی تھی۔ میں سمجھتی کہ مسلمان ایک قسم کے ''ڈاکو'' ہوتے ہیں جو ہر قسم کا ظلم کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں۔ یہ تو سراسر حق تھا اور دل میں اترتا چلا جاتا تھا۔ یہ عملی ویدانت تھا۔ آہ! میں اب تک کن اندھیروں میں تھی۔ افسوس کہ یورپی مستشرقوں نے اسلام کی کتنی غلط تصویر پیش کی ہے۔ وہ مذہب جسے میں خواہ مخواہ بھیڑیوں کا مذہب سمجھتی تھی مکمل سچائی کا مذہب تھا۔ میرے اللہ اب میں کیا کروں، میں نے تو ساری زندگی اکارت کردی، میں نے سوچا میں ہندو ہی رہوں یا ہندومت چھوڑ دوں...... میں نے راہبانہ زندگی اختیار کرلی۔ یہ ایک طرح کی موت تھی۔ قرآن مجید مجھے زندگی کی طرف بلا رہا تھا۔ ایسی زندگی کی طرف، جو آخرت کی زندگی کی بنیاد بنتی ہے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ میں ایک مقدس خانقاہ کی راہبہ تھی لوگ مجھے پیار سے ''ماں'' کہتے تھے، میں مسلمان ہوجاؤں گی تو دنیا کیا کہے گی؟

مگر میں اپنی روح خلجان سے بچانا چاہتی تھی میں نے لوگوں کے کہنے کی پرواہ نہ کی میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔ میرے گرو بھائی بڑے دہشت زدہ ہوئے، مگر میں نے انہیں بڑے خلوص سے بتایا کہ اصل ویدانت یہ ہے کہ جو میں قبول کررہی ہوں۔ میرے گرو بھائی نے کہا کہ یہ کام مسلمان ہوئے بغیر بھی جاری رہ سکتی ہے۔ ویدانتی رہ کر بھی قرآن کی راہ اختیار کرسکتا ہوں۔ یہ بھی ویدانت کا ہی ایک

سلسلہ ہوگا۔لیکن یہ بات میرے دل میں نہ اتر سکی، میں سمجھ رہی تھی کہ راما کرشن نے حقیقت کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ان کے ذہن کی اپج اور ایک بھرم تھا۔ہوسکتا ہے کہ کسی نام ونہاد صوفی نے یہ بھرم دلا دیا ہو، میرے ہندو دوستوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہوں تو وہ مجھے آگرہ میں راما کرشن مشن کا مہنت بنا دیں گے، مگر مجھے دنیاوی لالچ نہ تھا مجھے روح کے آرام کی ضرورت تھی اس لئے میں نے ان کی بات کو رد کردیا مگر اب ایک اور مشکل پیش آئی، مسلمانوں نے مجھے ماننے سے انکار کردیا۔وہ یہ کہتے تھے کہ یہ ہمیں ہندو بنانے کے لئے نیا روپ اختیار کررہی ہے۔میں خود شبہ میں پڑ گئی۔میں قرآن کو اپنا ہادی اور رہنما مان رہی تھی تو کیا یہ بات مسلمان ہونے کے لئے کافی نہ تھی۔

اپنے دل کی بے قراری کو دور کرنے کے لئے میں دیوبند گئی۔میری لڑکی میرے ساتھ تھی ہم دونوں بے پردہ تھیں۔ہم نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ملاقات کی۔کہ اپنی بات ان کے سامنے رکھیں اور پوچھا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

تم حقیقتاً مسلمان ہو مولانا نے ایک زوردار قہقہہ لگا کر کہا کہ تمہیں اس میں شک کیوں ہے؟ مولانا مدنی کی عظمت ہم دونوں کے دل میں بیٹھ گئی۔انہوں نے ہماری بہت خاطر کی۔بعد کو وہ مجھ سے ملنے منگلور بھی آئے تھے۔انہی کے ساتھ مولانا عزیر گلؒ بھی تھے مولانا حسین احمد مدنی انہیں بہت چاہتے تھے ایسا لگتا جیسے وہ دو دوست لڑکے ہوں۔وہ ایک دوسرے سے معصوم مذاق کرتے، ایک دوسرے کی ہنسی اڑاتے، وہ کبھی کبھی ایک دوسرے کو چڑاتے بھی تھے مجھے ان کی محبت پر رشک ہوتا تھا وہ دن بھر ہمارے پاس رہے۔جب وہ چلے گئے تو میں نے مولانا مدنی سے کہا کہ وہ پھر تشریف لائیں اس پر انہوں نے کہا میں تو زیادہ نہ آسکوں گا مگر مولانا عزیر گلؒ کبھی کبھی آیا کریں گے۔چنانچہ مولانا عزیز گل صاحب آتے رہے۔میں ان سے پردہ

اور دوسرے مسائل پر بے جھجک بات چیت کرتی رہی۔ شروع میں میں سمجھتی تھی کہ یہ مولوی بڑے تنگ نظر ہوتے ہیں مگر بعد کو پردہ کی حقیقت مجھ پر کھلی تو ان کی وسعت نظر کی قائل ہو گئی۔

یہاں میں اسلام کے مطالعے میں لگی ہوئی تھی کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچ دینا بند کر دیں گے۔ بچوں کی تعلیم کا خرچ مجھ سے وصول کریں گے اور مجھ سے تعلق توڑ لیں گے۔ اس پر مجھے تعجب ہوا نہ افسوس، میں مسلمان ہو چکی تھی۔ اب میں کسی عیسائی کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی۔ رہا رزق تو یہ تو اللہ کی دین ہے۔ کم یا زیادہ ملے گا ہی۔

مولانا عزیر گلؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیش کش کی۔ میں نے بڑے احترام سے اس پیش کش کو قبول کیا۔ میں جانتی تھی کہ ان کے ہاں غربت ہے، افلاس ہے، پردہ ہے، مگر میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی۔ مولانا عزیر گلؒ کے گھر میں سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمان کی تواضع کرنے میں کیا لذت ہے۔ مولانا عزیر گلؒ کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی۔ وہ نہایت شریف مہربان شوہر ثابت ہوئے۔

یوں بھی وہ سید ہیں اور انہوں نے سیادت کی لاج رکھی ہے۔ ان کے اجداد عرب سے افغانستان اور افغانستان سے ہندوستان آ گئے تھے اب ہم دونوں راہ حق کے مسافر تھے اور راہ حق کی مسافرت میں مشرق و مغرب کیسے۔ ہماری راہ ایک تھی ہماری منزل ایک تھی، ہماری روحیں ہم آہنگ تھیں ہم دونوں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس راہ میں میری بیٹی اور میرا بیٹا اور میرا بھائی سب مجھ سے ہمدردی کرتے رہے۔ انہوں نے مجھے حق کی راہ میں قدم بڑھانے سے نہیں روکا۔ میری زندگی ایک سفر ہے جو

برسوں کی محرومیوں سے گزر کر اسلام کی حسین وادی میں ختم ہو رہا ہے۔ زندگی تو موت کے بعد بھی چلتی رہے گی۔ میری راہ اسلام کی راہ ہے۔ یہی ایک سیدھی راہ ہے۔ اس کے علاوہ ہر راہ کج ہے اور انسان کو اللہ کی راہ سے بہتر راہ نہیں مل سکتی۔ خدا کرے کہ میں جب تک زندہ رہوں اسی راہ پر چلتی رہوں۔ پھر میں اس راہ سے بھاگوں بھی تو بھاگ کر کہاں جاؤں گی۔ مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور مجھے لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (بحوالہ ماہنامہ دارالسلام پنجاب بھارت)

حاصل...... بیشک دین اسلام برحق دین ہے اور جس نے بھی اسے صدق دل سے قبول کیا وہ دنیا و آخرت میں شاداں و فرحاں رہا، لہٰذا اب ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس دین کی قدر کریں اور دین سے دور انسانوں کو بھی اس کے قریب لانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۲۷

نفسانی خواہش سے بچنے کا سبق آموز واقعہ

فقیہ رحمہ اللہ یہ حکایت نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن و جمال بھی بہت دے رکھا تھا اپنے ہاتھ سے زنبیل بناتا اور فروخت کر کے بسر اوقات کرتا تھا۔ ایک دن وہ بادشاہ کے دروازے پر سے گزرا بادشاہ کی بیوی کی خادمہ نے دیکھ لیا۔ جا کر ملکہ سے کہنے لگی کہ یہاں ایک آدمی ہے کہ ایسا حسین شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ زنبیل فروخت کرتا پھر رہا ہے ملکہ نے حکم دیا کہ میرے پاس لے آؤ۔ اسے لایا گیا تو بس دیکھتے ہی لٹو ہوگئی۔ کہنے لگی زنبیلیں

پھینک دے اور یہ چادر سنبھال باندی سے کہا کہ تیل اور خوشبو وغیرہ لا ہم اس سے اپنی حاجت براری کریں گی۔ اور عابد سے کہنے لگی کہ اب تجھے زنبیلیں بیچنے کی ضرورت نہیں رہے گی عابد بار بار انکار کرتا رہا۔ کہنے لگی کہ اگر تو یہ کام نہیں کرنا چاہتا تو اس کے بغیر یہاں سے باہر بھی نہیں جا سکتا۔ اور دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا۔ عابد نے یہ حال دیکھا تو کہنے لگا کیا تمہارے محل کے اوپر کوئی ضرورت کی جگہ ہے کہنے لگی، ہاں، باندی کو حکم دیا کہ اس کے لئے پانی وغیرہ اوپر لے جا، یہ اوپر چھت کے ایک کونے کی طرف گیا۔ دیکھا کہ محل بہت اونچا ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں جس کے ساتھ لٹک کر نیچے اتر جائے آخر اپنے نفس کو خطاب اور عتاب کرنے لگا۔ کہ تو ستر برس سے اپنے رب کریم کی رضا کی طلب میں لگا ہوا ہے رات دن اسی حرص میں گزرتے ہیں تجھ پر آج ایک شام ایسی آئی ہے جو تیری اس تمام محنت کو ضائع کر دے گی واللہ! تجھ سے بڑھ کر کوئی خائن نہ ہوگا۔ اگر یہ شام تیرے اعمال کو فاسد کر گئی۔ آخر اللہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ غرض اسی طرح اپنے آپ کو خطاب اور عتاب کرتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب اس نے بلندی سے کود جانے کا تہیہ کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو ندا دی، انہوں نے لبیک کہہ کر جواب دیا۔ ارشاد ہوا میرا بندہ میری معصیت اور ناراضگی سے بچنے کے لئے جان کی بازی لگا رہا ہے۔ جا اپنے پروں سے اس کو تھام لے اور اسے ذرا بھی تکلیف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر پھیلایا اسے پکڑ کر یوں زمین پر رکھ دیا جیسے ایک مہربان باپ اپنے بیٹے کو رکھتا ہے۔ فرمایا کہ عابد یہاں سے سیدھا گھر گیا۔ زنبیلیں وغیرہ وہیں رہ گئیں سورج غروب ہو رہا تھا بیوی کہنے لگی زنبیلوں کی قیمت کہاں ہے کہنے لگا آج تو ان کا کچھ نہیں ملا کہنے لگی تو آج رات افطار کس چیز سے کریں گے۔ کہنے لگا آج کی رات یوں ہی ذرا صبر سے کاٹ لیں گے پھر کہنے لگا اٹھ کر تنور میں آگ

جلادے ہمسائے ہمارے تنور میں آگ نہیں دیکھیں گے تو نامعلوم کیا کچھ خیالات دوڑائیں گے۔ خواہ مخواہ انہیں پریشان کرنا اچھا نہیں۔ بیوی نے اٹھ کر تنور میں آگ جلادی۔ خود واپس آکر بیٹھ گئی۔ ایک پڑوسن آگ لینے کو آئی پوچھا آگ ہے جواب ملا آگے بڑھ کر تنور سے لے لو۔ یہ عورت آگ لے کر واپس ہوئی تو گھر والی سے کہنے لگی کہ تو یہاں بیٹھی باتیں کررہی ہے۔ ادھر تیری روٹیاں پک چکی ہیں بلکہ جلنے کو ہیں عورت نے اٹھ کر دیکھا تو تنور بہترین روٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ عورت نے انہیں برتن میں رکھا اور خاوند کے پاس لے آئی اور کہنے لگی کہ تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ تیرے بلند درجات کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کہ ہماری باقی عمر خوشحالی اور فراخی میں گزرے، عابد کہنے لگا اسی حال پر صبر اچھا ہے۔ مگر عورت کا اصرار بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ عابد نے دعا کرنے کا وعدہ کرلیا۔ آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا۔ کہ اللہ میری بیوی کا اصرار اور تقاضا یہ ہے کہ اس کو باقی عمر میں خوشحالی اور فراخی عطا فرما۔ اتنے میں چھت پھٹ گئی یاقوت اور موتیوں سے بھری ہوئی طشتری نیچے آئی جس سے تمام گھر جگمگا اٹھا۔ عابد نے بیوی کا پاؤں دبایا جو قریب ہی سو رہی تھی۔ اور کہا کہ اٹھ کر بیٹھ اور جو کچھ مانگتی تھی وہ سنبھال لے عورت بیدار ہوکر کہنے لگی جلدی نہ کرو اس مقصد کے لئے تو تو نے مجھے نہ ہی جگایا ہوتا میں خواب دیکھ رہی تھی۔ سونے کی بہت سی کرسیاں بچھی ہوئی ہیں جو یاقوت اور زبرجد وغیرہ سے مرصع ہیں مگر ان میں سوراخ ہیں میں نے پوچھا یہ کرسیاں کس کی ہیں جواب ملا یہ تیرے خاوند کے بیٹھنے کے لئے ہیں، میں نے پوچھا یہ سوراخ کیا ہیں جواب ملا یہ وہی نقص اور کمی ہے جو دنیا کی جلد بازی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے تو میں نے کہا کہ میں کسی ایسی چیز کی خواہش نہیں رکھتی جس سے تیری نشست گاہ میں نقص پیدا ہو۔ لہٰذا اپنے رب سے اسے واپس کرنے کی دعا کرلو۔ عابد نے دعا مانگی

اور طشتری واپس ہوگئی۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

حاصل...... بیشک جو اللہ کے خوف سے اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے بچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی مدد فرماتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا".

جو لوگ ہمارے راستے میں یہ مجاہدہ اور محنت کرتے ہیں کہ ماحول کا، معاشرے کا، نفس کا، شیطان کا اور خواہشات کا تقاضہ چھوڑ کر وہ ہمارے حکم پر چلنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کیا کرتے ہیں: لنھد ینھم سبلنا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اس کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ "ہم ان کے ہاتھ پکڑ کر لے چلیں گے۔" یہ نہیں کہ دور سے دکھا دیا کہ "یہ راستہ ہے۔" بلکہ فرمایا کہ ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جائیں گے۔ لیکن ذرا کوئی قدم تو بڑھائے، ذرا کوئی ارادہ تو کرے، ذرا کوئی اپنے اس نفس کے مقابلے میں ایک مرتبہ ڈٹے تو سہی، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا "مجاہدہ" اسی کا نام ہے کہ ایک مرتبہ آدمی ڈٹ کر ارادہ کرلے کہ یہ کام نہیں کروں گا، دل پر آرے چل جائیں گے، خواہشات پامال ہوجائیں گی، دل و دماغ پر قیامت گزر جائے گی، لیکن یہ گناہ کا کام نہیں کروں گا۔ جس دن نفس کے سامنے ڈٹ گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دن سے ہمارا محبوب ہوگیا، اب ہم خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے راستے پر لے جائیں گے۔

اس لئے اصلاح کے راستے میں سب سے پہلا قدم "مجاہدہ" ہے اس کا عزم کرنا ہوگا۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو بنانا ہے تیرے قابل مجھے

جو آرزوئیں دل میں پیدا ہورہی ہیں وہ چاہے برباد ہوجائیں، چاہے ان کا

خون ہو جائے، اب میں نے تو ارادہ کرلیا ہے کہ اب تو اس کو بنانا ہے تیرے قابل مجھے، اب اس دل میں اللہ جل جلالہ کے انوار کا نزول ہوگا، اب اس دل میں اللہ کی محبت جاگزین ہوگی، اب یہ گناہ نہیں ہوں گے۔ پھر دیکھیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور آدمی اس راہ پر چل پڑتا ہے۔

یاد رکھیئے کہ شروع شروع میں تو یہ کام کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے کہ دل تو کچھ چاہ رہا ہے اور اللہ کی خاطر اس کام کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس میں بڑی تکلیف ہوتی ہے، لیکن بعد میں اس تکلیف میں ہی مزہ آنے لگتا ہے اور لطف آنے لگتا ہے۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ میں نفس کو جو کچل رہا ہوں اور آرزوؤں کا جو خون کررہا ہوں یہ اپنے مالک اور خالق کی خاطر کررہا ہوں تو اس میں جو مزہ اور کیف ہے آپ ابھی اس کا تصور نہیں کرسکتے۔

ماں کو دیکھئے کہ اس کی کیا حالت ہوتی ہے کہ سخت سردی کا عالم ہے اور کڑکڑاتے جاڑے کی رات ہے، لحاف میں لیٹی ہوئی ہے اور بچہ پاس پڑا ہے۔ اس حالت میں اس بچے نے پیشاب کردیا، اب نفس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ یہ گرم گرم بستر چھوڑ کر کہاں جاؤں، یہ تو جاڑے کا موسم ہے، گرم گرم بستر چھوڑ کر جانا تو بڑا مشکل کام ہے، لیکن ماں یہ سوچتی ہے کہ اگر میں نہ گئی تو بچہ گیلا پڑا رہے گا، اس کے کپڑے گیلے ہیں۔ اس طرح گیلا پڑا رہے گا تو کہیں اس کو بخار نہ ہو جائے۔ اس کی طبعیت خراب نہ ہو جائے۔ وہ بے چاری اپنے نفس کا تقاضہ چھوڑ کر سخت کڑاکے کے جاڑے میں باہر جاکر ٹھنڈے پانی سے اس کے کپڑے دھو رہی ہے، اور اس کے کپڑے بدل رہی ہے، یہ کوئی معمولی مشقت ہے؟ معمولی تکلیف ہے؟ لیکن ماں یہ تکلیف برداشت کررہی ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اپنے بچے کی فلاح اور اس کی صحت ماں کے پیش نظر ہے، اس لئے وہ اس سخت جاڑے میں اپنے نفس کے تقاضے کو پامال کرکے یہ

سارے کام کر رہی ہے۔

ایک عورت کا کوئی بچہ نہیں ہے، کوئی اولاد نہیں ہے، وہ کہتی ہے بھائی! کسی طرح میرا علاج کراؤ تاکہ بچہ ہو جائے، اولاد ہو جائے، اور اس کے لئے دعائیں کراتی پھرتی ہے کہ دعا کرو اللہ میاں سے کہ مجھے اولاد دے دے، اور اس کے لئے تعویذ، گنڈے اور اللہ تعالیٰ جانے کیا کیا کراتی پھر رہی ہے، ایک دوسری عورت اس سے کہتی ہے کہ ارے! تو کس چکر میں پڑی ہے؟ بچہ پیدا ہوگا تو تجھے بہت سی مشقتیں اٹھانی پڑیں گی، جاڑے کی راتوں میں اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے کپڑے دھونے ہوں گے، تو وہ عورت جواب دیتی ہے کہ میرے ایک بچے پر ہزار جاڑوں کی راتیں قربان ہیں اس لئے کہ اس بچے کی قدر و قیمت اور اس کے دولت ہونے کا احساس اس کے دل میں ہے، اس واسطے اس ماں کے لئے ساری تکلیفیں راحت بن گئیں، وہ ماں جو اللہ سے مانگ رہی ہے کہ یا اللہ! مجھے اولاد دے دے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اولاد کی جتنی ذمہ داریاں ہیں، جتنی تکلیفیں ہیں وہ دے دے، لیکن وہ تکلیفیں اس کی نظر میں تکلیفیں ہی نہیں، بلکہ وہ راحت ہیں۔ اب جو ماں جاڑے کی رات میں اٹھ کر کپڑے دھو رہی ہے اس کو طبعی طور پر تکلیف تو ضرور ہو رہی ہے لیکن عقلی طور پر اسے اطمینان ہے کہ میں یہ اپنے بچے کی بھلائی کی خاطر کر رہی ہوں، جب یہ اطمینان ہوتا ہے تو اس وقت اسے اپنے آرزوؤں کو کچلنے میں بھی لطف آنے لگتا ہے۔

اسی بات کو مولانا رومی رحمہ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں:

از محبت تلخہا شیریں شود

کہ جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو کڑوی سے کڑوی چیزیں بھی میٹھی معلوم ہونے لگتی ہیں، جن کاموں میں تکلیف ہو رہی تھی محبت کی خاطر ان میں بھی مزہ آنے لگتا ہے، لطف آنے لگتا ہے کہ میں یہ کام محبت کی وجہ سے کر رہا ہوں، محبت کی خاطر

کر رہا ہوں۔

مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی میں محبت کی بڑی عجیب حکایتیں لکھی ہیں۔ لیلیٰ مجنون کا قصہ لکھا ہے کہ مجنون لیلیٰ کی خاطر کس طرح دیوانہ بنا، اور کیا کیا مشقتیں اٹھائیں، دودھ کی نہر نکالنے کے ارادہ سے چل کھڑا ہوا اور کام شروع بھی کر دیا، یہ ساری مشقتیں اٹھا رہا ہے، کوئی اس سے کہے کہ وہ یہ جو کام کر رہا ہے یہ بڑی مشقت کا کام ہے اسے چھوڑ دے، تو وہ کہتا ہے کہ ہزار مشقتیں قربان، جس کی خاطر یہ کام کر رہا ہوں اس کی محبت میں کر رہا ہوں، مجھے تو اس نہر کو کھودنے کا مزہ آ رہا ہے، اس لئے کہ یہ میں اپنے محبوب کی خاطر کر رہا ہوں۔ مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

مولیٰ کا عشق حقیقی کب لیلیٰ کے عشق سے کم ہو سکتا ہے۔ مولیٰ کے لئے گیند بن جانا زیادہ اولیٰ ہے۔ لہٰذا جب آدمی محبت کی خاطر یہ تکلیفیں اٹھاتا ہے تو پھر بڑا لطف آنے لگتا ہے۔

ایک آدمی ملازمت کرتا ہے، جس کے لئے صبح سویرے اٹھنا پڑتا ہے، اچھی خاصی سردی میں بستر پر لیٹا ہوا ہے اور جانے کا وقت آ گیا تو بستر چھوڑ کر جا رہا ہے، نفس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ گرم گرم بستر میں پڑا رہتا لیکن گھر چھوڑ کر، بیوی بچوں کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اور سارا دن محنت کی چکی پیسنے کے بعد رات کو کسی وقت گھر واپس آتا ہے۔ اور بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جو صبح اپنے بچوں کو سوتا ہوا چھوڑ کر جاتے ہیں اور رات کو واپس آ کر سوتا ہوا پاتے ہیں۔ غرض وہ شخص یہ سب تکلیفیں برداشت کر رہا ہے، اب اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ ارے بھائی! تم ملازمت میں بہت تکلیف اٹھا رہے ہو، چلو میں تمہاری ملازمت چھوڑا دیتا ہوں۔ وہ جواب دے گا نہیں بھائی

نہیں، بڑی مشکل سے تو یہ ملازمت لگی ہے اس کومت چھڑ وانا۔ اس کو صبح سویرے اٹھ کر جانے میں ہی مزہ آ رہا ہے، اور اولاد کو بیوی کو چھوڑ کر جانے میں بھی مزہ آ رہا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس کو اس تنخواہ سے محبت ہوگئی ہے جو مہینے کے آخر میں ملنے والی ہے، اس محبت کے نتیجے میں یہ ساری تکلیفیں شیریں بن گئیں، اب اگر کسی وقت ملازمت چھوٹ گئی تو روتا پھر رہا ہے کہ ہائے وہ دن کہاں گئے جب صبح سویرے اٹھ کر جایا کرتا تھا۔ اور لوگوں سے سفارشیں کراتا پھر رہا ہے کہ مجھے ملازمت پر دوبارہ بحال کر دیا جائے۔ اگر محبت کسی چیز سے ہو جائے تو اس راستے کی ساری تکلیفیں آسان اور مزے دار ہو جاتی ہیں، اسی میں لطف آنے لگتا ہے۔

اسی طرح گناہوں کو چھوڑنے میں تکلیف ضرور ہے، شروع میں مشقت ہوگی لیکن جب ایک مرتبہ ڈٹ گئے اور اس کے مطابق عمل شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی ہوگی اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس تکلیف میں مزہ آنے لگے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مزہ آنے لگے گا۔ (بحوالہ اصلاحی خطبات ج ۷)

واقعہ نمبر ۲۸

ایک اللہ والے کا عجیب واقعہ

ابراہیم بن شبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بعد نماز کے مجلس کیا کرتے تھے۔ ایک شخص صرف ایک کپڑے میں لپٹا ہوا ہماری مجلس میں آ بیٹھا اور ایک سوال کیا۔ ہم لوگ مجلس کے برخاست ہونے تک مسائل فقہیہ میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر وہ شخص دوسرے جمعہ کو آیا ہم نے اسے جواب دیا اور اس کا مقام اور اس کی حالت دریافت کی اس نے اپنا پتہ بتایا، پھر ہم نے اس کی کنیت پوچھی اس نے کہا ابو عبداللہ ہم اس کی ہمنشینی سے بہت خوش ہوئے۔ ایک مدت تک وہ

ہمارے پاس اسی طرح آتا جاتا رہا۔ پھر اس کا آنا موقوف ہو گیا ایک بار ہم اس کی ملاقات کے ارادے سے اس بستی میں گئے اور اس کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا وہ ابوعبداللہ صیاد ہیں۔ اس وقت شکار کو گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔ ہم انتظار میں بیٹھے تھے۔ کہ وہ سامنے سے آئے اور حال یہ تھا کہ ایک ٹکڑے کپڑے کی لنگی اور ایک ٹکڑے کی چادر بنائے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں کئی پرندے زندہ اور کئی ایک ذبح کئے ہوئے ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔ ہم نے کہا آپ ہماری مجلس کی رونق افزائی کیا کرتے تھے۔ اب کیا ہو گیا جو بالکل ترک کر دیا۔ کہا کیا سچ کہہ دوں میرا ایک ہمسایہ تھا اس سے کپڑے لے کر اور پہن کر تمہارے یہاں آتا تھا۔ اب وہ شخص سفر کو گیا ہے پھر کہا تم میرے گھر چل کر رزق اللہ تناول کرو گے۔ ہم ان کے مکان پر پہنچ کر بیٹھے اور اپنی بیوی کو ذبح کئے ہوئے پرندے پکانے کے لئے سپرد کئے اور زندہ کو لے کر بازار گئے اور انہیں بیچ کر روٹیاں خرید لائے۔ اتنی دیر میں بیوی نے سالن تیار کر رکھا تھا ہم کھانا کھا کر چلے تو آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ تم نے اس شخص کی ناداری اور فقر کی حالت اور نیک بختی اور صلاح کی کیفیت دیکھی اور تم میں قدرت بھی ہے کہ اس کی اتنی مدد کرو جس سے وہ اپنی حالت سنبھال سکے۔ تمہیں ایسا کرنا چاہئے کہ کچھ چندہ جمع کر کے ان کی امداد کرو جس سے وہ اپنی حاجت پوری کریں چنانچہ ہم نے آپس میں تعین کر کے پانچ ہزار درہم جمع کئے اور ان کو دینے کے لئے پھر اس گاؤں کو لوٹ چلے۔ جب ہم مدیر پر پہنچے تو میر بصرہ محمد بن سلیمان جھروکے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام سے کہا ابراہیم ابن شبیب کو میرے پاس بلانا جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہاں سے آئے ہو۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ امیر نے کہا مجھ پر تم سب سے زیادہ حق ہے اور اسی وقت دس ہزار کا توڑا منگا کر اور ایک فراش کے کندھے پر رکھوا کر میرے ہمراہ کر دیا۔ میں اور خوش

ہوا اور جلدی سے اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا اور ان کے دروازہ پر پہنچ کر سلام کیا۔ وہ جواب دیتے ہوئے باہر نکلے۔ جب میرے ہمراہ فراش کو اور اشرفیوں کے توڑوں کو دیکھا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور کہنے لگے اے شخص تجھے مجھ سے کیا علاقہ۔ کیا تو مجھے فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے میں نے کہا اے ابو عبداللہ بیٹھ جاؤ۔ واقعہ یہ ہے چنانچہ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ میں نے کہا تم جانتے ہو کہ وہ ایک ظالم امیر ہے تم خدا کے واسطے اپنے نفس کو بچاؤ اور یہ لے لو یہ سن کر ان کا غصہ اور تیز ہوا۔ اسی وقت گھر میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔ میں ناامید ہو کر امیر کے پاس لوٹ آیا اور بغیر سچ کہنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ناچار واقعہ بیان کیا سنتے ہی کہنے لگا۔ یہ شخص خارجی معلوم ہوتا ہے اور غلام سے کہا تلوار لے آؤ۔ جب وہ لے آیا تو میرے ساتھ کر دیا اور کہا ان کے ساتھ جا کر اس کا سر کاٹ لاؤ۔ میں نے کہا خدا امیر کو سلامت رکھے اس شخص کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ وہ خارجی نہیں ہے۔ میں انہیں کو تمہارے پاس بلاتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں میرا مقصود ان کو اس سے بچانا تھا۔ اس پر امیر کو اطمینان ہوا اور میں روانہ ہو کر ان کے دروازہ پر پہنچا اور سلام کیا تو ان کی بیوی کو روتا ہوا پایا کہنے لگی کچھ خبر بھی ہے تمہارے ابو عبداللہ کا کیا قصہ ہوا۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے کہا انہوں نے گھر میں آ کر جو کچھ ان کے پاس تھا رکھ دیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور میں نے انہیں یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے اور فتنہ میں نہ ڈال یہ کہتے ہوئے لیٹ گئے میں ان کے پاس پہنچی تو ان کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ ان کی لاش موجود ہے۔ میں نے کہا اے بیوی یہ ہمارا بہت ہی بڑا قصہ ہے پس اب اس کا ذکر ہی نہ کرو یہ کہہ کر ویسے ہی لوٹ کر میں امیر کے پاس آیا اور سارا حال میں نے اس سے بیان کیا۔ امیر نے کہا میں اس شخص کی نماز پڑھاؤں گا۔ یہ خبر شہر میں مشتہر ہوئی۔ چنانچہ تمام اہل شہر مع امراء و روساء کے جنازہ میں شریک

ہوئے۔ رضی اللہ عنه و نفعنا به۔

حاصل...... بیشک دنیا میں ایسے اللہ والے بھی گزرے ہیں کہ جو ساری زندگی اپنے آپ کو دنیا سے بچاتے رہے، اور جب دنیا میں پھنسنے کا وقت آیا تو دنیا ہی سے چل بسے، اور دوسری طرف ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ ہم کس قدر دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرکے آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۲۹

انیاؤ پور شہر کا قصّہ

انیاؤ شہر تھا انیاؤ پوران نفی کا کلمہ ہے نیاؤ کے معنٰی ہیں انصاف اور پور شہر کو کہتے ہیں اس کے معنٰی ہوئے بے انصافی کا شہر، چنانچہ ایک گرو اور ایک چیلہ اس شہر میں جا پہنچے اور چیزوں کا بھاؤ پوچھا سب کا بھاؤ سولہ سیر گیہوں بھی سولہ سیر چنے بھی سولہ سیر گھی بھی سولہ سیر نمک بھی سولہ سیر گوشت بھی سولہ سیر غرض سب کا ایک ہی بھاؤ گرو نے یہ حال دیکھ کر چیلے سے کہا کہ یہاں سے چلو یہ شہر رہنے کے قابل نہیں یہاں کھرے کھوٹے سب ایک بھاؤ ملتے ہیں چیلہ نے کہا ہم تو یہاں رہیں گے خوب گھی کھائیں گے طاقت آئے گی ہر چند گرو نے سمجھایا مگر اس نے ایک نہ مانی خیر ایک عرصہ تک وہاں رہے افراط سے سب چیزیں ملیں چیلہ کھا کھا کر خوب موٹا ہوا، ایک دفعہ اتفاق سے ایوان شاہی پر پہنچے۔ راجہ کے یہاں ایک مقدمہ پیش تھا وہ یہ کہ دو چور کسی مہاجن کے یہاں گئے تھے چوری کرنے نقب دے کر ایک باہر پہرے پر رہا ایک اندر گیا اس پر وہ دیوار گر پڑی دب کر مر گیا اس کے ساتھی نے دعویٰ دائر کر دیا

کہ اس نے ایسی کمزور دیوار بنائی تھی کہ وہ گر پڑی مہاجن حاضر کیا گیا اس نے عذر کیا کہ میرا قصور نہیں معمار نے ایسی دیوار بنائی تھی معمار حاضر کیا گیا اس سے پوچھا اس نے کہا مزدور نے گارا پتلا کر دیا تھا اس نے اینٹ کو اچھی طرح نہیں پکڑا مزدور حاضر کیا گیا اس سے پوچھا گیا اس نے کہا سقہ نے پانی زیادہ چھوڑ دیا تھا اس لئے گارا پتلا ہو گیا سقہ حاضر کیا گیا اس نے کہا کہ سرکاری ہاتھی میری طرف دوڑا آرہا تھا مشک کا دہانہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اس لئے پانی زیادہ پڑ گیا فیل بان کو حاضر کیا گیا اس نے کہا کہ ایک عورت بجتا ہوا زیور پہنے آرہی تھی پازیب کی جھنکار سے ہاتھی چونک گیا وہ عورت حاضر کی گئی اس نے کہا کہ سنار نے پازیب میں باجا ڈال دیا تھا سنار کو حاضر کیا گیا اس کو کچھ جواب نہ آیا آخر کہیں تو سلسلہ ختم ہوتا یہ تجویز ہوا کہ اس سنار کو پھانسی دی جائے اس کو پھانسی پر لے گئے اور گلے میں پھانسی ڈالی اس کی گردن ایسی پتلی تھی کہ حلقہ اس کے گلے میں برابر نہ آیا۔ حلقہ تھا بڑا اجلا د نے آکر کہا کہ حلقہ اس کے گلے میں نہیں آتا۔ اس پر یہ تجویز ہوا کہ کسی موٹے شخص کو پھانسی دیدو۔ تلاش ہوئی تو سوائے چیلہ صاحب کے اتنا موٹا اور کوئی نہ ملا اس کو پکڑ کر لے گئے۔ انہوں نے گروجی سے کہا اب کیا کروں، گروجی نے کہا بھائی میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ شہر رہنے کے قابل نہیں۔ مگر تو نے نہ مانا اب کئے کو بھگت۔ چیلے نے کہا، حضور کسی طرح بچائیے، کچھ تو کیجئے۔ آخر آپ کا بچہ ہوں۔ گرو نے تدبیر نکالی آپس میں جھگڑنا شروع کیا۔ گرو کہے کہ مجھے پھانسی دو اور چیلہ کہے کہ مجھے پھانسی دو، خوب جھگڑے یہاں تک کہ راجہ تک نوبت پہنچی راجہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ گرو نے کہا کہ، یہ ایک ساعت ہے کہ جو کوئی اس ساعت پھانسی میں چڑھے تو سیدھا بیکنٹھ کو جائے اس لیے ہم جھگڑتے ہیں کہ پھر ایسی ساعت نہ ملے گی، راجہ نے کہا کہ پھر اس سے بہتر موقع کہاں نصیب ہوگا، ہمیں پھانسی دے دو، چنانچہ اس منحوس کو پھانسی دے دی گئی ایسے

راجہ کو پھانسی ہی دینا اچھا، پاپ کٹا "خس کم جہاں پاک" یہ قصہ تھا اُن نیاؤ پور کا سو بہت سے لوگ مسلمان ہو کر ایسی ہی سلطنت سمجھتے ہیں خدا کی جیسی اُن نیاؤ پور کی حکومت کہ کوئی قاعدہ اور قانون ہی نہیں۔ اندھا دھند معاملہ ہے، جس کے کچھ اصول ہی نہیں۔ (بحوالہ حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

حاصل...... ایسے جاہل حکمرانوں سے بچنے کی اللہ سے دعا مانگنی چاہئے، بیشک جب حکمران صالح نہ ہوں تو اس کا اثر پورے علاقے پر پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۳۰

دینداروں کی مقبولیت

کسی شہر میں دو میاں بیوی رہتے تھے جو نہایت محتاج، مگر دیندار اور دولت صبر و شکر کے تاجدار تھے ہر حال میں شکر خدا بجالاتے ایک مرتبہ جب چند روز تک کچھ کھانے کو میسر نہ آیا تو مرد نے اپنی عورت سے کہا، دو تین دن سے ہمارے گھر میں آگ تک نہیں جلی ایسا نہ ہو کہ ہمارے ہمسایوں کو ہمارا یہ حال معلوم ہو کر ملال ہو اور ہم ان کی نظروں میں حقیر معلوم ہونے لگیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم تنور میں آگ جلا دو تاکہ ہمسایوں کی یہ بدگمانی دور ہو جائے یہ سن کر اس نیک سیرت بیوی نے ایسا ہی کیا تنور سے دھواں اٹھتا دیکھ کر کوئی پڑوسن آگ لینے آئی دیکھتی کیا ہے کہ سارا تنور روٹیوں سے بھرپور ہے یہ دیکھ کر اس نے اس نیک سیرت بیوی سے کہا کہ تنور میں روٹی لگا کر ایسی بے خبر ہو گئیں کہ پھر خبر بھی نہ لی یہ سن کر گھر والی عورت نے جا کر دیکھا تو واقعتاً قدرت خدا کا عجیب تماشا نظر آیا اور تنور کو روٹیوں سے لبریز پایا جن کو نکال کر اس نے شوہر کے سامنے لا رکھا اور وہ خود حیرت میں ہو گئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ دیکھ کر

اس کے شوہر نے بتایا کہ اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے؟ وہ قادر مطلق تو اس سے بھی زیادہ ہزاروں قدرتیں رکھتا ہے پھر سب گھر والوں نے خوب شکم سیر ہو کر روٹیاں کھائیں اور خدا کا شکر ادا کیا اب عورت نے قرینے سے پہچانا کہ میرا شوہر صاحب کرامت ہے اور یہ سب کچھ اس کی قوت ایمانی کا ظہور ہے کہنے لگی، جناب باری میں کوئی ایسی دعا کروں کہ وہ ہم کو کوئی ایسی چیز عنایت فرما دے جس سے دنیا کے روز روز کے فکر دور ہو جائیں اور فارغ البالی کے ساتھ ہم دن رات خدا کی عبادت میں لگے رہیں شوہر نے کہا وہ ہمارے سب حال سے واقف ہے اور جو اس کے نزدیک بہتر ہوتا ہے اپنے بندوں کے ساتھ وہی کرتا ہے اس میں عرض معروض کی کیا حاجت ہے؟ مگر جب عورت نے زیادہ مجبور کیا تو ایک دن آخر شب میں جو اجابت دعا کا وقت ہے دعا کی میرے مولا! تو ہمارے حال سے اچھی طرح واقف ہے تیرے سامنے کسی بات کے عرض کرنے کی حاجت نہیں مگر تیری لونڈی نے مجھے مجبور کر دیا اگر تو چاہے تو اس کی امید پوری کر دے اور اس غلام کو اس کی کشاکشی سے نجات دے چنانچہ اس کی دعا پر ایک طاق سے کوئی ہاتھ باہر نکلا جس میں ایسا روشن جوہر تھا جس سے تمام گھر روشن ہو گیا پھر وہ ہاتھ غائب ہو کر طاق بند ہو گیا۔

یہ دیکھ کر شوہر نے بیوی کو جگایا کہ جلدی اٹھ خدا نے تیرے دل کی مراد پوری کر دی یہ سن کر وہ عورت جھنجھلاتی ہوئی بیدار ہوئی کہ، مجھ کو کیوں جگایا؟ میں تو ایک لطیف خواب دیکھ رہی تھی کہ جنت ہر طرح سے سجی ہوئی ہے اور اس میں ایک نہایت عمدہ مکان زر و جواہر سے بنا ہوا اس قدر مزین اور روشن ہے جو آفتاب عالم تاب کو شرماتا ہے اس کی زرق برق دیکھ کر میں کھوئی ہوئی تھی جب کچھ ہوش آنے پر میں نے پوچھا، یہ عالی شان مکان کس خوش نصیب کو ملے گا؟ تو جواب ملا تم دونوں میاں بیوی کے لئے ہے یہ سن کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی پھر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک روشن موتی اس

مکان سے گم ہوگیا اور مکان بدنما اور بدزیبا معلوم ہونے لگا میں نے پوچھا، یہ کیا ہوا؟ جواب ملا کہ وہ روشن موتی جس سے تیرا مکان روشن تھا تیری خواہش کے مطابق دنیا میں چلا گیا جس قدر تو دنیا میں راحت و آرام اور رونق و آسودگی چاہے گی اسی قدر یہاں کی راحتوں میں کمی آجائے گی یہ سن کر میں بدحواس ہوگئی اور دنیا کی لذت و آرام سے بے نیاز میں اسی کشمکش میں تھی کہ تم نے مجھے جگادیا لہٰذا بارِ خدا جناب باری میں پھر دعا کیجئے کہ یہ روشن موتی جہاں سے گم ہوا ہے پھر اپنے مقام میں چلا جائے کیونکہ دنیا کی راحت بے ثبات پر باقی مکان کو ناقص بنادینا سخت حماقت ہے چنانچہ اس کے شوہر نے پھر کمال وگریہ وزاری سے عرض کیا کہ خداوند تو بڑا رحیم و حکیم ہے تو نے اپنی لونڈی کو جنت کی لذتوں کا مزا چکھا کر دنیاوی لذتوں سے چھڑا دیا اور اس طرح ایک مخالف کو موافق بنادیا میں تیری اس عنایت کا کس زبان و دل سے شکر ادا کر سکتا ہوں؟ تو اچانک اسی طاق سے پھر ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس روشن گوہر کو لے جا کر اس کے مقام پر پہنچا دیا۔ (بحوالہ حکایات الصالحین)

حاصل...... سبحان اللہ! اللہ کی کیا عجیب قدرت ہے کہ اپنے فرمانبردار بندوں کو دنیا ہی میں جنت کے دیدار سے مشرف فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۳۱

حضرت بہلولؒ اور ایک لڑکے کا واقعہ

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جارہا تھا ، راستے میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا ان کے

قریب کھڑا رورہا تھا مجھے خیال ہوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں، ان کی وجہ سے رورہا ہے۔ میں نے اس کو کہا بیٹا تجھے میں اخروٹ اور بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا۔ اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر کہا۔ ارے بیوقوف کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر کس کام کے واسطے۔ کہنے لگا علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے میں نے کہا اللہ جل شانہ آپ کی عمر میں برکت کرے تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی کہنے لگا حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

"افحَسِبتُم أنما خلقنا کم عبثاً" (مؤمنون ع ٦)

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے۔ میں نے کہا بیٹا تو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر۔ اس نے چار شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چلا جاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ گیا) دنیا ہر وقت چلنے کے لئے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لئے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لئے باقی رہتی ہے نہ کوئی زندہ دنیا کے لئے باقی رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں پس او بیوقوف جو دنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، ذرا غور کر اور دنیا سے اپنے لئے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے"۔ یہ شعر پڑھ کر اس لڑکے نے آسمان کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور آنسو کی لڑی اس کے رخساروں پر جاری تھی اور یہ دو شعر پڑھے۔

یامن الیه المبتهل — یامن علیه المتکل

یامن اذا ما آمل — یرجوه لم یخط الامل

جن کا ترجمہ یہ ہے......اے وہ پاک ذات کہ اسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اس سے کوئی امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہوسکتا اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے۔

یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اس کے منہ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی، پونچھنے لگا۔ جب اس کو ہوش آیا تو میں نے کہا۔ ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا، ابھی تو تم بچے ہو۔ ابھی تمہارے نامہ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا۔ کہنے لگا بُہلول ہٹ جاؤ، میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہے تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ہی چولہے میں رکھتی ہیں، اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ دیا جاؤں۔ میں نے کہا۔ صاحبزادے بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اس نے اس پر چودہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکے چلا آ رہا ہے۔ اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم لباس سے آراستہ کیا۔ حالانکہ میرے بدن کے لئے (قبر میں جا کر) گلنے اور سڑنے کے علاوہ چارہ کار نہیں۔ وہ منظر اس وقت گویا میرے سامنے ہے جبکہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہو گا اور نیچے قبر کا گڑھا ہو گا اور میرا یہ حسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتی کہ میری ہڈیوں پر نہ گوشت رہے گا نہ کھال رہے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جا رہی ہے، اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہوتیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرہ سا بھی ساتھ نہیں، اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا، اور بڑی بُری

حرکتیں کی ہیں جواب واپس بھی نہیں ہو سکتیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ بغیر کیا نہیں ہو سکتا) اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لئے پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں وہ کل کو اس مالک کے سامنے ظاہر ہوں گے (اس کی پیشی میں پیش ہوں گے) اس میں شک نہیں کہ مجھے اس کا خوف ضرور تھا لیکن میں اس کے غایت حلم پر بھروسہ کرتا رہا (جس کی وجہ سے جرأت ہوتی رہی) اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے' اس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے بے شک تمام تعریفیں اسی پاک ذات کے لئے ہیں۔ اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی، تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو ولعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہوگئی (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کو بخشنے والا میری مغفرت کر دے۔ جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے، تو آقا ہی اس کو معاف کرتا ہے۔ بے شک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی، اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میری بدن کو جلائے گی تو میرا کیا حال بنے گا، جب کہ سخت سے سخت پتھر بھی اس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ میں موت کے وقت بھی تنِ تنہا رہ جاؤں گا، قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا، قبر سے بھی اکیلا ہی اٹھوں گا (کسی جگہ بھی میرا کوئی معین و مددگار نہ ہوگا)۔ پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے وحدہ لاشریک لہ ہے، ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تنِ تنہا رہ گیا''۔ بہلولؒ کہتے ہیں کہ اس کے یہ اشعار سن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا۔ بڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا

تھا۔ میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا۔ وہ کہنے لگے تو اس کو نہیں جانتا، یہ حضرت حسینؓ کی اولاد میں ہے۔ میں نے کہا۔ مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے؟ واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے متمتع فرمائے آمین۔ (بحوالہ فضائل صدقات)

حاصل...... بیشک اس واقعہ کی ایک ایک نصیحت میرے اور آپ کے لئے مشعلِ راہ ہے، چنانچہ ان قیمتی نصیحتوں کو ہمیں اپنی زندگی کا حصّہ بنالینا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر......۳۲

مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب بن ابی طالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اوران کے سردار فخر دو عالم ﷺ کو جب کفار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور ﷺ نے صحابہ ؓ کو اس کی اجازت فرمادی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی حبشہ کے بادشاہ اگر چہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحم دل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہنچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہو گئے

اور اسلام کو غلبہ ہو گیا اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آ گئے لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جوتراسی ۸۳ مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لیے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اس کے خواص اور پادریوں کے لیے بھی بہت سے ہدیئے لے کر گیا جا کر اول پادریوں اور حکام سے ملا اور ہدیئے دے کر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حکام نے تائید کی انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں اور آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے ہم کو شرفائے مکہ نے اور ان لوگوں کے باپ چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں۔ آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق کئے ان کو حوالہ نہیں کر سکتا اول بلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالہ کر دوں گا چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا مسلمان اول بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہیے۔ اور بادشاہ

کے یہاں پہنچ کر سلام کیا کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے نبی نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کیے۔ حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے پتھروں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے برے کام کرتے تھے رشتہ ناتوں کو توڑتے تھے ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو، اس کی سچائی کو، اس کی امانت داری کو، پرہیز گاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے سخت منع فرمایا۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا برے کاموں سے منع کیا اس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا امانت داری کا حکم کیا، صلہ رحمی کا حکم کیا پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا نماز روزہ صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے، زنا بدکاری جھوٹ بولنا یتیم کا مال کھانا کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے برے عمل سے منع فرمایا ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی کے ارشاد سے آئے ہیں، بادشاہ نے کہا۔ اچھا جو قرآن تمہارے نبی لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کے داڑھیاں تر ہو گئیں اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے

پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اُٹھانا پڑی آپس میں صلح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل کو میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے گا۔ ساتھیوں نے کہا ابھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لوگ اگر مسلمان ہو گئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا، دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اُن کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی بہر حال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اُس کی روح ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریمؑ کی طرف ڈالا نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں کچھ چیخ کرنے لگے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہے کہو اس کے بعد نجاشی نے ان کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم امن سے رہو جو تمہیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ اس کی وجہ سے وہاں مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا۔ تو پھر کفار مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا ظاہر ہے۔ اسکے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے اس لیے سرداران مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کر دینا آسان کام نہ تھا۔ اس لیے کہ بنو ہاشم بھی بڑے چھتے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ وہ اگر چہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضور ﷺ کے قتل

ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے اس لیے ان سب کفار مکہ نے مل کر معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بائیکاٹ کیا جاوے، نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کرے نہ بات چیت کرے نہ اُن کے گھر جائے نہ اُن کو اپنے گھر آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور ﷺ کو قتل کے لیے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم ۷ ؁ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا۔ تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سا سامان غلّہ وغیرہ جو ان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گزرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گذری ہوں گی وہ ظاہر ہے لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔ (بحوالہ حکایاتِ صحابہؓ)

حاصل...... بیشک حضور ﷺ کے پیارے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں، جس طرح صحابہ کرامؓ نے استقامت کے ساتھ دین اسلام کا دفاع

کیا اسی طرح ہمیں بھی اپنے اس دین کی حفاظت کرنی چاہیئے اسی میں ہم سب کی کامیابی مضمر ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۳۳

عبداللہ بن مبارکؒ اور ایک نیک خاتون کا سبق آموز واقعہ

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے گھر کا حج کرنے نکلا اور اس کے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کا بھی ارادہ تھا۔ تو میں ابھی راستے میں تھا۔ اور اس جگہ کا نام تھا سواد مقام، وہاں ایک بڑھیا عورت اون پہنے اور اون کی اوڑھنی اوڑھے پائی میں نے کہا: "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"

اس نے جواب دیا: "سَلَامٌ قَوْلاً مِن رَّبٍ الرَّحِيْم" (یٰس ع۴ آیت ۵۸)

ترجمہ: "سلام پروردگار مہربان کی طرف سے کہا جائے گا۔"

میں نے پوچھا: "اللہ تجھ پر رحم کرے اس جگہ کیا کر رہی ہے؟"

اس نے جواب دیا: "مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ"

ترجمہ: "جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور اللہ ان کو چھوڑ دیتا ہے ان کی سرکشی میں کہ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔"

تو میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ گم کر بیٹھی ہے تو میں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

اس نے جواب دیا: "سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر۔ (بنی اسرائیل ع۱ آیت:۱)

ترجمہ: "وہ (ذات) پاک ہے جو بندے کو مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔"

تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتی ہیں پھر میں نے پوچھا کتنے عرصے سے یہاں ہو آپ۔

تو اس نے کہا: "قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّا سَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا" (سورۃ مریم ع ۲ آیت: ۱۰)

ترجمہ: "کہا کہ پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہو کر تین رات (دن) لوگوں سے باتیں نہ کر سکو گے۔"

پھر میں نے پوچھا کس چیز کے ساتھ وضو کرتی ہو؟

اس نے جواب دیا:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا"

(سورۃ النساء ع ۴ آیت: ۴۳)

ترجمہ: "مؤمنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو، نماز کے پاس مت جاؤ، جب تک کہ غسل نہ کر لو ہاں اگر بحالت سفر رستے چلے جا رہے ہو، (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کر سکو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو) اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو تم میں سے کوئی بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تم کو پانی نہ ملے، تو پاک مٹی اور منہ ہاتھ کا مسح (کر کے تیمم) کر لو، بے شک خدا معاف کرنے

والا (اور) بخشنے والا ہے۔"

پھر میں نے کہا میرے پاس کھانا ہے کھانے میں رغبت ہے؟ کھالو۔

اس نے کہا: "اُحِلَّ لَکُم لَیْلَةَ الصِیامِ الرَّفثُ اِلٰی نِسآئکُم ھُنَّ لِبَاسٌ وَاَنْتُم لِبَاسٌ لَّھنَّ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُم کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُم فَتَابَ عَلَیْکُم وَعفَا عَنْکُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ وکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیطِ الْاَسْودِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیامَ اِلَی الَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْ ھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلاَ تَقْرَ بُوْ ھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ" (سورۃ البقرہ ع ۷ آیت:۱۸۷)

ترجمہ...... "روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورت کے پاس جانا جائز کر دیا گیا وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو خدا کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کر گئے تھے سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر فرما کر اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔ اور خدا نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو (خدا سے) طلب کرو اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو اور جب تک تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو یہ خدا کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا اسی طرح خدا اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔" (یعنی بڑھیا کی مراد تھی کہ میرا روزہ ہے۔) تو میں نے پوچھا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے؟ (پھر روزہ کیا؟)

اس نے کہا: "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَ ۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ"

(سورۃ البقرہ ع ۱۹ آیت:۱۵۸)

ترجمہ...... "بے شک (کوہ) صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں طواف کرے (بلکی طواف ایک قسم کا نیک کام ہے) اور جو کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قدر دان جاننے والے ہیں۔"

(یعنی میرا نفلی روزہ ہے۔) تو میں نے کہا سفر میں تو روزہ (فرض بھی) نہ رکھنا جائز ہے۔ (یہ تو پھر بھی نفلی ہے)؟

اس نے جواب دیا: "اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (سورۃ البقرہ ع ۷ آیت: ۱۸۴)

ترجمہ: "(روزوں کے دن) گنتی کے چند دن ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت (نہ) رکھیں تو وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلایا کریں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔"

(یعنی بڑھیا کی مراد تھی کہ) روزہ نہ رکھنے کی اگرچہ اجازت ہے لیکن روزہ رکھنا زیادہ بہتر فرمایا ہے۔

پھر میں نے آخر پوچھ ہی لیا، کہ تو اس طرح بات کیوں نہیں کرتی؟ جیسے میں بول رہا ہوں۔

تو اس نے جواب دیا: "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا" (سورۃ بنی اسرائیل ع ۴ آیت: ۳۶)

ترجمہ: "اور (اے بندے) جس چیز کا تجھ کو علم نہیں (اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں) تو اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (اعضاء) سے ضرور باز پرس ہوگی۔

تو میں نے کہا مجھ سے خطا ہوگئی ہے لہٰذا درگزر فرمائیں۔"

اس نے تو کہا: "قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ" (سورۂ یوسف ع ۱۰ آیت: ۹۲)

ترجمہ: "(یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ آج کے دن تم پر کچھ عتاب نہیں ہے خدا تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔"

پھر میں نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھ کو اپنی اس اونٹنی پر سوار کر کے تیرے قافلے تک پہنچا دوں؟

اس نے جواب دیا: "اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ" (سورۃ البقرہ ع ۹ آیت: ۱۹۷)

ترجمہ ...... "حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہے۔ تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے، اور نہ کوئی بُرا کام کرے، اور نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ خدا کو معلوم ہو جائے گا۔ اور زادِ راہ (یعنی راستے کا خرچ پانی) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادِ راہ (کا) پرہیز گاری ہے۔ اور اے اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو۔"

تو میں نے اپنی اونٹنی بٹھا دی (تاکہ وہ سوار ہو جائے)۔

تو اس نے کہا: "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ" (سورۃ النور ع ۱۰ آیت: ۳۰)

ترجمہ: "مؤمنین کو کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ (رکھنے والی چیز) ہے بے شک اللہ خبر رکھنے والا ہے جو بھی وہ کرتے ہیں۔"

تو میں نے اپنی نگاہیں پست کر لیں اور اس کو کہا سوار ہو جاؤ لیکن جب وہ سوار ہونے

لگی تو اونٹنی بدک گئی اور اس کے کپڑے پھٹ گئے۔

تو کہنے لگی "وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ،

(سورۃ الشوریٰ ع۵ آیت:۳۰)

ترجمہ: "اور جو بھی تم کو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور اللہ (تو بہت سی لغزشیں)، معاف کر دیتا ہے۔"

میں نے کہا صبر کرو میں اس کی ٹانگیں باندھ دوں؟

تو اس نے کہا: "فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ" (سورۃ الانبیاء ع۶ آیت:۷۹)

ترجمہ: "تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکم نبوت) اور علم بخشا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کا تابع کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور جانوروں کو بھی (تابع) کر دیا تھا اور ہم ہی (ایسا کرنے والے تھے۔"

تو پھر میں نے اونٹنی کے پاؤں باندھے اور اس کو کہا سوار ہو جائیں۔ جب وہ سوار ہو گئی تو اس نے کہا: "لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" (سورۃ الزخرف ع۷ آیت:۱۳،۱۴) (یہ سوار ہونے کی دعا ہے)

ترجمہ: "تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرماں کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی اس کو بس میں کر لیتے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں تو پھر میں نے اونٹنی کی مہار تھامی اور تیز چلنے لگا اور تیز آواز حدی گاتا جا رہا تھا (اونٹ کو تیز چلانے کا کلام)۔"

تو اس نے کہا: "وَاقْصِدْ فِی مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ." (سورۃ لقمان ع ۱۱ آیت: ۱۹)

ترجمہ: "اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہ اور (بولتے وقت) آواز پست رکھ کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی سی ہے اور کچھ نہیں کہ) سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔"

تو پھر میں لگام تھامے آہستہ آہستہ چلنے لگا اور اشعار میں گنگناتا رہا۔

تو پھر اس نے کہا: "اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا. وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"

(سورۃ المزمل ع ۱۴ آیت: ۲۰)

ترجمہ: "تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات کا قیام کرتے ہو اور خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو اور اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور خدا کو نیک (اور خاص نیت سے) قرض دیتے رہو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کا خدا کے ہاں بہتر اور اچھا صلہ پاؤ گے اور خدا سے بخشش

مانگتے رہو بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

(بڑھیا کی مراد تھی قرآن پڑھنا اشعار سے زیادہ بہتر ہے) پھر میں نے کہا بے شک آپ کو خیر کثیر (بہت بھلائی) دی گئی ہے۔

تو اس نے کہا: "یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ" (سورۃ البقرۃ ع ۳۵ آیت:۲۶۹)

ترجمہ...... "(اللہ) وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔"

پھر جب میں نے اس کے ساتھ تھوڑا سا سفر کر لیا تو پوچھا کیا آپ کا شوہر ہے تو اس نے کہا: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَکُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ"

(سورۃ مائدہ ع ۱۴ آیت:۱۰۱)

ترجمہ: "مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو کہ اگر (ان کی حقیقت) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی (اب تو) خدا نے ایسی باتوں (کے پوچھنے) سے درگزر فرما دیا ہے اور خدا بخشنے والا بردبار ہے۔"

پھر میں خاموش ہو گیا اور چلتا رہا یہاں تک کہ اس کے قافلے تک اس کو پہنچا دیا پھر میں نے کہا اس قافلے میں تیرا کون ہے؟

اس نے کہا: "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا" (سورۃ کہف ع ۱۸۰ آیت:۴۶)

ترجمہ: "مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق) اور زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت

بہتر ہے تو میں نے جان لیا کہ قافلے میں اس کے لڑکے ہیں۔"

پھر میں نے پوچھا ان کی علامتیں کیا ہیں؟

تو اس نے کہا: "وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ." (سورۂ نحل: آیت ۱۶)

ترجمہ: "اور (راتوں میں) نشانات بنادیئے گئے اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں پھر مجھے پتہ چل گیا کہ وہ قافلے کو راستہ بتانے والے آگے آگے چلنے والے ہیں پھر میں آگے کی طرف پہنچا اور شروع کے خیموں میں پوچھا کہ ان میں سے تیرا کون ہے۔"

اس نے جواب دیا: "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيْلًا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ"

ترجمہ: "اور ابراہیم اللہ نے اپنا دوست بنالیا اور موسیٰ سے اللہ نے باتیں کیں، اے یحییٰ کتاب کو مضبوط سے تھام (حفظ کر) تو میں (سمجھ گیا اس کے لڑکوں کے یہ نام ہیں) اور آواز دی اے ابراہیم! اے موسیٰ! اے یحییٰ۔"

تو اندر سے خوبصورت جوان نکلے گویا کہ چاند متوجہ ہو گئے ہیں جب ان کے ساتھ بیٹھا تو بڑھیا نے کہا: "وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا." (سورۂ کہف: ۱۹)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے رفاقت کریں ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنے عرصے رہے؟ انہوں نے کہا جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے تو اپنے میں سے کسی کو روپیہ دے کر شہر بھیجو دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے تو اس میں سے کھانا لے آنا اور آہستہ آہستہ آیا جائے اور تمہارا حال کسی کو

نہ بتائے۔"

اور پھر ان لڑکوں میں سے ایک اٹھا اور کھانا خرید کر لایا پھر انہوں نے کھانا میرے آگے رکھ دیا تو بڑھیا نے کہا: "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئاً بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ"

(سورۃ حاقہ: آیت ۲۴)

ترجمہ...... "کھاؤ اور پیو خوشی سے بسبب اس کے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیا۔"

پھر میں نے کہا، مجھ پر تمہارا کھانا حرام ہے یہاں تک کہ تم مجھے اس (بڑھیا) کی خبر دو تو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں ہے چالیس سال سے۔ قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں بولتی اس خوف سے کہ کہیں لغزش (زبان) ہو جائے اور اس پر رحمٰن کی ناراضگی اتر پڑے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ (اس کے لئے کیا مشکل ہے)

پھر میں نے کہا:

"ذالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔" (سورہ جمعہ: ۱۴)

ترجمہ: "یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

(بحوالہ اسلاف کی یادیں)

حاصل...... بیشک قرآن سے محبت کرنا ایک عظیم اور اعلیٰ کام ہے، زہے نصیب جسے قرآن کی حقیقی محبت نصیب ہو جائے، یقیناً اس واقعہ میں ہمارے لئے بہت سے سبق مضمر ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۳۴

مرد مومن کی ثابت قدمی اور ایثار

بیان کیا جاتا ہے کہ روم کے ایک جنگجو بہادر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو قید کر لیا اور شاہ روم سے بیان کیا کہ مسلمانوں میں ایک شخص نہایت قوی اور مہیب قسم کا انسان ہے جس کو دیکھ کر بھی خوف معلوم ہوتا ہے یہ سن کر بادشاہ روم نے اس شخص کو دیکھنے کے لئے طلب کیا اس زمانہ کے دستور کے مطابق شاہ روم کے سامنے ایک زنجیر لگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے باہر آنے والے کو بادشاہ کے سامنے جھک کر آنا پڑتا تھا جب اس مرد مومن نے زنجیر دیکھی اور معلوم ہوا کہ اس کے نیچے سے جھک کر آگے جانا ہوگا تو اس نے بادشاہ کے پاس جانے سے انکار کر دیا تب شاہ روم نے اس زنجیر کو اٹھانے کا حکم دیا کہ وہ شخص اس کے پاس آسکے جس کو دیکھنا اور اس سے باتیں کرنا منظور تھا چنانچہ جب وہ شخص بادشاہ کے پاس گیا تو بادشاہ نے اس شخص سے کہا کہ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ تاکہ میں اپنی انگوٹھی تم کو پہنا کر روم کی سلطنت عطا کر دوں یہ سن کر اس مرد مومن نے دریافت کیا کہ دنیا کا آخر کتنا حصہ تیرے قبضہ میں ہے؟ بادشاہ کہنے لگا کہ دنیا کا تقریباً تہائی یا چوتھائی حصہ میرے قبضہ میں ہے اس مرد مومن نے جواب دیا کہ اگر پوری دنیا تیرے قبضہ میں زر و جواہرات سے پر ہوتی اور تو ایک دن کی اذان کے عوض مجھے دیتا تو میں اس کو بھی قبول نہ کرتا چہ جائیکہ تو اپنی سلطنت کے عوض میرا ایمان خریدنا چاہتا ہے شاہ روم نے یہ سن کر دریافت کیا کہ اذان کیا چیز ہے؟ مرد مومن نے جواب دیا کہ سن! اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ ! اذان ہی کا ایک کلمہ ہے یہ سن کر شاہ روم سمجھ گیا کہ اس کے دل میں حضرت محمد (ﷺ) کی محبت سما چکی ہے اب اس طرح کام نہیں چلے گا یہ سوچ کر اس نے حکم دیا کہ اچھا ایک دیگ میں پانی کھولا کر اس شخص کو اس میں ڈال دیا جائے تاکہ کھولتے پانی میں پڑ کر اس کا کام تمام ہو جائے یا خوف کھا کر اپنے دین سے پھر جائے چنانچہ حکم شاہی کی تعمیل

کی گئی جب اس مرد مومن کو دیگ میں ڈالا گیا تو وہ بسم اللہ پڑھ کر داخل ہوا اور حکم الٰہی کی برکت سے دوسری جانب سے باہر آ گیا یہ دیکھ کر لوگوں کو اور بھی تعجب ہوا اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک اندھیری کوٹھری میں اس کو بند کر دیا جائے اور چالیس دن تک سوائے خنزیر اور شراب کے اور کوئی چیز اس کوٹھری میں نہ ڈالی جائے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور جب چالیس روز کے بعد کوٹھری کھولی گئی تو لوگوں نے دیکھا جو کچھ اس میں ڈالا گیا تھا اس میں سے مرد مومن نے کچھ بھی نہیں کھایا دریافت کیا گیا آخر تو نے اس میں سے کیوں نہیں کھایا؟ حالانکہ شریعت محمدی میں ایسی ضرورت کے وقت اس کا استعمال جائز ہے! مرد مومن نے جواب دیا کہ اگر میں اس میں سے کچھ کھا لیتا تو تم کو خوشی ہوتی میرا مقصد تو تم کو غصہ دلانا ہے پھر بادشاہ اس سے کہنے لگا کہ اچھا! اگر تو مجھے سجدہ کر لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا یہ سن کر مرد مومن نے جواب دیا کہ حضرت محمد ﷺ کے دین میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا درست نہیں ہے اس کے بعد شاہ روم نے کہا کہ اچھا میرا ہاتھ چومتا کہ میں تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو رہا کر دوں مرد مومن نے جواب دیا کہ ہاتھ کا بوسہ دینا صرف باپ، سلطان عادل اور استاد کے لئے جائز ہے دوسرے کے لئے نہیں پھر شاہ روم نے کہا کہ اچھا میری پیشانی کو بوسہ دو تو اس پر مرد مومن نے جواب دیا کہ ہاں یہ ایک شرط کے ساتھ ممکن ہے بادشاہ نے کہا جس طرح تم کو منظور ہو پس مرد مومن نے اپنی آستین اس کی پیشانی پر رکھی اور اس کو چوم لیا اس نیت سے کہ میں اپنی آستین کو بوسہ دے رہا ہوں اس کے بعد بادشاہ نے اس مرد مومن کو مع اس کے ساتھیوں کے بہت کچھ مال و زر دے کر رہا کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اگر یہ شخص ہمارے شہر میں ہمارے دین پر ہوتا تو ہم اس کی پرستش کیا کرتے۔ چنانچہ جب وہ شخص مرد مومن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے حکم دیا کہ

مال سب کا سب اپنے ہی لئے مخصوص نہ کرلو بلکہ اس میں سے رسول اللہ ﷺ کے شہر کے لوگوں کو بھی شامل کرلو یہ سن کر مرد مومن نے اس کی تعمیل کی اور جو عطیہ یا نذرانہ اس کو ملا تھا اس میں سب لوگوں کو شریک کرلیا۔

حاصل...... سچ ہے جو شخص ایمان و اخلاص کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ زندگی کے ہر موڑ پر صرف اور صرف اللہ ہی پر نظر رکھیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۳۵

ایمان کی کشش

مکہ میں پیارے رسول ﷺ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے دس سال گزر چکے تھے۔ مکہ کے گلی کوچوں میں ہر طرف اسلام کے چرچے تھے۔ بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں مسلمان ہوچکی تھیں کچھ بچے بھی مسلمان ہوچکے تھے۔ پیارے نبی ﷺ کی زبان مبارک میں یہ اثر تھا۔ کہ جو بھی آپ کی زبان سے حق کی آواز سنتا، آپ کے ساتھیوں میں شامل ہو جاتا اور آپ ﷺ پر جان چھڑ کنے لگتا۔ یہ حالت دیکھ کر مکہ کے کافر بہت جھنجھلاتے۔ رسول اللہ ﷺ کو جادوگر کہتے اور لوگوں کو روکتے اور ان پر زور ڈالتے کہ ان کی باتیں نہ سنو۔

انہی دنوں یمن کے ایک مشہور شاعر طفیل مکے میں آئے یہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اور یمن کے لوگ ان کو بہت مانتے تھے جب یہ مکہ پہنچے تو مکہ والوں نے ان کا بڑا شاندار استقبال کیا اور بڑی عزت سے پیش آئے۔ مگر مکہ والوں کو یہ فکر ہوگئی کہ اگر کہیں طفیل نے محمد ﷺ کا کلام سن لیا تو یہ ضرور مسلمان ہوجائیں گے۔ وہ کلام ہے ہی ایسا کہ سننے

والا بغیر اثر لئے رہ ہی نہیں سکتا۔ اور پھر طفیل تو خود ایک شاعر ہیں کلام کی اچھائی کو پرکھنے والے ہیں۔ محمد کا اونچا پُر اثر کلام اور پھر ان کے سیرت و اخلاق کی کشش طفیل نے اگر ان کو دیکھا تو مسلمان ہو ہی جائیں گے۔ اور اگر یہ مسلمان ہو گئے تو ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔

مکہ والوں کے لئے طفیل کا یہاں آنا ایک بڑا حادثہ بن گیا، طفیل نے ان کو بڑی فکر میں ڈال دیا۔ سب سمجھ دار لوگ مل جل کر بیٹھے۔ آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے ہو گیا کہ جیسے بھی ہو طفیل کو محمدؐ سے ملنے نہ دیا جائے۔ کچھ لوگ طفیل کے پاس پہنچے اور اور بڑی رازداری اور خیر خواہی کے انداز میں طفیل سے کہا۔ آپ نے ضرور ذکر سنا ہوگا۔ ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں وہ کچھ دنوں سے اپنے آپ کو نبی کہنے لگے ہیں، بڑے زبردست جادوگر ہیں ان کی باتوں میں بلا کا اثر ہے۔ ان کی باتیں سننے والا ان کے جادو سے ہرگز نہیں بچتا، جو بھی ایک بار ان کی باتیں سن لیتا ہے بس انہی کا ہو رہتا ہے، مکے کے بہت سے بھولے بھالے ان کے جادو میں پھنس گئے ہیں اور اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گئے ہیں۔ بہت سے گھرانے ہیں جہاں انھوں نے بیٹھے بٹھائے باپ بیٹوں میاں بیویوں اور چچا بھتیجوں میں لڑائی کرا رکھی ہے اور پھر جس پر بھی ان کا جادو چل جاتا ہے وہ ایسا ہکا بکا ہو جاتا ہے۔ کہ پھر وہ کسی کی نہیں سنتا بھلا کیا مجال کہ کوئی اپنی بات سے ہٹا سکے۔ آپ کو یہ سب باتیں ہم نے اس لئے سنائیں کہ آپ ہوشیار رہیں۔

طفیل نے ان لوگوں کی یہ باتیں بڑے غور سے سنیں اور دل میں طے کر لیا کہ کچھ ہو اس شخص کی بات ہرگز نہ سنوں گا کہیں میرے اوپر بھی اس کے جادو کا اثر ہو گیا تو کیا ہوگا۔ اور پھر تو طفیل کعبہ میں جب بھی جاتے کانوں میں خوب خوب روئی ٹھونس لیتے کہ کہیں اس شخص کی آواز کانوں میں نہ پڑ جائے۔

ایک دن کعبہ میں پیارے رسول ﷺ نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ اتفاق کی بات طفیل بھی پہنچ گئے خدا کا کرنا قرآن شریف کی آواز کان میں پڑ گئی۔ انھیں یہ آواز

بہت بھلی لگی۔ پہلے تو ٹھٹکے لیکن پھر سوچا کہ خود شاعر ہوں اچھی بری بات کو سمجھتا ہوں کلام کی باریکیوں اور خوبیوں سے میں واقف ہوں۔ کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ کونسی بات میرے لئے اچھی ہے اور کونسی بری سننا تو چاہیے کہ آخر یہ صاحب کس قسم کی باتیں کرتے ہیں یہ سوچ کر انھوں نے اپنے کان ادھر لگا دیئے۔

پیارے رسول ﷺ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ اور طفیل کا دل آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا۔ ایک ایک آیت ان کے دل پر اثر کر رہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی اور گھر جانے لگے۔ طفیل بھی پیچھے پیچھے ہو لئے رسول اللہ ﷺ جب اپنے دروازے پر پہنچے تو ایک آواز آئی حضرت مجھے بھی اندر چلنے کی اجازت دیجئے۔

پیارے نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا کہ یمن کے معزز سردار طفیل آپ سے اندر چلنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بڑی عزت سے انھیں گھر کے اندر لے گئے اپنے پاس بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ طفیل نے اپنی پوری آپ بیتی سنائی۔ پیارے نبی ﷺ نے بڑی دل چسپی سے طفیل کی آپ بیتی سنی۔ پھر طفیل نے کہا حضور مجھے اپنی کچھ باتیں سنایئے۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی چند اثر بھری آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

طفیل بڑے غور سے قرآن کی آیتیں سن رہے تھے اور انھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ دل کی سیاہی دھل رہی ہے غفلت کے پردے اٹھ رہے ہیں اور حقیقت کا جمال ان کی آنکھوں کو روشن کر رہا ہے۔ جب پیارے رسول ﷺ تلاوت فرما چکے تو طفیل نے کہنا شروع کیا، اس خدا کی قسم جس نے مجھے پیدا کیا میں نے عرب کا ایک سے ایک اچھا کلام سنا ہے مگر آج تک ایسا اونچا موثر اور پاکیزہ کلام کبھی نہیں سنا۔ یہ کلام تو سراسر ہدایت ہے، سراسر نور ہے، سراسر انصاف ہے اس سے منہ موڑنا ہدایت سے منہ موڑنا ہے۔ خدا کی قسم یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ یہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا کا کلام ہے طفیل کہے جا رہے تھے اور رسول ﷺ کا دل ان کی ہدایت پر باغ باغ ہو رہا تھا۔ پھر آپ نے طفیل کو اسلام کا کلمہ

پڑھایا اور ایمان کے نور سے ان کے سینے کو جگمگا دیا۔

یمن کا یہ معزز مہمان اب ایمان کی عزت بھی پا چکا تھا مکہ میں داخلے کے وقت صرف دنیا کی عزت حاصل تھی اب اسے دین کی عزت بھی حاصل ہو گئی۔

جب طفیل نے یمن کو واپسی کا ارادہ کیا تو پیارے رسول ﷺ سے عرض کیا حضور میرا سینہ تو نور ایمان سے جگمگا اٹھا لیکن میرا قبیلہ اور گھر کے لوگ تو کفر کے اندھیرے میں پھنسے ہوئے ہیں یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ایمان کی دولت بخشے۔ پیارے رسول ﷺ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے، اے اللہ تو طفیل کو اسلام کا نشان بنا دے کہ اس سے لوگ اسلام کی راہ پائیں۔

طفیل ایمان کی تڑپ لئے گھر پہنچے بوڑھے والد سے ملاقات ہوئی طفیل بولے ابا میں کفر کے اندھیروں سے ایمان کی روشنی میں آ گیا ہوں ابا اب میرا آپ کا کوئی رشتہ نہیں میں مکہ کے سچے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اب میرا رشتہ صرف اسی شخص سے ہے جو اس رسول کا کلمہ پڑھے اور اسلام کو اپنا دین مانے۔ طفیل کی یہ دل سے نکلی ہوئی باتیں سن کر والد سوچ میں پڑ گئے۔ اچھا ایمان میں یہ قوت ہے کہ اس سے باپ بیٹے کا رشتہ بھی ختم ہو سکتا ہے کیا ایمان کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتے سے بھی زیادہ ہے طفیل کے باپ عمرو دوسی نے سوچا اور اپنے بیٹے سے کہا طفیل لاؤ ہمیں بھی سناؤ اس رسول کی باتیں، طفیل نے سمجھا کر باپ کو اسلام کا پیغام سنایا۔ حق کی کشش نے کام کیا اور بوڑھے باپ نے بیٹے سے کہا۔ طفیل بیٹے تم میرے بیٹے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں میں بھی اسی نبی پر ایمان لاتا ہوں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ طفیل کی آنکھیں خوشی سے بہہ پڑیں اور بولے ابا جان چلئے غسل فرما لیجئے اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر اللہ کے پیارے بن جایئے۔

عمرو دوسی نے غسل کیا کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ باپ کے بعد محبت کرنے والی بیوی سے ملاقات ہوئی۔ بیوی کو دیکھ کر طفیل کی آنکھوں میں محبت کے آنسو آ گئے مگر وہ فوراً ہی سنبھلے اور بیوی سے کہا۔

پیاری بیوی اب ہمارا تمہارا کیا رشتہ میں تو مکہ والے نبی پر ایمان لا چکا ہوں لا اور تم ایمان کی روشنی سے محروم ہو میں اسلام کی روشنی میں چل رہا ہوں اور تم کفر کے اندھیروں میں بھٹک رہی ہو، ایمان اور کفر کا کیا ساتھ میرا رشتہ تو صرف ان لوگوں سے ہے جو اس خدا کی بندگی کریں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس رسول پر ایمان لائیں، جسے خدا نے ہماری ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ طفیل کی اثر بھری تقریر سن کر بیوی کے دل کے دوازے بھی کھل گئے۔ حق کی کشش نے اسے بھی کھینچ لیا اور وہ کہنے لگی۔

پیارے شوہر آپ میرے شوہر ہی ہیں اور میں رہتی زندگی تک آپ کی رفاقت ہی میں رہوں گی۔ میں بھی اس خدا پر ایمان لاتی ہوں جو ساری کائنات کا خالق ہے اور ایمان لاتی ہوں اس رسول پر جس پر آپ ایمان لائے ہیں، طفیل کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا ان کا چہرہ حق کی فتح پر چمک رہا تھا اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کتنی کشش ہے ایمان میں؟۔

(بحوالہ سیرت النبیؐ)

واقعہ نمبر......۳۶

نیک لوگوں کی صحبت کا فائدہ

حضرت امام رازیؒ بہت بڑے مفسر، محدث، محقق، اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر تھے، جب یہ ظاہری علوم حاصل کر کے فارغ ہوئے تو اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کے لئے کسی اللہ والے کی تلاش میں نکلے اور دور دراز کا سفر کیا، لیکن ان کو کسی بزرگ سے مناسبت معلوم نہیں ہوئی، آخر کار تلاش کرتے کرتے ایک بزرگ کے پاس پہنچے تو ان سے کچھ مناسبت محسوس ہوئی، اور ان سے جا کر درخواست کی کہ آپ مجھے بیعت فرما لیجئے، میں آپ کی خدمت میں رہ کر اپنے باطن کی تربیت کرنا چاہتا ہوں پہلے تو ان بزرگ نے انکار کیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو ان بزرگ نے ان کو ایک وقت بتا دیا کہ فلاں وقت خانقاہ میں آ جانا میں تمہیں بیعت کر لوں گا۔

چنانچہ وہ وقت بھی آ گیا کہ حضرت امام رازیؒ خانقاہ میں بیعت ہو گئے اور وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ امام رازیؒ کے زمانے میں دہریوں کا بڑا زور تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے کو دہریہ کہا کرتے تھے اور یہ منکرین خدا یہ چاہتے تھے کہ عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت نہ کیا جائے امام رازیؒ کے پاس اللہ تعالیٰ کے وجود کو عقل سے ثابت کرنے کے سو دلائل موجود تھے جب کسی دھریہ سے مناظرہ فرماتے تو دس پندرہ دلائل کے ذریعے ہی وہ دھریے گھائل ہو جاتے تھے یعنی کہ ان کو شکست دیدیا کرتے تھے۔

اتفاق سے امام رازیؒ کے پیر کی زندگی ہی میں امام رازیؒ کا انتقال کا وقت قریب آ گیا، انتقال کے وقت شیطان امام رازیؒ کے سرہانے آ کر بیٹھ گیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے آمین، شیطان نے آ کر امام رازیؒ سے کہا کہ بتاؤ کہ اللہ کا وجود ہے یا نہیں؟ امام رازیؒ نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ وجود تو ہے ہی، شیطان نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ امام رازیؒ نے ایک عقلی دلیل پیش کی شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا، امام رازیؒ نے دوسری دلیل دی شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا، اس طرح دس دلیلیں دیں شیطان نے سب کو توڑ دیا، اب امام رازیؒ دلائل پر دلائل دیتے جارہے ہیں اور شیطان سب کو توڑتا جارہا تھا جب ستر دلیلیں پیش کیں اور شیطان نے ان سب کو توڑا تو اب امام رازیؒ کو بڑی فکر اور تشویش ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جو میری ہر دلیل کو توڑتا جارہا ہے، اور میری ہر دلیل کا ایسا جواب دے رہا ہے کہ لاجواب کرتا جارہا ہے اگر خدانخواستہ اسی رفتار سے جواب دیتا رہا تو ذرا سی دیر میں میرے دلائل ختم ہو جائیں گے اور جب دلائل ختم ہو گئے تو اس کا مطلب ہو گا کہ اللہ کے وجود میں عقلاً نعوذ باللہ مجھے بھی شبہ ہو گا اور یہ میرا آخری وقت ہے اگر اس آخری وقت میں اللہ کے وجود میں شبہ ہو گیا تو میرا خاتمہ ہی خراب ہو گا چنانچہ امام رازیؒ یہ

سوچ کر اور پریشان ہو گئے۔

یہاں تک کہ آپ نے ننانوے دلیلیں دیدیں اور شیطان نے ننانوے دلیلیں توڑ ڈالیں، اور امام رازیؒ پسینہ پسینہ ہو گئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے، اب دیکھئے چونکہ کچھ عرصہ تک ان کا ایک بزرگ سے تعلق تھا اسی وجہ سے وہ تعلق کام آیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ پر امام رازیؒ کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کی کیفیت کو منکشف فرمایا اس وقت وہ شیخ وضو فرما رہے تھے، ان کے ہاتھ میں پانی کا لوٹا تھا اسی حالت میں وہ لوٹا انہوں نے زمین پر مارا اور کہا:

اے رازیؒ یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کے یہ الفاظ امام رازیؒ کے کان میں پہنچا دیئے، جب ان بزرگ کی آواز امام رازیؒ کے کان میں آئی کہ اے رازیؒ یوں کیوں نہیں کہتا کہ میں اللہ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں امام رازیؒ نے فوراً یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ دیئے بس یہ کہنا تھا کہ شیطان فوراً وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا اس لئے کہ اس دلیل کا کوئی جواب نہیں تھا جس کو وہ توڑتا، اس دلیل کو کوئی توڑ ہی نہیں سکتا کہ میں بلا دلیل اللہ کو مانتا ہوں، آخرت کو مانتا ہوں، جنت اور دوزخ کو مانتا ہوں، بس یہ الفاظ کہے اور اس کے بعد امام رازیؒ کا انتقال ہو گیا اور نیک تعلق کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ (بحوالہ اصلاحی بیانات جلد۲، ص:۸۲)

حاصل...... چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اللہ سے پناہ مانگیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں کسی نہ کسی اللہ والے کا دامن تھامنا چاہئے تاکہ اس کی خدمت اور صحبت میں رہ کر انسان اپنے اعمال کی بھی اصلاح کر سکے اپنے اخلاق کی بھی اصلاح کر سکے اور اپنے ایمان کی بھی حفاظت کر سکے، اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی خدمت، اللہ کے راستے میں آنے والوں کی

خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، اللہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے (آمین ثم آمین)۔

واقعہ نمبر......۳۷

ایک نومسلم عورت کے قبول اسلام کا عبرت انگیز واقعہ

ایک نومسلم کے قبول اسلام کا سبق آموز واقعہ انہی کی زبانی پیش ہے ملاحظہ فرمائیے۔

میں ۱۹۴۹ء میں آسٹریلیا میں پیدا ہوئی۔ میرے والدین دہریے تھے اور اعلانیہ خدا کا انکار کرتے تھے، اس لئے میری پرورش اسی ماحول میں ہوئی۔ میری ایک چھوٹی بہن تھی اور والدین کی پوری کوشش تھی کہ ہم دونوں بہنیں کسی مذہب کی کھکھیڑ میں پڑے بغیر زندگی گزارتی رہیں، لیکن اس کے برعکس ہوا یوں کہ میں ابھی سیکنڈری اسکول کی طالبہ تھی کہ مذہب میں میری دلچسپی بڑھنے لگی اور خدا کے تصور کے بغیر میں ایک قسم کی الجھن اور بے اطمینانی محسوس کرنے لگی اور میرے دل سے یہ صدا بلند ہونے لگی کہ کوئی ایسی اعلیٰ و برتر ہستی ضرور ہونی چاہئے جو انسانی معیارات سے ماورا منفرد و یکتا ہو۔ جو ہماری حفاظت کرے اور ہمیں قوت فراہم کرے۔ لیکن حالات اور ماحول کے پس منظر میں میرے دل کی یہ آواز دب کر رہ جاتی۔ تاہم جب بھی میں گردوپیش کا جائزہ لیتی مجھے اپنے والدین کے علاوہ اس معاشرے کا ہر شخص اداسی اور تنہائی کی دھند میں لپٹا ہوا نظر آتا۔ سچی مسرت شاید ہی کہیں نظر آتی تھی۔

چودہ سال کی عمر میں، میں نے ایک ادارے میں ٹائپسٹ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کرلی اور فارغ اوقات میں ایک کمرشل ویکیشنل اسکول میں داخلہ بھی

لیا۔ عمر کے اس حصے میں، میں بھی سب لوگوں کی طرح آرام وراحت اور تفریح ہی کو مقصد حیات سمجھتی تھی اور انہیں مشاغل میں مبتلا ہوگئی جو ہمارے معاشرے کا طرہ امتیاز تھا۔ دراصل عیسائی مذہب اپنی قدروں کے اعتبار سے غیر معمولی اور انحطاط میں مبتلا تھا اور مادیت کے مظاہر ہر چہار طرف اس بری طرح چھا گئے تھے کہ کوئی فرد اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا تھا۔ لیکن میں اسے اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گی کہ اس سب کچھ کے باوجود میں نے ذہن کے دریچے کھلے رکھے اور عیسائیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن افسوس کہ یہ مذہب میرے شعور ووجدان کو مطمئن کرنے میں قطعی ناکام رہا۔ چونکہ میں نے دہریت وانکار کے ماحول میں پرورش پائی تھی، اس لئے میں ٹھوس عقلی ثبوت چاہتی تھی۔ مجھے پادریوں اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی غیر مستند اور من گھڑت روایات مطمئن نہیں کررہی تھیں۔

۱۹۶۷ء میں میری عمر اٹھارہ سال تھی جب مشرق وسطیٰ میں جنگ چھڑ گئی اور یہی وقت کا سب سے بڑا موضوع بن گیا۔ قدرتی طور پر میرا ذہن بھی اس سے متاثر ہوا اور بے اختیاری جی چاہا کہ عربوں کی تہذیب اور کلچر کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں اور دیکھا جائے کہ ان کے مسائل کیا ہیں؟ یہودیوں سے ان کے اختلافات کی بنیاد کیا ہے اور ان کے طرز حیات کی کیا خوبیاں اور کیا خامیاں ہیں؟ چنانچہ میں نے مختلف کتب خانوں سے رابطہ قائم کیا۔ پہلے عربوں کے بارے میں مطالعہ کیا اور پھر اس حوالے سے اسلام سے متعارف ہوئی۔ لیکن یہ افسوس ناک امر ہے کہ میں جتنی بھی تاریخی کتابوں، ناولوں اور رپورٹوں کا مطالعہ کیا ان سب میں اسلام اور عربوں کے خلاف مصنفین کا تعصب اور عناد چھلک چھلک پڑتا تھا اور میں حیران تھی کہ غیر جانبداری، اعتدال اور انصاف کے علمبرداروں کو کیا ہوگیا ہے۔

آخرکار اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور میں وی آنا میں ایک مسلم کلچرل سوسائٹی

سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی اور یہاں میں نے اسلام کے بارے میں خود مسلمانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیا اور مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ اسلام تو محبت اور مساوات کا مذہب ہے اس پر مردم کشی یا دہشت گردی کا الزام اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا اس کا کسی خاص قوم یا نسل سے کوئی علاقہ نہیں۔ بلکہ سراسر بین الاقوامیت کا حامل ہے۔

مجھے اسلام کے اس پہلو نے بالخصوص بہت متاثر کیا کہ اس مذہب میں رنگ ونسل اور علاقے کی کوئی تفریق نہیں اور اللہ کی نظروں میں وہی شخص عزت کا حامل ہے جو اس کی الوہیت اور حاکیت کا زیادہ شعور رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اخوت، باہمی رواداری، محبت، اپنائیت اور ایثار و اخلاص کی جن اعلیٰ قدروں کا امین ہے، عیسائی معاشروں میں وہ ناپید ہے۔ یہاں تو ایک ہی مذہب کے پیروکار گورے اور کالے ایک گرجے میں مل کر عبادت بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ ایک ہی رنگ اور نسل کے امیر عیسائی اور غریب عیسائی ایک ہی گرجے کے الگ الگ درجوں میں عبادت کرتے ہیں۔ اور یہ اس طرح کی بہت سی خوبیاں تھیں جن سے متاثر ہو کر میں نے بیس سال کی عمر میں یعنی ۱۹۶۹ء میں اس وقت اسلام قبول کرلیا جب وسیع اور ٹھوس مطالعے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب میں ایک با مقصد اور مفید زندگی گزار سکتی ہوں اور یہ کہ اسلام بیک وقت انسان کو روحانی طور پر بھی آسودگی بخشتا ہے اور ایک حسین امتزاج کے ساتھ اس کے مادی مسائل میں بھی صحت مند رہنمائی عطا کرتا ہے۔ تہذیبی سطح پر اسلام انسانی ذہن کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا ہے اور اپنے پیروکاروں میں انصاف اور صداقت کی بنیاد پر اخلاص اور خدمت کا وہ جذبہ پیدا کرتا ہے جو خود ان کے لئے بھی عزت و سربلندی کا باعث بنتا ہے اور عام انسانوں کے لئے بھی امن اور رحمت کا سبب بن جاتا ہے۔ میں اس حقیقت کا برملا اعتراف کرنا

چاہتی ہوں کہ اسلام نے میری زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ میں مایوسی، بے سکونی اور احساس تنہائی کی اس غیر معمولی کیفیت سے دوچار تھی جس سے یورپ کا شاید ہی کوئی فرد محفوظ نظر آتا ہو۔

اسلام نے مجھے اس صورت حال سے نجات دلادی اور اسلام کے حصار میں آ کر میں پہلی بار سچی مسرت اور لازوال سکون سے آشنا ہوئی۔ یوں لگا جیسے صدیوں کی پیاسی روح ٹھنڈے میٹھے چشمے پر پہنچ گئی ہو۔ اس احساس نے مجھے اسلام کا شیدائی بنادیا اور میں مسلسل اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی اور یہ بھی خالص اللہ کی عنایت ہے کہ میری شادی افغانستان کے ایک طالب علم سے ہوگئی جو وی آنا میں زیر تعلیم تھا۔ میرے خاوند نے تعلیم مکمل کرلی تو ہم افغانستان آ گئے۔ اس وقت میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی اور بحمداللہ اس وقت سے لے کر آج تک میں مسلمان کی حیثیت سے شرح صدر اور کامل اطمینان کے ساتھ اسلامی اصولوں پر کاربند ہوں اور مطمئن ہوں۔

تاہم میں یہ ضرور عرض کرنا چاہوں گی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، مسلم اکثریت کے ملکوں میں مقیم ہوں، یا غیر مسلموں کے درمیان زندگی گزار رہے ہوں، ہمیں مسلمان کی حیثیت سے اپنے اعمال و کردار کا تنقیدی جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا محاسبہ کرکے انہیں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس حوالے سے میرا تجزیہ یہ ہے کہ عام مسلم معاشروں میں، خواہ وہ یورپین فکر و تہذیب سے متاثر بھی ہوں، اسلام کا محض ایک رسمی اور سرسری سا تصور کارفرما نظر آتا ہے صاف محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کو شعوری طور پر سمجھا ہے نہ اس پر عمل کرنے میں وہ سنجیدہ ہیں اور جو کچھ ہے وہ محض زبانی جمع خرچ ہے۔ اسلام ان کے قلب و ذہن میں گہرائی تک نہیں اترا۔ (بحوالہ ہفت روزہ ندائے ملت لاہور)

حاصل...... بیشک اس واقعہ میں نومسلم خاتون کے آخری جملے یادر کھے جانے اور غور کرنے کے قابل ہیں، چنانچہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ایمان کو ایسا مضبوط بنائے کہ غیر مسلم اس کی زندگی کو دیکھ کر اسلام کی طرف مائل ہوں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۳۸

ماں کی ممتا کا عجیب قصہ

کسی بستی میں ایک عورت بڑی صالح اور پاکباز عبادت گزار، ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتی تھی۔ اللہ پاک نے دنیا کی نعمتوں کے ساتھ دین کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا۔ اللہ کی قدرت کہ اس کا نیک خداترس شوہر وفات پا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ اس نیک دل عورت نے اس لڑکے کی بڑی اچھی طرح پرورش کی، ناز و نعمتوں سے پالا، تعلیم بھی اچھی دلائی، لڑکے نے جب دنیا کے میدان میں قدم رکھا تو ہر طرف اس کے حسن سلوک کے چرچے ہونے لگے، شریف لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے، بیوہ عورتیں اس کو دعائیں دیتیں، یتیم بچے اس کے قدموں میں آنکھیں بچھاتے، یہ سب اس وجہ سے کہ وہ ہر ایک سے حسب مراتب پیش آتا۔ وہ غریبوں سے ہمدردی کرتا، خیرات، صدقات دیتا، غرض اس کی بستی میں کوئی ایسا فرد نہ تھا جو اس سے خوش نہ تھا۔

اس کی بستی والے ایسے نیک لوگ تھے کہ ہر گھر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آتی تھی۔ مساجد میں درس قرآن اور اللہ کے ذکر کی مجلس ہوتی تھیں، غرض اس بستی کا ہر گھر جنت کا نمونہ تھا۔ ہر فرد دوسرے کا غمخوار، ایثار اور شرافت کا پتلا تھا، یہ لڑکا دیہات سے باہر شہر میں آنے جانے لگا، کچھ عریانی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرنے والی

عورتوں پر اس کی نظریں پڑنے لگیں۔ آہستہ آہستہ اس کی دوستی نیکوں سے ہٹ کر بدوں سے بڑھنے لگی۔ پھر وہ راستہ سے بھٹک گیا، بدکردار دوستوں کے مشورے سے اس نے والدہ کے کھیت، دیہات کی پرسکون زندگی کو خیرباد کہہ کر شہر کی فضا میں اپنا ڈیرہ ڈال لیا۔ اس کے ڈیرے میں اب ہر قسم کے اوباش دوست اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان بدکردار دوستوں نے اسے راہ حق سے ہٹا دیا۔ ماں مصلے پر بیٹھی ہر وقت اس کیلئے دعائیں کرتی۔ کبھی کبھی ماں سے ملنے شہر سے گاؤں چلا جاتا۔ آہستہ آہستہ وہ وقت آیا کہ مہینوں میں ایک چکر لگاتا۔

اسی اثنا میں اس کے بدکردار دوستوں کے ذریعے اس کی شناسائی ایک بدکار عورت سے ہوگئی۔ اور وہ اس کا اس قدر اسیر اور فریفتہ ہوا کہ اپنے باپ کی جائیداد فروخت کر کے اس پر لٹاتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا کہ وہ عورت جس نے اپنے نیک دل شوہر کی زندگی میں کبھی کوئی دکھ نہیں دیکھا تھا۔ اب دوسروں کے گھر مزدوری کرنے لگی۔ بیٹا جب کبھی گاؤں آتا تو ماں مزدوری کے پیسوں سے بیٹے کو گھی لے کر دیتی، کوئی چیز بنا دیتی اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتی، کافی عرصہ گزر گیا، لڑکا ماں کو ملنے نہ آیا ماں بیٹے کی جدائی میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی۔

جب بھی کوئی غیر اس کے دروازے کو کھٹکھٹاتا وہ دوڑ کر دروازہ پر جاتی، بے ساختہ کہتی میرے بیٹے تم آ گئے۔ بیٹے تم نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ جب معلوم ہوتا کہ گلی کے کسی بچے نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر پھر مصلے پر آ بیٹھتی اور رونا شروع کر دیتی۔ روتے روتے اس نیک دل کی بینائی بھی جواب دے گئی۔ اور پھر جب اس لڑکے کے پاس کچھ نہ رہا تو اس عورت نے اپنے یاروں سے مشورہ کیا کہ اب اس سے جان چھڑائی جائے۔ مشورہ یہ طے ہوا کہ اس سے یہ فرمائش کی جائے کہ میری محبت جب ہی آپ سے رہے گی کہ اپنی ماں کا دل نکال کر لاؤ۔ اس طرح وہ

فرمائش پوری نہیں کرے گا تو خود ہی جان چھوٹ جائے گی۔اس بدکار عورت نے یہی فرمائش کی۔ وہ انسان جوایک وقت میں فرشتہ تھا، آج خواہش نفس کی خاطر شیطان سے بھی بدتر ہوگیا۔ اوراس فرمائش کو بھی پورا کرنے پر تیار ہوگیا۔ خنجر لیا گاؤں کی طرف چل دیا، عرصہ دراز کے بعد جب یہ بدنصیب دروازے پر پہنچا، آواز دی، ماں فرحت وخوشی سے دروازے کی طرف بڑھی، منہ سر چوما اور سینہ سے لگایا، اس بدبخت نے خنجر نکالا ماں کے سینے پر مارا، ماں کا دل نکال کر چل دیا، آسمان پر اندھیرا چھا گیا، اللہ کا عرش ہل گیا فرشتوں نے دھائی دی، ظلم کی انتہاء ہوگئی۔ بدکاروں کا یار بدکردار جب فاحشہ عورت کے مکان پر پہنچا، ماں کا دل اسکے سامنے کیا، اس عورت نے کہا تو اپنی ماں پر ایسا ظلم کرسکتا ہے تو معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس لئے یہاں سے نکل جا۔ آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا، گرا اور مر گیا، ماں کا دل ہاتھ سے چھٹا، دل اس فاحشہ عورت کے کمرے میں پڑی ہوئی چھری پر پڑا، ماں کا دل پھٹا، درد سے دل سے نکلی یہ صدا بیٹا کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔

ماں کی عظمت، ماں کی شفقت، ماں کی محبت، ماں کے احسانات کو نظر انداز کرکے عورتوں کے آگے جھکنے والو! اور ماں کو حقارت کی نظروں سے دیکھنے والو! تم پر اللہ کی لعنت، تم پر فرشتوں کی لعنت، تم پر پیغمبروں کی لعنت، تم پر تمام نیک انسانوں کی لعنت، توبہ کرلو، نیکی کی راہ اختیار کرلو، ماں کے قدموں پر سر رکھ لو۔ اس وقت تک سر نہ آٹھاؤ جب تک وہ راضی نہ ہوجائے چاہے تم کو موت تک سر رکھنا پڑے، رکھے رہو، نجات اسی میں ہے۔

حاصل...... یادرکھئے! اللہ تعالیٰ ماں باپ کے نافرمان اور بے ادب کی کسی بھی نیکی وانصاف کو قبول نہ فرمائے گا، لیکن اگر وہ توبہ کرے اللہ سے اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرے ہر وقت اس کو راضی اور خوش رکھنے کی جستجو میں رہے تو پھر

اللہ پاک معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ پاک کی رضا ماں کی رضا میں ہے، اور اللہ پاک کی ناراضگی ماں کی ناراضگی میں ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی ناراضگی سے بچائے آمین یا اللہ العالمین۔ (بحوالہ محسنہ کائنات ماں ہے)

واقعہ نمبر......۳۹

بلعم بن باعورا کا عبرتناک واقعہ

مروی ہے کہ جس کا واقعہ قرآن کریم میں بھی بیان ہوا ہے اس کا نام بلعم بن باعورا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام صفی بن راہب تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بلقاء کا ایک شخص تھا جو اسم اعظم جانتا تھا اور جبارین کے ساتھ بیت المقدس میں رہا کرتا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمنی شخص تھا جس نے کلام اللہ کو ترک کر دیا تھا یہ شخص بنی اسرائیل کے علماء میں سے تھا، اس کی دعا مقبول ہو جایا کرتی تھی، بنی اسرائیل سختیوں کے وقت اسے آگے کر دیا کرتے تھے، اللہ اس کی دعا مقبول فرما لیا کرتا تھا، اسے حضرت موسیٰ نے مدین کے بادشاہ کی طرف اللہ کے دین کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تھا، اس عقلمند بادشاہ نے اسے مکر و فریب سے اپنا کر لیا، اس کے نام کئی گاؤں کر دیئے اور بہت کچھ انعام و اکرام دیا، یہ بدنصیب دین موسوی کو چھوڑ کر اس کے مذہب میں جا ملا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام بلعام تھا، یہ بھی ہے کہ یہ امیہ بن ابوصلت ہے، ممکن ہے یہ کہنے والے کی یہ مراد ہو کہ یہ امیہ بھی اسی کے مشابہ تھا، اسے بھی اگلی شریعتوں کا علم تھا لیکن یہ ان سے سے فائدہ نہ اٹھا سکا، حضور ﷺ کے زمانے کو بھی اس نے پایا، آپ کی آیات بینات دیکھیں، معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے، ہزار ہا لوگوں کو دین حق میں داخل ہوتے دیکھا، لیکن مشرکین کے میل جول، ان میں امتیاز، ان میں

دوستی اور وہاں کی سرداری کی ہوس نے اسے اسلام اور قبول حق سے روک دیا، اسی نے بدری کافروں کے ماتم میں مرثیے کہے، لعنۃ اللہ علیہ۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ اس کی زبان تو ایمان لا چکی تھی لیکن دل مومن نہیں ہوا تھا کہتے ہیں کہ اس شخص سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ اس کی دعائیں جو بھی کرے گا مقبول ہوں گی اس کی بیوی نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ ان تین دعاؤں میں سے ایک دعا میرے لئے کر، اس نے منظور کرلیا اور پوچھا کیا دعا کرانا چاہتی ہو، اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قدر حسن وخوبصورتی عطا فرمائے کہ مجھ سے زیادہ حسین عورت بنی اسرائیل میں کوئی نہ ہو، اس نے دعا کی اور وہ ایسی ہی حسین ہوگئی، اب تو اس نے پر نکالے اور اپنے میاں کو محض بے حقیقت سمجھنے لگی بڑے بڑے لوگ اس کی طرف جھکنے لگے اور یہ بھی ان کی طرف مائل ہوگئی اس سے یہ بہت کڑھا اور اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ اسے کتیا بنا دے، یہ بھی منظور ہوئی وہ کتیا بن گئی۔ اب اس کے بچے آئے انہوں نے گھیر لیا کہ آپ نے غضب کیا لوگ ہمیں طعنہ دیتے ہیں اور ہم کتیا کے بچے مشہور ہو رہے ہیں، آپ دعا کیجئے کہ اللہ اسے اس کی اصلی حالت میں پھر سے لا دے، اس نے وہ تیسری دعا بھی کرلی تینوں دعائیں یوں ہی ضائع ہوگئیں اور یہ خالی ہاتھ بے خیر رہ گیا، مشہور بات تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے یہ ایک شخص تھا، بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہ نبی تھا، یہ محض غلط ہے، جھوٹ ہے اور کھلا افترا ہے، مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم جبارین سے لڑائی کے لئے بنی اسرائیل کی ہمراہی میں گئے انہی جبارین میں بلعام نامی یہ شخص تھا اس کی قوم اور اس کی قرابت دار چچا وغیرہ سب اس کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ اور اس کی قوم کے لئے آپ بددعا کیجئے، اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا اگر میں ایسا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں خراب ہوجائیں گی لیکن قوم سر ہوگئی، یہ

بھی لحاظ مروت میں آ گیا، بددعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے کرامت چھین لی اور اسے اس کے مرتبے سے گرادیا، سدیؒ کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں چالیس سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں لے کر جاؤں اور ان جبارین سے جہاد کروں، یہ آمادہ ہو گئے، بیعت کر لی، انہی میں بلعام نامی ایک شخص تھا جو بڑا عالم تھا اسم اعظم جانتا تھا۔ یہ بدنصیب کافر ہو گیا، قوم جبارین میں جا ملا اور ان سے کہا تم نہ گھبراؤ جب بنی اسرائیل کا لشکر آ جائے گا میں ان پر بددعا کروں گا تو وہ دفعتاً ہلاک ہو جائے گا، اس کے پاس تمام دنیوی ٹھاٹھ تھے لیکن عورتوں کی عظمت کی وجہ سے یہ ان سے نہیں ملتا تھا، بلکہ ایک گدھی پال رکھی تھی، شیطان اس پر غالب آ گیا اسے اپنے پھندے میں پھانس لیا جو کہتا تھا کرتا تھا آخر ہلاک ہو گیا، مسند ابویعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں جو قرآن پڑھ لے گا جو اسلام کی چادر اوڑھے ہوئے ہوگا اور دینی ترقی پر ہوگا کہ ایک دم اس سے ہٹ جائے گا، اسے پس پشت ڈال دے گا، اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑے گا اور اسے شرک کی تہمت لگائے گا، حضرت حذیفہؓ نے یہ سن کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ مشرک ہونے کے زیادہ قابل کون ہوگا، یہ تہمت لگانے والا، یا وہ جسے تہمت لگا رہا ہے، فرمایا نہیں بلکہ تہمت دھرنے والا۔

بہر حال وہ دنیوی لذتوں کی طرف جھک پڑا یہاں تک کہ شیطان کا پورا مرید ہو گیا، اسے سجدہ کر لیا، کہتے ہیں کہ اس بلعام سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے حق میں بددعا کیجئے، اس نے کہا اچھا میں اللہ سے حکم لے لوں، جب اس نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی تو اسے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل مسلمان ہیں اور ان میں اللہ کے نبی موجود ہیں اس نے سب سے کہا کہ مجھے

بددعا کرنے سے روک دیا گیا ہے، انہوں نے بہت سارے تحفے تحائف جمع کر کے اسے دیئے اس نے سب رکھ لئے، پھر دوبارہ درخواست کی کہ ہمیں ان سے بہت خوف ہے آپ ضرور ان پر بددعا کیجئے اس نے جواب دیا کہ جب تک میں اللہ تعالیٰ سے اجازت نہ لے لوں میں ہرگز یہ نہ کروں گا، اس نے پھر اللہ تعالیٰ سے مناجات کی لیکن اسے کچھ معلوم نہ ہوسکا اس نے یہی جواب انہیں دیا تو انہوں نے کہا دیکھو اگر منع ہی مقصود ہوتا تو آپ کو روک دیا جاتا جیسا کہ اس سے پہلے روک دیا گیا، اس کی بھی سمجھ میں آ گیا اٹھ کر بددعا شروع کی، اللہ کی شان ہے بددعا ان پر کرنے کے بجائے اس کی زبان سے اپنی ہی قوم کے لئے بددعا نکلی اور جب اپنی قوم کی فتح کی دعا مانگنا چاہتا تو بنی اسرائیل کی فتح ونصرت کی دعا نکلتی، قوم نے کہا آپ کیا غضب کر رہے ہیں، اس نے کہا کیا کروں میری زبان میرے قابو میں نہیں، سنو اگر سچ مچ میری زبان سے ان کے لئے بددعا نکلی بھی تو قبول نہ ہوگی۔

سنو اب میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو سمجھ لو کہ بنی اسرائیل برباد ہو جائیں گے، تم اپنی نوجوان لڑکیوں کو بناؤ سنگھار کرا کے ان کے لشکروں میں بھیجو اور انہیں ہدایت کردو کہ کوئی ان کی طرف جھکے تو انکار نہ کریں ممکن ہے بوجہ مسافرت لوگ زنا کاری میں مبتلا ہو جائیں اگر یہ ہوا تو چونکہ یہ حرام کاری اللہ کو سخت ناپسند ہے اسی وقت ان پر عذاب آ جائے گا اور یہ تباہ ہو جائیں گے، ان بے غیرتوں نے اس بات کو مان لیا اور یہی کیا، خود بادشاہ کی بڑی حسین وجمیل لڑکی بھی بن ٹھن کر نکلی اسے ہدایت کردی گئی تھی کہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور کسی کو اپنا نفس نہ سونپے، یہ عورتیں جب بنی اسرائیل کے لشکر میں پہنچیں تو عام لوگ بے قابو ہو گئے حرام کاری سے بچ نہ سکے، شہزادی بنی اسرائیل کے ایک سردار کے پاس پہنچی، اس سردار نے اس لڑکی پر ڈورے ڈالے لیکن اس لڑکی نے انکار

کیا، اس نے بتایا کہ میں فلاں فلاں ہوں، اس نے اپنے باپ سے بلعام سے پچھوایا اس نے اجازت دی، یہ خبیث اپنا منہ کالا کر رہا تھا جسے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی صاحب نے دیکھ لیا اپنے نیزے سے ان دونوں کو پرو دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے دست و بازو قوی کر دیئے اس نے یونہی ان دونوں کو چھدے ہوئے اٹھا لیا لوگوں نے بھی انہیں دیکھا، اب اس لشکر پر عذاب رب بشکل طاعون آیا اور ستر ہزار آدمی فوراً ہلاک ہو گئے، بلعام اپنی گدھی پر سوار ہو کر چلا وہ ایک ٹیلے پر چڑھ کر رک گئی اب بلعام اسے مارتا پیٹتا ہے لیکن وہ قدم نہیں اٹھاتی، آخر گدھی نے اس کی طرف دیکھا، اور کہا مجھے کیوں مار رہا ہے سامنے دیکھ کون ہے، اس نے دیکھا تو شیطان لعین کھڑا ہوا تو یہ اتر پڑا اور سجدہ میں گر گیا۔

الغرض ایمان سے خالی ہو گیا اس کا نام یا تو بلعم تھا، یا لبعم بن باعورا یا ابن ابر بار بن باعور بن شہوم بن قوشتم بن ماب بن لوط بن ہارون یا ابن مران بن آزر، یہ بلقا کا رئیس تھا، اسم اعظم جانتا تھا لیکن اخیر میں دین حق سے ہٹ گیا، واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ قوم کے زیادہ کہنے سننے سے جب یہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر بد دعا کے لئے چلا تو اس کی گدھی بیٹھ گئی اس نے اسے مار پیٹ کر اٹھایا کچھ دور چل کر پھر بیٹھ گئی، اس نے اسے پھر مار پیٹ کر اٹھا لیا، اسے اللہ نے زبان دی، اس نے کہا تیرا ناس ہو جائے تو کہاں اور کیوں جا رہا ہے اللہ کے مقابلے میں اس کے رسول سے لڑنے اور مومنوں کو نقصان دلانے جا رہا ہے، دیکھ تو سہی فرشتے میری راہ روکے کھڑے ہیں، اس نے پھر بھی کچھ خیال نہ کیا آگے بڑھ گیا، حبان نامی پہاڑی پر چڑھ گیا، جہاں سے بنی اسرائیل کا لشکر سامنے ہی نظر آتا تھا، اب ان کے لئے بد دعا اور اپنی قوم کے لئے دعا کرنے لگا لیکن زبان الٹ گئی دعا کی جگہ بد دعا اور بد دعا کی جگہ دعا نکلنے لگی، قوم نے کہا کیا کر رہا ہے، کہا بے بس ہوں، اسی وقت اس کی زبان

نکل پڑی، سینے پر لٹکنے لگی اس نے کہا لو میری دنیا بھی خراب ہوئی اور دین تو بالکل برباد ہو گیا پھر اس نے خوبصورت لڑکیاں بھیجنے کی ترکیب بتائی جیسے کہ اوپر بیان ہوا اور کہا کہ اگر ان میں سے ایک نے بھی بدکاری کر لی تو ان پر عذاب رب آ جائے گا، ان عورتوں میں سے ایک بہت ہی حسین عورت جو کنانیہ تھی اور جس کا نام کستی تھا جو صورنامی ایک رئیس کی بیٹی تھی وہ جب بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے سردار زمری بن شہوم کے پاس سے گزری جو شمعون بن یعقوب کی نسل میں سے تھا وہ اس پر فریفتہ ہو گیا، دلیری کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے حضرت موسیٰ کے پاس گیا اور کہنے لگا آپ تو شاید کہہ دیں گے کہ یہ مجھ پر حرام ہے، آپ نے کہا بیشک، اس نے کہا میں آپ کی یہ بات تو نہیں مان سکتا، اسے اپنے خیمے میں لے گیا اور اس سے منہ کالا کرنے لگا، وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون بھیج دیا، حضرت فخاص بن غیرار بن ہارون اس وقت لشکر گاہ سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے جب آئے اور اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے اور انہیں اٹھائے ہوئے باہر نکلے کہنی کوکھ پر لگائے ہوئے تھے کہنے لگے یا اللہ ہمیں معاف فرما ہم پر سے یہ وبال دور فرما دیکھ لے ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ یہ کرتے ہیں، ان کی دعا اور اس فعل سے طاعون اٹھ گیا، لیکن اتنی دیر میں جب حساب لگایا گیا تو ستر ہزار آدمی اور ایک روایت کی رو سے بیس ہزار آدمی مر چکے تھے، دن کا وقت تھا اور کنانیوں کی یہ چھوکریاں سودا بیچنے کے بہانے صرف اس لئے آئی تھیں کہ بنی اسرائیل بدکاری میں پھنس جائیں اور ان پر عذاب آ جائے، بنی اسرائیل میں اب تک یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ وہ اپنے ذبیحہ میں سے گردن اور دست اور سری اور ہر قسم کا سب سے پہلا پھل فخاص کی اولاد کو دیا کرتے ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے کہ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ خالی ہے تو ہانپتا ہے اور دھتکارا جائے تو ہانپتا رہتا ہے، یا تو اس مثال سے یہ مطلب ہے کہ بلعام کی زبان

نیچے کو لٹک پڑی تھی جو پھر اندر کو نہ ہوئی کتے کی طرح ہانپتا رہتا تھا اور زبان باہر لٹکائے رہتا تھا، یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی ضلالت اور اس پر جمے رہنے کی مثال دی کہ اسے ایمان کی دعوت علم کی دولت غرض کسی چیز نے برائی سے نہ ہٹایا جیسے کتے کی اس کی زبان لٹکنے کی حالت برابر قائم رہتی ہے، خواہ اسے پاؤں تلے روندو خواہ چھوڑ دو، جیسے بعض کفار مکہ کی نسبت فرمان ہے کہ انہیں وعظ و پند کہنا نہ کہنا سب برابر ہے، انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا اور جیسے بعض منافقوں کی نسبت فرمان ہے کہ ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر اللہ انہیں نہیں بخشے گا، یہ بھی مطلب اس مثال کا بیان کیا گیا ہے کہ ان کافروں منافقوں اور گمراہ لوگوں کے دل بودے اور ہدایت سے خالی ہیں یہ کبھی مطمئن نہیں ہوتے، پھر اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ تو انہیں پند و نصیحت کرتا رہ تاکہ ان میں سے جو عالم ہیں، وہ غور و فکر کریں اللہ کی راہ پر آجائیں، یہ سوچیں کہ بلعام ملعون کا کیا حال ہوا دینی علم جیسی زبردست دولت کو جس نے دنیا کی سفلی راحت پر کھو دیا، آخر نہ یہ ملا نہ وہ، دونوں ہاتھ خالی رہ گئے، اسی طرح یہ علماء یہود جو اپنی کتابوں میں اللہ کی ہدایتیں پڑھ رہے ہیں، آپ کے اوصاف لکھے پاتے ہیں انہیں چاہئے کہ دنیا کی طمع میں پھنس کر اپنے مریدوں کو پھانس کر بھول نہ جائیں ورنہ یہ بھی اسی کی طرح دنیا میں کھو دیئے جائیں گے انہیں چاہئے کہ اپنی علمیت سے فائدہ اٹھائیں، سب سے پہلے تیری اطاعت کی طرف جھکیں اور اوروں پر حق کو ظاہر کریں، دیکھ لو کہ کفار کی کیسی بری مثالیں ہیں کہ کتوں کی طرح صرف نگلنے اگلنے اور شہوت رانی میں پڑے ہوئے ہیں، پس جو بھی علم و ہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفس کے پورا کرنے میں لگ جائے وہ بھی کتے جیسا ہی ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمارے لئے بری مثالیں نہیں اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو پھر لے لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے، پھر فرمایا ہے کہ گنہگار لوگ اللہ کا کچھ بگاڑتے نہیں یہ تو

اپنا ہی خسارہ کرتے ہیں، اطاعت مولی، اتباع ہدی سے ہٹا کر خواہش کی غلامی دنیا کی چاہت میں پڑ کر اپنے دونوں جہان خراب کرتے ہیں۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد ۲)
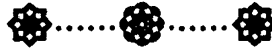
واقعہ نمبر......۴۰

حفاظتِ قرآن پر مامون الرشید کے دربار کا واقعہ

قرآن پاک کو جہاں دیگر خصوصیات وامتیاز حاصل ہیں وہ کسی اور کتاب میں نہیں ان میں سے ایک خصوصیت وامتیاز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے چودہ صدیوں سے زائد کا وقت گزر جانے کے باوجود قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں اسی آب وتاب کے ساتھ موجود ہے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں باوجود ہزار کوششوں کے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی تاریخ کتب میں حفاظت قرآن کے بڑے بڑے بہت سے واقعات ملتے ہیں ان مختلف واقعات میں سے ایک مامون الرشید کے دور کا ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے یہ واقعہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

(دیکھئے تفسیر الجامع القرآن جلد ۱۰ص:۵)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے بھی اپنی تفسیر (معارف القرآن جلد نمبر ۵ ص۶۹) میں نقل کیا ہے اسی واقعہ کو حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

امام قرطبیؒ نے اس جگہ سند متصل کے ساتھ امیر المومنین مامون الرشید کے دربار کا ایک واقعہ نقل کیا ہے مامون الرشید کی عادت تھی کہ وہ اپنے دربار میں علمی

مسائل پر بحث ومباحثہ اور مذاکرے کرایا کرتے تھے جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی۔

ایسے ہی ایک مذاکرے میں ایک یہودی آیا جو کہ بہت ہی خوبصورت شکل ولباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی مایاناز آدمی معلوم ہوتا تھا جب گفتگو کی تو وہ بھی فصیح اور بلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون الرشید نے اسے بلاکر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس شخص نے اقرار کیا، مامون الرشید نے (امتحان لینے کے لئے) کہا کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔

اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہوکر آیا مجلس مذاکرہ میں فقیہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر کی اور عمدہ تحقیقات پیش کیں، مجلس ختم ہونے کے بعد مامون الرشید نے پوچھا کیا تم وہی شخص ہو جو گزشتہ سال آئے تھے؟ جواب دیا جی ہاں وہی ہوں، مامون الرشید نے پوچھا کہ اس وقت تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا تھا پھر اب مسلمان ہونے کا کیا سبب (بنا) ہے؟

اس شخص نے کہا کہ جب میں یہاں سے گیا تو میں نے موجودہ تمام مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں اور میں کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اس سے مجھے اچھی قیمت مل جاتی ہے، میں نے امتحان لینے کے لئے تورات کے تین مختلف نسخے لکھے جس میں میں نے بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کی اور میں یہ نسخے لیکر کنیسہ میں پہنچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان نسخوں کو خرید لیا پھر اسی طرح میں نے انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کی اور اس کو فروخت کیا تو اس کو بھی میں نصاریٰ کے عبادت کے خانوں میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدرومنزلت کے ساتھ مجھ سے وہ نسخے خرید لئے، پھر یہی کام میں

نے قرآن مجید کے ساتھ کیا اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کے ساتھ کمی بیشی کی ان نسخوں کولیکر جب میں فروخت کرنے کے لئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا تو اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں جب کمی بیشی نظر آئی تو انہوں نے واپس کردیا۔

اس واقعہ سے میں نے یہ سبق سیکھ لیا کہ یہ قرآن مجید محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت فرمائی ہے، اس لئے میں مسلمان ہوگیا۔

قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کے ادا کرنے کی توفیق ہوئی، وہاں سفیان بن عینیہ سے ملاقات ہوئی تو یہ قصہ ان کو سنایا انہوں نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیوں کہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے یحییٰ بن اکثم نے پوچھا کہ قرآن کی کون سی آیت میں ہے؟ تو فرمایا کہ قرآن نے جہاں تورات انجیل کا ذکر کیا ہے اس میں فرمایا ﴿بما استحفظوا من کتٰب اللہ﴾ یعنی یہود ونصاریٰ کو اللہ نے تورات انجیل کی حفاظت کی ذمہ اری سونپی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب یہود ونصاریٰ نے حفاظت کا فریضہ ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ ومنحرف ہوکر ضائع ہوگئیں، بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وانا لہٗ لحٰفظون﴾ یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں، اسی وجہ سے اس کی حفاظت خدا تعالیٰ نے خود فرمائی تو دشمنوں کی ہزاروں کوششوں کے باوجود بھی اس کے ایک لفظ میں بھی فرق نہ آسکا۔

حاصل...... یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ آج عہد رسالت کو بھی تقریباً چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے تمام دینی اور اسلامی امور میں مسلمانوں کی کوتاہی اور غفلت کے باوجود قرآن کے حفظ کرنے کا سلسلہ تمام دنیا کے مشرق ومغرب ممالک میں اسی طرح قائم ہے ہر زمانہ میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے بچے جوان بوڑھے لڑکے لڑکیاں موجود ہیں جن کے

سینوں میں پورا قرآن محفوظ ہے کسی بڑے سے بڑے عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایک حرف غلط پڑھ دے اسی وقت بڑے اور بچے اس کی غلطی پکڑ لیں گے۔

(بحوالہ معارف القرآن جلد نمبر ۵)

واقعہ نمبر......۱۴۱

ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس! ثعلبہ پر افسوس

(قابل عبرت واقعہ)

ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے مال بخشے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اے ثعلبہ تیرا برا ہو، تھوڑا مال بہتر ہے جس کا تو شکریہ ادا کر سکے، بہ نسبت اس زیادہ مال کے جس کے شکریے کی تجھ میں طاقت نہ ہو، دوسری بار اس نے پھر یہی کہا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ اللہ کے نبی کے مثل ہو جائے (کہ حسب ضرورت تجھے مال ملے) پس اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلیں مگر میں پھر بھی ایسا نہیں چاہتا اس نے کہا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، اگر آپ اللہ سے دعا فرمائیں اور وہ مجھ کو مال بخشے تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ! اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا کر، ابو امامہؓ نے کہا کہ ثعلبہ نے بھیڑ بکریاں لیں تو وہ کیڑوں مکوڑوں کی طرح بڑھیں، اور مدینہ میں نہ سما سکیں وہ وہاں سے نکل کر مدینہ کی ایک وادی میں جا بسا، حتی کہ ظہر وعصر کی نمازیں جماعت سے پڑھتا اور باقی (باجماعت پڑھنا) چھوڑ دیتا، یا بالکل ترک کر دیتا تھا پھر اس کا مال اور بڑھا، اور کثیر ہو گیا حتی کہ

اس نے جمعہ کے سوا اب نمازیں ترک کردیں (غالباً با جماعت نہ پڑھنا مراد ہے)اس کی بھیڑ بکریاں کیڑوں کی مانند بڑھ رہی تھیں، حتیٰ کہ اس نے جمعہ بھی ترک کردیا اور آمدورفت والے سواروں سے جمعہ کے دن پوچھنے لگا کہ مدینہ کی خبریں بتاؤ، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثعلبہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے بھیڑ بکریاں پالی تھیں اور وہ مدینہ میں نہیں سمائیں پھر لوگوں نے اس کا سارا حال کہہ سنایا، آنحضور ﷺ نے فرمایا ثعلبہ پر افسوس! ثعلبہ پر افسوس! ثعلبہ پر افسوس! اور اللہ جل شانہ نے یہ آیت اتاری، ان کے مالوں سے صدقہ وصول کرو، اور صدقہ کے فرائض نازل ہوئے، پس رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے دو شخص صدقہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمائے، ایک شخص جہینہ سے تھا اور دوسرا بنی سلیم سے تھا، اور انہیں صدقے کا حساب لکھ کر دیا کہ مسلمانوں سے کس طرح صدقہ وصول کریں، اور ان سے فرمایا: تم دونوں ثعلبہ پر گزرو اور بنی سلیم کے فلاں شخص پر اور ان دونوں سے صدقات وصول کرو، وہ دونوں نکل کر ثعلبہ کے پاس گئے اور اس سے صدقہ طلب کیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھوایا، وہ کہنے لگا یہ تو جزیہ ہے، یہ تو جزیہ کی بہن ہے، مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیا ہے، تم جاؤ اور فارغ ہو کر میرے پاس آنا، اور ان کے آنے کی خبر اس سلمی شخص نے سنی تو اس نے اونٹوں میں سے بہترین عمر کے اونٹ نکالے اور ان کو صدقہ کے لیے الگ کرلیا اور انہیں لے کر ان دونوں کا استقبال کیا، جب انہوں نے وہ اونٹ دیکھے تو کہنے لگے کہ تجھ پر یہ فرض نہیں ہیں، ہم تجھ سے یہ نہیں لینا چاہتے اس نے کہا کہ نہیں تم یہی لے لو، میں دل کی خوشی سے دیتا ہوں، انہوں نے اس سے وہی لے لیے پھر وہ اور لوگوں کے پاس گئے اور ان سے صدقات لیے، پھر وہ ثعلبہ کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اپنا خط دکھاؤ، اسے پڑھ کر پھر وہی کہا کہ یہ تو جزیہ ہے، یہ تو جزیہ کی بہن ہے تم جاؤ میں اپنے بارے میں

سوچوں گا وہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس جا پہنچے، جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: افسوس ثعلبہ کی بربادی پر، قبل اس کے کہ وہ آپ سے بات کریں، اور آپ نے سلمی کے لیے برکت کی دعا فرمائی، ان دونوں نے آپ کو ثعلبہ اور اس سلمی کے بارے میں بتایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿ومنھم مَّن عاھدَ اللہ لئِن آتانا مِن فضلہٖ لنصَّدَّقنَّ ﴾ اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس ثعلبہ کے اقارب میں سے ایک شخص تھا، اس نے وہ سب کچھ سن لیا، اور وہ ثعلبہ کے پاس گیا اور بولا، اے ثعلبہ تیرا برا ہو اللہ نے تیرے متعلق فلاں آیت اتاری ہے: جس کا یہ اور یہ مضمون ہے پس ثعلبہ نکلا حتی کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا کہ اس کا صدقہ قبول کریں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تیرا صدقہ قبول کرنے سے روک دیا ہے، پس وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، آپ نے اس سے فرمایا یہ تیرا ہی کیا دھرا ہے، میں نے تجھے حکم دیا تھا مگر تو نے میری بات نہ مانی، جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا صدقہ قبول کرنے سے انکار فرمایا تو وہ اپنے مسکن پر واپس چلا گیا۔

پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات واقع ہوگئی اور آپ نے اس سے کچھ بھی قبول نہ فرمایا تھا، پھر وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا، اس وقت وہ خلیفہ تھے، اس نے کہا کہ آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں میرا درجہ معلوم ہے، اور انصار میں میرا مقام بھی جانتے ہیں تو میرا صدقہ قبول فرمائیے، حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تیرا صدقہ رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تھا، پھر ابوبکرؓ کی وفات کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ آپ کے پاس گیا، اور کہا اے امیر المومنین میرا صدقہ قبول فرمائیے، انہوں نے فرمایا کہ تیرا صدقہ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمایا تھا نہ حضرت ابوبکرؓ نے میں تیرا صدقہ کیسے قبول کرلوں؟ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات تک اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا، پھر جب عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ آپ کے پاس گیا اور کہا میرا صدقہ قبول

فرمایئے، انہوں نے فرمایا اسے رسول اللہ ﷺ نے قبول نہ فرمایا، حضرت ابوبکر و عمرؓ نے قبول نہ فرمایا، میں تجھ سے کیسے قبول کرلوں پس حضرت عثمانؓ نے بھی قبول نہ کیا، پھر ثعلبہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ہی ہلاک ہوگیا۔

(بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن جلد ۴)

واقعہ نمبر......۴۲

ارکانِ سلطنت کا ایاز پر الزام اور ایاز کی وفاداری

محمودؒ اور ایاز یہ دو ایسی ہستیوں کے نام ہیں جنہیں اپنے کارناموں اور تعلق خاص کی وجہ سے شہرت حاصل تھی اور دونوں کا نام مخلوق کی زبان پر ہر وقت جاری وساری رہتا تھا ان میں سے ایک (محمود) سلطان محمود تھا جو فاتح سومنات ہے دوسرا شخص سلطان کے انتہائی جان نثار اور محبوب ترین غلام خواجہ احمد ایاز ہے، خواجہ ایاز کا تذکرہ بڑے بڑے شعراء اور ادباء نے اپنے کلاموں میں مختلف انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے جس کی وجہ سے ان کی شہرت بام عروج کو پہنچ گئی، خواجہ ایاز سے ہمارا تعلق اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ شہر لاہور کے معمار بھی ہیں، انہوں نے اپنے زمانے میں شہر لاہور کو از سرنو آراستہ آباد کیا تھا ورنہ اس سے پہلے لاہور شہر بادشاہوں کے تخت وتاج کی وجہ سے کھنڈر کی شکل اختیار کر چکا تھا اگر خواجہ ایاز کو شہر لاہور کا بانی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا خواجہ ایاز یوں تو معمولی شکل وصورت کے حامل نحیف اور نزار انسان تھے لیکن اپنی جانثاری اور وفاداری کی وجہ سے سلطان محمود کے دل میں بسے ہوئے تھے سلطان محمود کو آپ سے بے حد محبت تھی اور وہ آپ کو ہر وقت ساتھ رکھتے تھے کتابوں میں سلطان محمود اور خواجہ ایاز کے بہت سے واقعات ملتے ہیں ان

میں سے چند واقعات قارئین کی نظر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا ذکر شیخ سعدیؒ نے بوستان میں بھی کیا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کے کسی درباری نے سلطان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ ایاز میں کوئی ایسی خاص خوبی تو نہیں ہے پھر نہ معلوم بادشاہ اس پر کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟ سلطان محمود غزنویؒ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو اسے بڑا غصہ آیا لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ مناسب موقع پر اس کا جواب دیا جائے اتفاق سے جلد ہی ایک موقع پیدا ہو گیا ایک دن دوران سفر قیمتی سامان سے لدے ہوئے ایک اونٹ کا پاؤں پھسلا تو وہ اونٹ زمین پر گر گیا، اور اس پر لدا ہوا سارا سامان گر گیا سلطان نے حکم دیا کہ اس بکھرے ہوئے سامان میں سے جو شخص جو چیز اٹھائے گا وہ اسی کی ہو جائے گی یہ حکم دیکر سلطان آگے بڑھ گیا اور اس کے تمام ہمراہی مال لوٹنے میں مصروف ہو گئے بس ایک ایاز اس کے ساتھ رہا، سلطان نے پوچھا ایاز تم نے بھی کچھ حاصل کیا؟ اس نے ادب سے جواب دیا کہ میں نے کچھ حاصل نہیں کیا (حاصل) کرتا بھی کیوں؟ میں تو آپ کی خدمت کے لئے ہوں آپ کی خدمت چھوڑ کر مال کو کیا جمع کروں؟ سلطان نے حاسدوں کو بتایا کہ ایاز کی یہی خوبی ہے جس نے اسے ہماری نظروں میں محبوب بنا رکھا ہے شیخ سعدی یہ حکایت لکھ کر دو شعر رقم فرماتے ہیں جو اس واقعہ کی گویا روح ہیں۔

گرت قربتے ہست در بارگار بخلعت مشو غافل از پادشاہ

خلافِ طریقت بود کاولیاء تمنا کنداز خدا جد خدا

(بوستان ص ۱۰۵)

اگر تجھے دربار میں قرب حاصل ہے تو پوشاک میں لگ کر بادشاہ سے غافل نہ ہو یہ طریقت کے خلاف ہے کہ اولیاء اللہ خدا سے خدا کے ماسوا کی تمنا کریں دوسرا

واقعہ مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں ذکر کیا ہے یہ واقعہ مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا رومیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایاز نام کا ایک بہت غریب شخص تھا محمود بادشاہ نے اس کے اخلاق عالیہ کے سبب اس کو اپنا محبوب اور مقرب بنالیا تھا لیکن ایاز جس دن شاہ محمود کے یہاں حاضر ہوا تھا اس دن اس کے پاس صرف ایک پرانی گدڑی تھی اور ایک بوسیدہ پوستین تھا جس کو ایاز دیکھتا اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ کہتا کہ اے ایاز! ایک وہ دن تھا کہ اسی بوسیدہ گدڑی میں تو یہاں آیا تھا اور آج تو مقرب بادشاہ ہے دیکھ اپنی حقیقت کو مت بھولنا نظر عنایت شاہ کی تجھ پر بہت ہے ناز اور تکبر میں مبتلا نہ ہونا بلکہ یہ شکر کا مقام ہے کہ یہی گدڑی پہننے والا آج مقرب اور محبوب سلطان ہے جس سے آج تمام وزراء حکمران لرزتے ہیں رفتہ رفتہ یہ خبر عام ہوگئی سارے اراکین سلطنت کو پہلے ہی سے ایاز کے ساتھ حسد تھا کہ ایک معمولی غریب آدمی آج ہم سب سے سبقت لے گیا اور اس سے بڑھ کر شاہ محمود کا کوئی مقرب اور محبوب نہیں ہے حاسدین میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ایاز تنہا حجرے میں جا کر کیا کرتا ہے؟ اور حجرے کو ہر وقت بند کیوں رکھتا ہے ہو نہ ہو یہ خفیہ شاہی خزانے سے چرا کر دولت ضرور جمع کر رہا ہوگا پس سلطان محمود کو اس کی اس حرکت کی خبر کرنا چاہئے تا کہ یہ تقرب ایاز کا عتاب شاہی سے بدل جائے۔ پس سب نے باہمی مشورہ کے بعد سلطان محمود کو خبر دی کہ حضور ایاز گندم نما جو فروش ہے یہ آپ کا عاشق اور صادق نہیں ہے بلکہ یہ منافق ہے خزانہ شاہی سے اپنے خاص حجرے میں سیم وزر جمع کر رہا ہے۔

سلطان محمود کو ایاز کے متعلق ایسی حرکت کا گمان تک بھی نہ ہوا لیکن اراکین پر حجت تمام کرنے کے لئے اور ایاز کا مقام محبت اور اس کی صداقت ظاہر کرنے کے

لئے حکم نافذ کر دیا کہ آدھی رات کو ایاز کے حجرے کی تلاشی لی جائے، اراکین سلطنت بڑے خوش ہوئے کہ آج رات ایاز کی قلعی (بھیت) کھل جائے گی اور اسکا تقرب ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ آدھی رات کو اس حجرے کا تالا توڑا گیا اور حکام سلطنت نے حجرے کے اندر تلاشی لی لیکن بجز ایک پرانی گدڑی اور ایک بوسیدہ پوستین کے حجرے میں کچھ نہ تھا اور حاسدین نے حجرے کی زمین بھی اس شبہ سے کھودی کہ شاید زمین میں دفن ہو اور گدڑی دھوکہ دینے کے لئے ٹانگ رکھی ہو بالآخر تلاشی لینے والے حکام تہست و نامراد ہو کر شاہ محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرمندگی کے ساتھ معافی طلب کرنے لگے۔

سلطان محمود پر اس وقت ایاز کی محبت میں ایک حال مزید غالب ہو گیا اور ایاز سے پوچھا کہ اے ایاز! اس قدر اہتمام سے اس گدڑی اور پوستین بوسیدہ کو حجرے میں کیوں بند کر رکھا ہوا ہے؟ ایاز نے عرض کیا کہ حضور میں ہر روز اپنی اس گدڑی اور پوستین بوسیدہ کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہوں اور نفس سے کہتا ہوں کہ اے ایاز! تیری یہ تمام نعمتیں عزت و شوکت سلطان شاہ محمود ہے ورنہ اے ایاز! تیری حقیقت ایک دن یہی گدڑی اور بوسیدہ پوستین تھی۔

(معرفت الہیہ ص: ۱۸۷ بحوالہ انوار مدینہ اکتوبر 97ء ص ۶۰)

حاصل...... بیشک انسان کو اپنی اصلیت کبھی نہ بھولنا چاہئے یقیناً اگر انسان اپنی اصلی حیثیت کو سامنے رکھے تو کبھی نہ پھسلے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حقیقت جاننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

واقعہ نمبر......۴۳

اب کہاں دنیا میں ایسی ہستیاں

ایک ریٹائرڈ پولیس افسر نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مسجد خیر دین امرتسر میں تقریر کر رہے تھے۔ میں ڈیوٹی پر تھا۔ دو بجے شب مجھے اعلیٰ حکام نے طلب کیا۔ اور میری جگہ ایک دوسرا رپورٹر بھیجا۔ میں نے جب اپنی ڈائری ختم کی تو اس میں یہ الفاظ درج کر دیئے۔

''سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ رات کے گیارہ بجے سے تقریر کر رہے ہیں اب رات کے دو بجے ہیں ان کی تقریر سے حاضرین جلسہ تو درکنار مسجد خیر دین کے درو دیوار اور اس کے گنبد و محراب اور حوض کے پانی تک مسحور ہو چکے ہیں۔''

خان غلام محمد خاں لونڈ خور نے سنایا کہ میں نے نہ تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو دیکھا ہوا تھا۔ اور نہ اس کا خاص معتقد تھا۔ میرا سیاسی مسلک بھی اس سے جدا تھا۔ ایک دفعہ عشاء کے وقت دلی دروازہ کے باہر سے گزرا تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تقریر کر رہے تھے۔ میں بڑے ضروری کام میں تھا۔ اس خیال سے رک گیا کہ جس مقرر کی اتنی شہرت ہے اسے پانچ منٹ سن لوں۔ میری عادت یہ ہے کہ میں جلسہ میں ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتا۔ خود اپنے جلسے میں بھی گھوم پھر کر دیکھتا اور سنتا ہوں میں پانچ منٹ تک سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سنتا رہا۔ پھر سوچا تھوڑی دیر اور سن لوں ان کا سحر تھا کہ کھڑے کھڑے بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو لیٹ گیا۔ اور لیٹے لیٹے ساری رات تقریر سنتا رہا۔ اور ایسے حواس گم ہوئے کہ اپنا کام بھی بھول گیا۔ یہاں

تک کہ صبح کی اذان بلند ہوئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تقریر کے خاتمہ کا اعلان کیا تو مجھے خیال آیا کہ او ہو ساری رات ختم ہوگئی۔ یہ شخص تقریر نہیں کر رہا جادو کر رہا تھا۔

ایک دفعہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ علی گڑھ کے کسی جلسہ میں تقریر کرنے تشریف لے گئے۔ کالج کے طلباء نے تقریر سننے سے انکار کر دیا۔ ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ تقریر کرنا محال ہوگیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے دیکھا کہ بچے برافروختہ ہیں کوئی اور نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو فرمایا اچھا بیٹا قرآن مجید کا ایک رکوع پڑھ دیتا ہوں اور جلسہ تمہارے احترام میں ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ طلباء خاموش بیٹھ گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے انتہائی دل سوزی سے نیم خورد آواز میں پڑھنا شروع کیا۔ چشم و گوش اور در و دیوار جھوم گئے۔ تلاوت ختم ہوئی تو فرمایا بیٹا کیا خیال ہے اس کا ترجمہ بھی کردوں آواز آئی ضرور ترجمہ بھی کر دیجئے۔ اب ترجمہ شروع ہوا۔ پھر ترجمے کے بعد تفسیر و تشریح کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تقریر ختم کی طلبہ نے شور مچایا۔ شاہ جی خدا کے لئے کچھ اور بیان کیجئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا بیٹا کبھی پھر آؤں گا تو تقریر سناؤں گا۔ گجرات کے مشہور مقدمہ میں جب لدھارام رپوٹری آئی ڈی نے حقیقت حال کا انکشاف عدالت عالیہ میں کیا اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی رہائی ہوگئی تو لدھارام سے پوچھا گیا کہ آخر تو نے سرکاری ملازم ہوتے ہوئے یہ جھوٹی شہادت دینے سے گریز کیوں کیا اور سچی شہادت سے اپنے آپ کو خطرے میں کیوں ڈالا۔ تو اس نے بتایا کہ میں نے سرکاری ملازمت میں ہمیشہ جھوٹی شہادتیں دی ہیں۔ اور اس دن بھی شاہ جی کے خلاف جھوٹی شہادت دینے کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ ڈائری میں ردوبدل اگرچہ اعلیٰ حکام کے حکم سے کیا تھا۔ لیکن اس میں بہرحال میری بھی رضا مندی شامل تھی۔ ہوا یہ کہ جب میں گواہی دینے کے لئے عدالت میں آیا اور شاہ جی کو دیکھا تو سادہ شکل وصورت کا ایک

سچا انسان کھڑا ہے۔ مجھے کسی مخفی طاقت نے ٹوکا کہ یہ شخص اب میری جھوٹی شہادت پر پھانسی کی سزا پائے گا۔ میرا دل لرز گیا میں نے دل ہی دل میں توبہ کی اور عہد کیا کہ دنیا کی ہر مصیبت برداشت کرلوں گا۔ لیکن اس عظیم انسان کے خلاف جھوٹی شہادت دینے کا پاپ نہیں کماؤں گا۔ تب میں نے شاہ جی کے وکیل کو علیحدگی میں سارا ماجرا بیان کیا۔ ساتھ ہی اپنا ارادہ بھی بتایا۔ لدھا رام نے ہائی کورٹ میں شہادت دی اس کی ملازمت گئی تین سال قید سخت کی سزا ہوئی، لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی معجزانہ رہائی کا باعث بن گیا۔ اس مقدمہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۹ ماہ کے قریب جیل میں رہے۔ جب رہا ہو کر آئے تو تقریروں میں اکثر فرمایا کرتے کہ ایک طرف میں بے نوا تھا میرے غریب ساتھی جیلوں میں مقید تھے۔ میری اولاد کمسن اور میرا والد ضعیف العمر تھا۔ دوسری طرف فرنگی کی صولت وحشمت تھی۔ خزانے اس کے، پولیس اس کی، عدالتیں اس کی، جیل خانے اس کے، سب اختیار واقتدار اس کا تھا، پھر ترنم سے پڑھتے ؎

روح بخت ملاقی ان کا.......................... چرخ ہفت طبقانی ان کا

حضرت یوسفؑ کے زندانی ہونے کا واقعہ دہراتے، زلیخا کی الزام تراشیوں کا تذکرہ کرتے، قرآن مجید کی آیت شریفہ...... "**وشہد شاھدٌ من اھلھا**" پڑھ کر لدھا رام کو انگریزوں کا گھریلو گواہ قرار دیتے۔ اس مقدمہ سے رہائی کو وہ اللہ کا عظیم احسان کہتے آخر میں فرماتے۔ اے اللہ اس نعمت کے شکرانے میں میں تیری خدمت میں کیا پیش کروں کیونکہ جو نعمت سوچتا ہوں وہ سب تیرے خزانے میں موجود ہے ایک دن تقریر کرتے کرتے جھولی پھیلا دی اور فرمایا میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو تیرے شکر نعمت کے لئے پیش کرتا ہوں اور وہ میرے گناہ ہیں میرے پاس ان کے سوا کچھ نہیں پھر یہ بیان کچھ اس عجز وانکسار اور رقت انگیز کے ساتھ پیش کیا۔ کہ لوگوں

کی چیخیں نکل گئیں۔

حاصل...... بیشک کچھ اللہ والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی زندگی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ہوتی ہے، اوران کے نقوشِ پا سے راستے کے گم کردہ راہی اپنی راہ پاتے ہیں، ایسے عظیم انسانوں کی ہمیں قدر کرنی چاہئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے علماء واکابر کی خدمت وقدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔
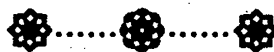
واقعہ نمبر......۴۴

ابن سا باط کی توبہ

ابن سا باط بغداد کا نامی گرامی چور تھا کوئی شریف آدمی اس کا نام سن کر انتہائی نفرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہتا تھا وہ اپنے پیشہ میں ایسا ماہر تھا کہ بیسیوں چوریاں کرنے کے باوجود قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا لیکن آخر کب تک ایک دن حکام نے اسے گرفتار کر ہی لیا قانون وقت کے مطابق اس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور پھر اس کو ایک نا قابل اصلاح مجرم قرار دے کر مدت العمر کے لئے قید خانہ میں بھیج دیا گیا اہل بغداد اب اسکا ذکر ہتھ کٹے شیطان'' یا ایک ہاتھ کے شیطان کے نام سے کرتے تھے دس برس کی طویل زندگی قید خانہ میں بسر کر کے ایک دن ابن سا باط کسی طرح بھاگ نکلا اور قید خانے سے باہر آتے ہی اپنے قدیم پیشہ کو ازسر نو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا ایک ہاتھ کے نقصان اور قید و بند کی طویل پر صعوبت زندگی نے اس کے مزاج اور کردار پر ذرہ برابر اثر نہیں ڈالا تھا آزادی کی فضا میں سانس لیتے ہی چوری کی خواہش نے اسے بے تاب کر دیا اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ اپنی مہم پر چل کھڑا

ہوا ادھر ادھر پھرتے تین پہر رات گزر گئی لیکن اسکو کسی مکان میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا آخر اسے ایک وسیع حویلی نظر آئی جس کے چاروں طرف دور دور تک سناٹا تھا اس حویلی کے وسط میں ایک بہت بڑا پھاٹک تھا ابن ساباط پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا کہ اندر جانے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا جائے اسی سوچ بچار میں اس کا ہاتھ پھاٹک پر جا پڑا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا اس نے آہستگی سے دروازہ پیچھے کی طرف دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا یہ ایک وسیع احاطہ تھا جس کے اندر چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں ایک بڑا کمرہ تھا ابن ساباط اس بڑے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اسے یقین تھا کہ یہ کسی بڑے امیر یا سوداگر کا مکان ہے جونہی اس نے دروازے کو ہاتھ لگایا وہ بھی پھاٹک کی طرح فوراً کھل گیا کمرے میں داخل ہو کر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اس کو قیمتی ساز و سامان سے بالکل خالی پایا ایک طرف کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی ہوئی تھی اس کے قریب چمڑے کا ایک تکیہ اور بھیڑ کے کھال کی چند ٹوپیاں پڑی تھیں ایک گوشہ میں پشینہ کے موٹے کپڑے کے چند تھان بکھرے پڑے تھے، ابن ساباط ایسے معمولی سامان کو دیکھ کر جھلا اٹھا اور مکان کے مالک کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا اس احمق نے اتنے بڑے مکان میں کیسا گھٹیا کپڑا اور سامان رکھا ہوا ہے بہر حال مکان سے خالی ہاتھ جانا اسے منظور نہ تھا اس نے پشینہ کے تھانوں کی ایک گٹھڑی بنائی اور اس کے باندھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن ہزار جتن کے باوجود ایک ہاتھ سے صوف کے موٹے کپڑے کو گرہ نہ لگا سکا اور ہانپتا ہوا بیٹھ گیا عین اسوقت دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں چراغ لئے کمرے میں داخل ہوا خوف اور دہشت سے ابن ساباط کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اس نے داخل ہونے والے آدمی کو دیکھا اس کا قد دراز، کمر خمیدہ اور جسم انتہائی نحیف تھا جس پر ہلکے رنگ کی ایک لمبی قبا تھی اور

سر پر بھیڑ کی کھال کی کشادہ سیاہ ٹوپی تھی اس قدر نحیف و نزار ہونے کے باوجود اس شخص کے چہرے پر عجیب طرح کا اطمینان اور نور تھا اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جس سے کوئی دوسرا شخص اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس نے کمرے میں داخل ہو کر چراغ ایک طرف رکھ دیا اور انتہائی شیریں آواز میں ابن ساباط سے مخاطب ہو کر کہا میرے بھائی خدا تم پر رحم کرے یہ کام روشنی اور کسی ساتھی کی مدد کے بغیر انجام نہیں پا سکتا دیکھو یہ چراغ روشن ہے اور تمہاری مدد کے لئے میں حاضر ہوں اب ہم دونوں یہ کام اطمینان کے ساتھ کر لیں گے ابن ساباط حیرت سے اجنبی کے منہ کی طرف تک رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اتنے میں اجنبی نے تھانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ان کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں پھر اچانک اسے خیال آیا اور اس نے ابن ساباط سے مخاطب ہو کر کہا میرے بھائی مجھے معاف کرنا مجھے خیال ہی نہیں کہ ایسا تھکا دینے والا کام کر کے تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی میں ابھی تمہارے لئے گرم گرم دودھ لاتا ہوں اسے پی کر تم تازہ دم ہو جاؤ گے یہ کہہ کر اجنبی کمرے سے باہر نکل گیا اور ابن ساباط عالم تحیر میں کھو گیا یکا یک اسے کوئی خیال آیا اور اس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا میں بھی کیسا احمق ہوں اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ یہ کوئی میرا ہی ہم پیشہ ہے اتفاق سے آج ہم دونوں اس مکان میں جمع ہو گئے ہیں یہ گھر کا بھیدی معلوم ہوتا ہے اسے معلوم تھا کہ آج یہ مکان رہنے والوں سے خالی ہے اسی لئے وہ روشنی کا سامان لے کر آیا جب اس نے دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو اس سامان میں سے آدھے کا حق دار بننے کے لئے میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اجنبی ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لئے پھر کمرے میں داخل ہوا اور یہ کہہ کر پیالہ ابن ساباط کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ اسے پی لو یہ تمہاری بھوک اور تھکان کو دور کر دے گا۔

ابن ساباط کو فی الواقع سخت بھوک لگ رہی تھی اس نے آناً فاناً دودھ کا پیالہ خالی کر دیا اور پھر کڑک کر اجنبی سے کہا" دیکھو میں تم سے پہلے پہنچ گیا تھا اس لئے ہمارے پیشہ کے اصول کے مطابق تمہارا اس مال پر مطلق کوئی حق نہیں تاہم تم نے مال سمیٹنے میں جس مستعدی کا ثبوت دیا ہے اس کے پیشِ نظر میں تمہیں تھوڑا بہت مال دے دوں گا چلو اب گٹھڑیاں اٹھائیں اور چلیں' ابن ساباط کے جواب میں اجنبی مسکرایا اور پھر شفقت آمیز لہجے میں کہا میرے بھائی تم میرے حصے کا خیال کر کے کیوں اپنا دل میلا کرتے ہو میں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گا تمہارا ایک ہاتھ ہے یہ چھوٹی گٹھری تم اٹھالو اور بڑی گٹھری میں اٹھالیتا ہوں جہاں تم کہو دو میں پہنچا دوں گا ابن ساباط نے کہا بس ٹھیک ہے تمہیں مجھ سے بہتر سردار سارے ملک میں نہیں مل سکتا میں یہ چھوٹی گٹھری اٹھالیتا ہوں اور تم بڑی گٹھری اٹھا کر میرے آگے آگے چلو نحیف الجثہ اجنبی نے پورا زور لگا کر بڑی گٹھری کمر پر لادی اس کی خمیدہ کمر اس کے بوجھ سے اور بھی خمیدہ ہوگئی اور وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ابن ساباط کے آگے آگے چل پڑا لیکن ابن ساباط کو بہت عجلت تھی کیونکہ رات بہت تیزی سے ختم ہو رہی تھی وہ بار بار اجنبی کو ٹوک دیتا کہ تیز چلو اجنبی کئی بار ٹھوکر کھا کر گرا لیکن پھر اٹھ کر کھڑا ہوا اور ہانپتا کانپتا پھر تیز تیز قدم اٹھانے لگا ایک جگہ چڑھائی تھی اجنبی کو بھاری بوجھ کی وجہ سے سخت مشکل پیش آئی اور وہ ایک جگہ بے اختیار گر پڑا ابن ساباط نے اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی اور پھر اس کی کمر پر زور سے ایک لات رسید کی اجنبی جوں توں کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور ابن ساباط سے معذرت کرنے لگا ابن ساباط نے گٹھری پھر اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور دونوں چلتے چلتے شہر سے دور ایک پرانے کھنڈر میں جا پہنچے یہاں ابن ساباط کی پناہ گاہ تھی وہ اپنی گٹھری باہر رکھ کر کھنڈر کی دیوار سے اندر کود گیا اور اجنبی نے دونوں گٹھریاں باہر سے اندر پھینک دیں اسوقت چاند کی روشنی میں ابن ساباط نے اطمینان

سے اجنبی کے چہرے پر نظر ڈالی جو اس کے سامنے کھڑا ہانپ رہا تھا اس نے محسوس کیا کہ اجنبی کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں یکا یک وہ ملکوتی تبسم کے ساتھ یوں گویا ہوا میرے بھائی یہ مال تمہیں مبارک ہو اس مکان کا مالک میں ہی ہوں اور یہ مال تجھے خوشی سے بخشتا ہوں افسوس کہ میں تمہاری خاطر خواہ خدمت نہیں کر سکا بلکہ راستے میں اپنی کمزوری اور سستی کی وجہ سے تمہارے لئے پریشانی کا باعث بنا خدا کے لئے مجھے معاف کر دو اچھا اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں، خدا حافظ۔

اجنبی یہ کہہ کر تیزی سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اس کے الفاظ خنجر بن کر ابن ساباط کے سینے پر پیوست ہو گئے سیاہ کاری کے اس پتلے کے دل و دماغ کو اجنبی کے محیّر العقول حسن سلوک نے جھنجوڑ کر رکھ دیا وہ سوچ رہا تھا کہ دنیا میں ایسے انسان بھی ہوتے ہیں میں نے اسے کیا سمجھا اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا یہ سوچتے سوچتے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا ضمیر کی خلش نے اسے بے چین کر دیا اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے ہی اجنبی کی تلاش کے لئے نکل کھڑا ہوا اب اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا بس یہی آرزو تھی کہ اس اجنبی کے قدموں پر سر رکھ دے رات والا مکان ڈھونڈنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی اس کے باہر کھڑے ہو کر ایک شخص سے پوچھا یہ کس تاجر کا مکان ہے؟ اس شخص نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا میاں تم مسافر معلوم ہوتے ہو یہاں کسی تاجر کا کیا کام یہ تو شیخ جنید بغدادیؒ کی قیام گاہ ہے ابن ساباط نے یہ نام سن رکھا تھا لیکن شیخ کا صورت آشنا نہ تھا پھاٹک سے اندر داخل ہوا اور دیکھا کے سامنے والے بڑے کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور چٹائی پر تکیہ سے سہارا لگائے وہی رات والا اجنبی بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تیس چالیس آدمی مؤدبانہ انداز میں بیٹھے ہیں ابن ساباط ٹھٹک کر وہیں کھڑا

ہو گیا اتنے میں مسجد سے آذان کی آواز آئی لوگ اٹھ کر کھڑے ہوئے جب وہ سب چلے گئے تو شیخ بھی اٹھے جونہی انہوں نے دروازے کے باہر قدم رکھا ابن ساباط روتا ہوا ان کے قدموں پر گر گیا انفعال کے آنسوؤں نے اس کے دل کی ساری سیاہی دھوڈالی تھی شیخ نے نہایت محبت اور شفقت سے اس کو زمین سے اٹھایا اور گلے لگا لیا ابن ساباط کے دل کی دنیا اب بدل چکی تھی دوسروں نے جو راہ برسوں میں نہیں دیکھی تھی ابن ساباط نے دو چند لمحوں میں طے کر لی، وہ شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور ان کے فیض صحت سے ہتھ کٹے شیطان کے بجائے شیخ احمد ابن ساباطؒ بن گیا، اور اہل اللہ میں شمار ہوا جس شخص کو چالیس سال تک دنیا کی ہولناک سزائیں نہ بدل سکیں اس کو ایک مرد خدا کے حسن اخلاق اور قربانی نے چند ساعتوں میں خاصانِ خدا کی صف میں شامل کر دیا۔ (بحوالہ حکایاتِ صوفیہ از طالب ہاشمی)

حاصل...... اندازہ کیجئے کہ اچھے اخلاق اپنے اندر کس قدر طاقت رکھتے ہیں جسے تلوار کی طاقت مسخر نہ کر سکے، اسے اچھے اخلاق مسخر کر ڈالتے ہیں، چنانچہ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ ہر حال میں اپنے اخلاق اچھے رکھیں، بیشک اسی میں ہماری فلاح ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۴۵

زنا سے بچنے والے ایک بزرگ کا سبق آموز واقعہ

حضرت ابن عباسؓ حضرت کعب بن احبارؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک صدیق (اول درجہ کا ولی) تھا جو عبادت میں منفرد مقام

رکھتا تھا یہ ایک عرصہ تک اپنی خانقاہ میں عبادت کرتا رہا اسکے پاس روزانہ صبح وشام بادشاہ وقت حاضری دیتا تھا اور اس سے پوچھا کرتا تھا کہ آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ تو وہ جواب دیتا ''اللہ میری ضرورت کو خوب جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی خانقاہ پر انگور کی ایک بیل اگا دی تھی جو ہر روز ایک انگور اٹھاتی (یعنی ایک انگور لگتا) تھی جب اس عابد کو پیاس لگتی تو وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا تو پانی ابل پڑتا تھا اور یہ اس پانی کو پی کر پیاس بجھا لیتا تھا اس طرح ایک طویل عرصہ گزر گیا، ایک مرتبہ اس عابد کے پاس مغرب کے وقت ایک عورت گذری جو نہایت حسین وجمیل تھی اس عورت نے پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندے تو اس بزرگ عابد نے کہا لبیک! یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی کیا تمہیں تمہارا رب دیکھ رہا ہے؟......

اس نے فرمایا کہ وہ اللہ ایک ہے قہار ہے۔ حی وقیوم ہے، دلوں کے اسرار سے واقف ہے اور جو قبروں میں ہیں ان کا اٹھانے والا ہے۔

عورت یہ سن کر کہنے لگی مجھ سے میرا شوہر دور ہے (اس لیے مجھے ایک رات کے لیے اپنے پاس ٹھکانہ دے دو) بزرگ نے یہ سن کر اس عورت سے کہا کہ اوپر آجاؤ پس وہ عورت اوپر چڑھ گئی اور اس بزرگ کی خانقاہ میں پہنچ گئی وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی اس عورت نے اپنے جسم سے کپڑے اتار پھینکے اور ننگی کھڑی ہوگئی اور اس عابد کے سامنے اپنا ننگا بدن ظاہر کر دیا یہ منظر دیکھ کر اس بزرگ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا تو تباہ ہو جائے اپنے آپ کو ڈھانپ لے یہ سن کر اس عورت نے جواب دیا تیرا کیا جاتا ہے اگر تو آج رات مجھ سے فائدہ اٹھا لے تو بزرگ نے سن کر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا اے نفس تو کیا کہتا ہے؟

نفس کہنے لگا اللہ کی قسم میں تو فائدہ اٹھاؤں گا۔

یہ سن کر بزرگ نفس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تو تباہ ہو جائے کیا تو گندھک کے

دوزخ کے کپڑے مانگتا ہے؟ آگ کے پاٹ مانگتا ہے۔ میری عرصہ کی عبادت ضائع کرنا چاہتا ہے؟ پھر کہنے لگا ہر زانی کی بخشش نہیں اور اس کا عذاب مٹنے کو نہیں میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر ایسا ناراض ہو کہ پھر کبھی راضی نہ ہو لیکن اس بزرگ کے نفس نے اس کو اس عورت کے متعلق خوب بہکایا تو بزرگ نے نفس سے مخاطب ہو کر پھر کہا میں تیرے سامنے (دنیا کی) چھوٹی آگ پیش کرتا ہوں، اگر تو اس کو برداشت کر گیا تو اس رات اس لڑکی سے نفع حاصل کرلوں گا۔

حضرت کعب بن احبارؒ فرماتے ہیں کہ اس بزرگ نے یہ کہنے کے بعد ''دیئے'' (چراغ) کو تیل سے بھر دیا اور بتی کو موٹا کر دیا اس منظر کو وہ عورت بھی دیکھ رہی تھی اور اس بزرگ کی اپنے نفس سے گفتگو بھی سن رہی تھی پھر اس بزرگ نے چراغ کو جلانے کے بعد اپنا ہاتھ اس جلتی بتی پر رکھ دیا یہ بتی جل رہی تھی لیکن اس بزرگ کے ہاتھوں کو نہیں جلاتی تھی۔

دیکھ کر بزرگ چیخ کر کہنے لگے تجھے کیا ہے؟ جلاتی کیوں نہیں؟

تو وہ بتی اس کا انگوٹھا کھا گئی (یعنی جل گیا) پھر اس کی انگلیاں کھا گئی۔ پھر اسکا ہاتھ کھا گئی یہ منظر دیکھ کر اس عورت نے زوردار چیخ ماری اور دنیا سے کوچ کر گئی پھر اس بزرگ نے اس عورت کے جسم کو اس کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا۔ جب صبح ہوئی تو ابلیس لعین نے چیخ کر کہا اے لوگو!

فلاں بیٹی سے فلاں عابد شخص نے زنا کیا ہے اور زنا کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا ہے چنانچہ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ اپنے لشکر اور رعایا کے ساتھ سوار ہوا اور عبادت خانے تک پہنچ گیا جہاں وہ راہب عبادت کیا کرتا تھا وہاں پہنچ کر بادشاہ زور سے چیخا تو عابد نے اس کو جواب دیا۔ بادشاہ نے عابد سے پوچھا کہ فلاں کی بیٹی فلاں کہاں ہے؟

عابد نے کہا نہیں یہ میرے پاس موجود ہے۔

بادشاہ یہ سن کر عابد سے کہنے لگا اس کو کہو کہ وہ میرے پاس آئے بزرگ نے کہا وہ مر چکی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کہنے لگا چونکہ وہ زنا کے لیے رضامند نہیں ہوئی حتیٰ کہ تو نے ایک جان کو قتل کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ پھر بادشاہ نے غضبناک ہو کر اس عبادت خانہ کو گرا دیا اور عابد کی گردن میں زنجیر ڈالی اور اسے گھسیٹنے لگا اور عورت کی لاش کو وہاں سے اٹھا دیا گیا اور اس عبادت خانے کو گرا دیا گیا۔ اس وقت کے لوگوں کا دستور تھا کہ زانی کو آرے کے ساتھ چیر دیا کرتے تھے۔ عابد کا ہاتھ جورات کے واقعہ میں جل گیا تھا اسے عابد نے ہاتھ کی آستین میں چھپایا ہوا تھا اور وہ عابد واقعہ کی حقیقت کسی کو نہیں بتا رہا تھا چنانچہ آرے کو عابد کے سر پر رکھا اور جلادوں کو حکم دیا گیا کہ آرا چلادو چنانچہ حکم ملتے ہی جلادوں نے تعمیل کی اور آرا چلا دیا جب آرا عابد کے دماغ تک پہنچا تو اس کی آہ نکل گئی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اس کو کہو کچھ نہ بولو میں تیرا صبر دیکھنا چاہتا ہوں اس کے صدمے نے میرے عرش برداروں کو میرے آسمان کے مکینوں کو رلا دیا ہے مجھے میرے غلبے اور جلال کی قسم اگر اس عابد نے دوسری مرتبہ آواز نکالی تو میں آسمانوں کو زمین پر گرادوں گا، چنانچہ اس عابد نے دوسری مرتبہ آہ نہیں نکالی اور نہ کوئی بات بتائی حتیٰ کہ اس حالت میں اس کا انتقال ہو گیا (رحمۃ اللہ علیہ) چنانچہ جب وہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مردہ عورت میں روح ڈالی (جو عابد کا عمل دیکھ کر دنیا سے کوچ کر گئی تھی) تو عورت نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا اللہ کی قسم! یہ مظلوم ہو کر فوت ہوا ہے اس نے زنا نہیں کیا تھا اور میں ابھی تک کنواری ہوں اس کے بعد اس عورت نے گذشتہ رات کا سارا واقعہ لوگوں کے سامنے نقل کیا تو یہ سن کر جب لوگوں نے اس کا ہاتھ نکالا تو جیسا لڑکی نے بتایا تھا ویسا ہی جلا ہوا تھا یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ اگر

ہمیں علم ہوتا کی اصل حقیقت کیا ہے تو ہم بھی بھی اس کے جسم کو نہ چیرتے۔ عابد دو ٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑا اور لڑکی بھی جیسے پہلے (مردہ) تھی ویسے ہی ہوگئی۔ پھر ان دونوں کو دفنانے کے لیے قبریں کھودیں گئیں تو اس میں کستوری، عنبر اور کافور کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں اور پھر ان کا جنازہ پڑھنے کے لیے ان کی میتوں کو لایا گیا تو ان کو آسمان سے کسی نے منادی کی۔

"اصبروا حتیٰ نصلي عليها الملائكة" ترجمہ..... صبر کرو یہاں تک کہ فرشتے ان کا جنازہ پڑھ لیں۔

اس کے بعد لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا اور دفن کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر پر چنبیلی کو اُگایا اور لوگوں نے ان کی قبر پر تختہ دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندہ اور اپنے ولی (دوست) کی طرف سے میں نے اپنے عرش کے نیچے ایک منبر لگایا اور اپنے فرشتوں کو گواہ بنایا کہ میں نے جنت الفردوس کی پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) عورتوں سے اس ولی کا نکاح کیا اور میں اپنے فرمانبرداروں اور مقربین کو ایسے ہی انعام واکرام سے نوازتا ہوں۔

حاصل..... سبحان اللہ اس واقعہ کو پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنا انعام فرمایا کہ جو اس کی اتباع کرتا ہے اس کے لیے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اللہ کے اس ولی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کی اتباع نہیں کی جس کی وجہ سے وہ رب کا مقرب بن گیا اللہ تعالیٰ اسی طرح تمام مسلمانوں کو نفس کی غلامی سے بچائے اس واقعہ کو پڑھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ نفس کی اتباع کبھی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ نفس انسان کو ہمیشہ عیش وعشرت اور غلط خواہشات کا دلدادہ بناتا ہے اور پھر نفس کے باعث انسان جہنم کی طرف چلا جاتا ہے۔ نیز آپ اس واقعہ سے

اندازہ لگا سکتے ہیں کہ زنا پہلی امتوں میں کتنا قبیح اور برا فعل سمجھا جاتا تھا اور اس کی سزا ان لوگوں نے کتنی سخت رکھی تھی اور اس عابد نے اپنے جسم کو اتنی شدید تکلیف میں مبتلا کیا لیکن جہنم کے خوف کی وجہ سے زنا کی طرف نہیں گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جہنم کی ہولناکیاں اپنے اندر کتنی شدت رکھتی ہیں اور جہنم کی آگ کتنی سخت ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''النار الکبریٰ'' کہ وہ سب سے بڑی آگ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ تمہاری یہ (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترہواں (۷۰) حصہ ہے اے مسلمانانِ عالم زنا کی شدت اور ہلاکت خیزیوں کا اندازہ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے واقعات میں آئے ہوئے ان کھلے اور واضح احکامات کو پڑھ کر ہو جاتا ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ وہ اس گناہ عظیم کا مرتکب ہونے سے بچے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے واضح راستے بیان کر دیئے ہیں جن پر چل کر انسان خود کو عذاب علیم (دردناک عذاب) سے محفوظ رکھ سکتا ہے پس عقلمند وہی ہے جو گناہوں کی اس پر خار وادی سے اپنا دامن بچا کر گذر جائے۔ (بحوالہ بے حیائی آغاز سے انجام تک)

واقعہ نمبر......۴۶

عاشقِ رسول غازی علم الدین شہیدؒ کا واقعہ

رحمان مذنب صاحب راوی ہیں کہ: غازی علم الدین ۴ر دسمبر ۱۹۰۸ء کو متوسطہ طبقے کے ایک شخص طالع مند کے گھر (لاہور) میں پیدا ہوئے۔ یہ ان کے دوسرے بیٹے تھے۔ نجاری پیشہ تھا۔ عزت سے دن گزر رہے تھے۔ ایسے نامور نہ تھے، اپنے محلے تک ان کی شہرت محدود تھی یا پھر لاہور سے باہر جا کر کہیں کام کرتے تو

محنت، شرافت اور دیانتداری کی بدولت مختصر سے حلقے میں اچھی نظر سے دیکھے جاتے۔ زندگی اس ڈھب کی تھی ۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے زندگی یونہی تمام ہوتی ہے

اس زمانے میں مسجد محلے کے بچوں کی ابتدائی درسگاہ تھی ۔ طالع مند نے بھی اپنے بیٹے علم الدین کو مسجد میں بھیجا تا کہ قرآن مجید پڑھے ۔علم الدین نے کچھ دن وہاں گزارے تعلیم حاصل کی، لیکن وہ زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے ۔قدرت کا کوئی راز تھا، ان سے ایسا کام لیا جانا تھا، جوعمل کی دنیا میں تعلیم سے بڑھ کر تھا، بلکہ تعلیم کا مقصود تھا۔ ان میں منجانب اللہ ایسا جوہر مخفی تھا، جسکے بچے کو خبر نہ تھی، لیکن اس جوہر نے آگے چل کر وہ کام کر دکھایا، جس سے انہیں ''تب وتاب جاودانہ'' میسر آئی ۔اس کام کا کوئی بدل نہ تھا ۔طالع مند کے دو بیٹے تھے ، محمد دین اور علم الدین ۔دونوں میں بڑا پیار تھا، علم الدین والد کے ساتھ کبھی باہر جاتا تو محمد دین کو قلق ہوتا ۔

ایک دفعہ محمد دین نے علم الدین کے بارے میں ایک پریشان کن خواب دیکھا کہ علم الدین زخمی ہے ۔محمد دین بے چین ہوا اور چھوٹے بھائی کی خیریت معلوم کرنے سیالکوٹ پہنچا۔ دونوں بھائیوں کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب محمد دین اپنے والد کے ٹھکانے پر پہنچا، تو علم الدین چارپائی پر بیٹھا تھا ، بھائی کو دیکھتے ہی علم الدین اچھل پڑا۔ شدت جذبات سے دونوں بھائی بغل گیر ہو گئے ۔محمد دین نے دیکھا کہ علم الدین واقعی زخمی ہے ۔ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے ۔ہاتھ پر شیشہ لگا تھا، لیکن زخم گہرا نہیں تھا ۔اگلے دن محمد دین واپس لاہور آ گئے ۔

علم الدین نے بچپن میں بعض ایسے واقعات دیکھے ، جن کے نقوش ان کے دماغ پر ثبت ہوئے اور ان کی کردار سازی میں کام آئے ۔علم الدین ایک سال تک والد کے ساتھ کوہاٹ میں رہے ۔یہ علاقہ غیور اور بہادر پٹھانوں کا ہے پٹھانوں کا یہ

وصف ہے کہ جوان سے نیکی کرے وہ اسے بھلاتے نہیں۔ یاد رکھتے ہیں بڑے مخیر طبع اور متواضع لوگ ہیں۔ محسن کو قرار واقعی صلہ دیتے ہیں، جان تک نثار کر دیتے ہیں۔ علم الدین کے والد نے کوہاٹ جا کر رہنے کے لیے مکان کرائے پر لیا، جس کا مالک اکبر خان نامی پٹھان تھا۔ طالع مند ایک دن کام میں مصروف تھے کہ کسی نے آ کر بتایا کہ ان کے مالک مکان اکبر خان کا بھائی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس کا بھائی شدید زخمی ہو گیا ہے اور اس کی رپورٹ پر پولیس نے اکبر خان کو گرفتار کر لیا ہے۔

اکبر خان کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی طالع مند نے کام چھوڑا اور اکبر خان کی مدد پر جانے کو تیار ہو گئے۔ طالع مند کے ایک ساتھی روشن خان نے حیرانی سے پوچھا طالع مند! تمہاری اکبر خان کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے، جو یوں کام چھوڑ کر جا رہے ہو؟ طالع مند نے کہا میں اس کا کرایہ دار ہوں، وہ میرا محسن ہے، اگر خوشی کے وقت وہ مجھے نہیں بھول سکتا تو پھر میں مصیبت کی گھڑی میں اس کی خیر خبر نہیں لے سکتا۔

روشن خان اور طالع مند دونوں ساتھ چل پڑے اور دونوں کی کوشش سے اکبر خان پولیس کی گرفت سے چھوٹ گیا۔ اس واقعہ کا اکبر خان پر یہ اثر ہوا کہ طالع مند کی ضد اور اس کے اصرار کے باوجود اکبر خان نے ایک سال تک اس سے کرایہ وصول نہیں کیا۔ جب طالع مند واپس لاہور آئے تو اکبر خان نے پیار کی نشانی کے طور پر باپ بیٹے کو ایک ایک چادر بھی دی۔

جب ہندو مصنف راج پال نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے رنگیلا رسول نامی کتاب لکھی تو اس کی اشاعت سے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ہر مسلمان کے دل میں ناموسِ رسالت ﷺ پر قربان ہونے کی امنگ بھر گئی۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے جذبات کے پیش نظر راج پال کے خلاف مقدمہ دائر کیا، لیکن عدالت نے اسے بری کر دیا۔ غازی علم الدین ان تمام حالات سے بے

خبر تھے۔ایک روز حسب معمول کام پر گئے ہوئے تھے۔غروب آفتاب کے بعد گھر واپس جا رہے تھے،تو دلی دروازے میں لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ایک جوان کو تقریر کرتے دیکھا تو رُکے۔کچھ دیر کھڑے سنتے رہے،لیکن کوئی بات پلے نہ پڑی تو قریب کھڑے ایک صاحب سے انہوں نے دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو انہوں نے علم الدین کو بتایا کہ ایک ہندو راجپال نے ہمارے نبی کریم ﷺ کیخلاف کتاب چھاپی ہے۔ان کے خلاف تقریر ہو رہی ہے۔وہ دیر تک تقریر سنتے رہے،علم الدین کی زندگی کے تیور ہی بدل گئے،پھر ایک دفعہ غازی علم الدین نے خواب دیکھا۔ایک بزرگ فرماتے ہیں،علم الدین جلدی کرو،راجپال تمہارے ہی ہاتھوں قتل ہوگا۔ قدرت نے یہ سعادت تمہارے ہی مقدر میں لکھی ہے۔

غازی علم الدین نے صبح ہوتے ہی تیز دھار چھری خرید لی اور سیدھا راجپال کی دکان پر پہنچے اور پوچھا کہ راج پال کہاں ہے؟اس نے کہا میں ہی راجپال ہوں۔غازی علم الدین نے وہی چھری اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔اس کے منہ سے ہائے کی آواز نکلی اور وہ فرش پر اوندھے منہ گر گیا۔راج پال کو قتل کرنے کے بعد غازی بڑے اطمینان سے قریبی نل پر گئے اور چھری کو اس ملعون کے ناپاک خون سے صاف کیا۔

ابھی پانی پینے ہی والے تھے کہ ایک شور ان کے کانوں میں پڑا۔راج پال قتل ہو گیا،قاتل کو پکڑو،جانے نہ پائے۔شور مچانے والے سب ہندو تھے،ان کے ہاتھوں میں برچھیاں اور لاٹھیاں تھیں،لیکن وہ سب غازی کے قریب آ کر خود بخود رُک گئے۔یہ صورت حال دیکھ کر غازی علم الدین مسکرا دیئے۔

غازی علم الدین کے والد گرامی طالع مند نے اپنے بیٹے کے اس کارنامے پر یوں اظہار مسرت فرمایا۔اگر یہ کام میرا بیٹا نہ کرسکتا تو مجھے دُکھ ہوتا۔والدہ محترمہ نے

فرمایا، اگر میرے سات لڑکے ہوتے اور وہ اس طرح تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے قربان ہو جاتے تو میں زیادہ خوش ہوتی۔

غازی نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ راج پال کی نعش میو ہسپتال بجھوادی گئی۔ اس کے قتل کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی۔ رات گئے تک اخبارات کے ضمیمے فروخت ہوتے رہے۔ ہندو ہسپتال کے باہر جمع ہو گئے۔ مسلمان بھی پولیس اسٹیشن کے باہر غازی علم الدین کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ مسلمان اخبارات کا مطالبہ تھا کہ غازی علم الدین کو رہا کر دیا جائے، کیونکہ اس نے حرمتِ رسول کی پاسداری کی ہے۔

غازی علم الدین پر مقدمہ چلتا رہا، ہر عدالت نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا۔ علامہ اقبال اور محمد علی جناح نے انہیں بچانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن سزائے موت کا حکم برقرار رہا۔ ایک دفعہ کسی نے غازی سے کہا کہ تم اقبال فعل نہ کرو، تو آپ نے جواب دیا، تم لوگ مجھے جامِ شہادت سے محروم رکھنا چاہتے ہو، میں تو ہر جگہ یہ اعلان کروں گا کہ راج پال کو میں نے قتل کیا ہے۔ ایک جان کی کیا بات ہے، اگر مجھے دس جانیں مل جائیں تو میں وہ بھی ناموسِ رسالت کی پاسداری پر قربان کروں گا۔ یہ قتل میرے نامہ اعمال کا اعزاز ہے اور میں اس اعزاز سے محروم ہو کر حضور ﷺ کے دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

میانوالی شہر میں ایک مجذوب رہتا تھا، جو کسی سے بھی بات نہیں کرتا تھا، جب غازی علم الدین میانوالی جیل میں منتقل ہوئے۔ اس رات وہ مجذوب گلی کوچوں میں دوڑتا پھرتا تھا اور بلند آواز میں نعرے لگاتا لوگو! تمہیں مبارک ہو، تمہارے پاس ایک عاشقِ رسول ﷺ آ رہا ہے۔ وہ رات اس مجذوب نے یوں گزار دی، پھر غائب ہو گیا۔

جب جیل میں غازی علم الدین کو پھانسی کا حکم سنایا گیا تو ان کے جسم میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ چہرہ تمتما اٹھا اور وہ یہ شعر گنگنانے میں محو ہو گئے ؎

بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسول ﷺ میں اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

پھانسی کی سزا سننے والا شخص جتنا بھی دلیر ہو پھانسی کی سزا کا اعلان ہو جانے کے بعد اس کا وزن ضرور گھٹتا ہے، بڑھتا نہیں لیکن عاشقِ رسول ﷺ غازی علم الدین کا وزن ۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو ۱۲۸ پونڈ تھا اور شہادت کے دن ان کا وزن ۱۴۰ پونڈ کے قریب تھا۔ یہ دنیا کی انوکھی مثال ہے۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات میانوالی جیل ہی میں اس مردِ مجاہد کو تختہ دار پر چڑھانے کا اہتمام کر لیا گیا۔ آپ نے دو نوافل ادا کئے اور بڑے اطمینان اور وقار کے ساتھ تختہ دار کی طرف بڑھے اور پھندے کو چومتے ہوئے خوشی سے زیب گلو کر لیا اور درود و سلام پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے حیاتِ جاوداں پا گئے ؎

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

علامہ اقبال نے جب جنازے کی کیفیت دیکھی اور شہید کے چہرے کی زیارت سے فیضیاب ہوئے، تو فرمانے لگے، ''اسیں گلاں ای کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا'' (یعنی ہم باتیں کرتے رہے ترکھان کا بیٹا ہم سے بازی لے گیا) غازی علم الدین کو لاہور میں چوبرجی کے بالکل نزدیک میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی رقمطراز ہیں، غازی علم الدین کا مقسوم دیکھئے! نہ چلہ کیا نہ مجاہدہ، نہ حج کیا، نہ عمرہ کیا، نہ دیر میں نقشہ کھینچا نہ حرم کا مجاور بنا، نہ مکتب

میں داخلہ لیا نہ خانقاہ کا راستہ دیکھا، نہ کنز وقدوری کھول کر دیکھی، نہ رازی وکشاف کا مطالعہ کیا، نہ حزب البحر کا ورد کیا، نہ اسم اعظم کا وظیفہ پڑھا، نہ علم وحکمت کے خم و پیچ میں الجھا، نہ کسی حلقہ تربیت میں بیٹھا، نہ کلام ومعانی سے واسطہ رہا، نہ فلسفہ ومنطق سے آشنا ہوا، نہ مسجد کے لوٹے بھرے، نہ تبلیغی گشت کیا، نہ کبھی شیخی بگھاری، نہ کبھی شوخی دکھائی، اسے پاکبازی کا ضبط نہیں، محبوب حجازی سے ربط تھا، وہ تسبیح بدست نہیں، مست مئے الست تھا، وہ مسند آراء نہیں، فقیر سر راہ تھا۔

جس زمانے میں یہ رسوائے زمانہ کتاب لکھی اور چھاپی گئی، شہر لاہور میں ظاہر ہے حق ہو کے زلزلے ہوں گے، علم وفضل کے چرچے ہوں گے، تقریر وتحریر کے ہم ہمے ہوں گے، وعظ نصیحت کے غلغلے ہوں گے، ادیبوں اور خطیبوں کے طنطنے ہوں گے، لیکن شاتمِ رسول کو اسفل السافلین میں پہنچانے کی سعادت کسی صوفی باصفا، کسی امام ادب وانشا، کسی خطیب شعلہ نوا اور کسی سیاسی رہنما کے حصے میں نہیں آئی بلکہ ایسے مزدور کو ملی جو ممتاز دانشور نہیں معمولی کاریگر تھا، جس کی پیشانی پر علم وفضل کے آثار نہیں، ہاتھوں میں لوہے کے اوزار تھے، خدا معلوم وہ نمازی تھا یا نہیں، لیکن صحیح معنوں میں غازی نکلا، وہ کلاہ ودستار کا آدمی نہیں تھا، مگر بڑے کردار کا حامل بن گیا۔

حاصل...... غازی علم الدین نے فن تجوید وقرأت سیکھا، نہ عربی فارسی پڑھی، نہ رومی کی مثنوی دیکھی، نہ زمخشری کی کشاف پڑھی، نہ دین کے اسرار ورموز سمجھے، مگر ایک راز اس پر ایسا کھلا کہ مقدر کے بند کواڑ کھل گئے۔ قسمت کا دریچہ کیا کھلا کہ جنت کے دروازے کھل گئے، یہ عقل خودبین کا کرشمہ نہیں، عشقِ خدا بین کا معجزہ تھا کہ کل تک دکان پر ٹھک ٹھک کرنے والا علم الدین آج کروڑوں مسلمانوں کے سینے میں دل بن کر دھک دھک کر رہا ہے۔ (بحوالہ عشقِ رسول کے ایمان افروز واقعات)

حاصل...... بیشک عشق رسالت کی بات ہی نرالی ہے، زہے نصیب جس کا

عشق رسالت کے لئے کچھ لگ جائے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول کے لئے یہ جان بھی چلی جائے اور اللہ اور اس کا رسول راضی ہو جائے تب بھی یہ سودا سستا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۴۷

۳۳ برس میں آٹھ مسائل کا حصول

حضرت حاتم اصمؒ کو جب اپنے مرشد حضرت شفیق بلخیؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے ۳۳ برس گزر گئے تو ایک دن حضرت شفیق بلخیؒ نے ان سے پوچھا حاتم تمہیں میرے پاس رہتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا عرض کیا ۳۳ برس حضرت شفیقؒ نے پوچھا کہ ان ۳۳ برسوں میں کیا سیکھا فرمایا آٹھ مسئلے حضرت شیخ بلخیؒ نے فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون اتنی طویل مدت اور صرف آٹھ مسئلے، معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری عمر رائیگاں گئی۔ حضرت حاتمؒ نے عرض کی کہ اے استاد محترم میں جھوٹ بولنے سے طبعاً نفرت کرتا ہوں فی الواقع میں صرف آٹھ مسائل ہی حاصل کر سکا حضرت شفیقؒ نے فرمایا اچھا تو وہ کون سے آٹھ مسائل ہیں ذرا میں بھی سنوں۔

حضرت حاتمؒ نے عرض کی پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک شخص کسی خاص شے کو محبوب رکھتا ہے جو تا دم مرگ اس کے ساتھ رہتی ہے جب اس کا رشتہ حیات منقطع ہو جاتا ہے تو وہ اپنی محبوب شے سے جدا ہوتا ہے لیکن میں نے حسنات کو اپنا محبوب بنا لیا ہے جو مرنے کے بعد بھی میرے ساتھ رہیں گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اس آیت "وامّا من خاف مقامَ ربّہٖ ونھی

النّفسَ عنِ الهَوىٰ. فانّ الجنةَ هیَ المأوٰی"

پرغور کیا اور اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے کی عادت ڈالی یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کی اطاعت میں راسخ ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کی حالت دیکھ کر حسد کرتے ہیں چنانچہ میں نے اس بارے میں حق تعالیٰ سے رہنمائی چاہی تو اس کے کلام میں یہ پایا۔

"نحنُ قسَمنا بینَهُم معیشتَهُم فی الحیوٰةِ الدُّنیا"

(ہم نے تقسیم کیا ہے لوگوں میں ان کی ضروریات معاش کو) اس حکم الٰہی کو میں نے ذہن نشین کر لیا اور حسد سے یکسر کنارہ کش ہو گیا جب قسمت اللہ کے یہاں سے ہے تو پھر خلق سے عداوت کیسی؟

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ہر شخص کو دیکھا کہ وہ کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ کرتا ہے کوئی مال پر بھروسہ کرتا ہے کوئی زمین پر کوئی تجارت پر کوئی ہنر پر کوئی صحت بدنی پر لیکن جب میں نے اللہ کا کلام دیکھا تو اس میں یہ پایا۔ "ومن یتو کّل عُلی اللہ فھُو حسبُہٗ" (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے)

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حسب ونسب مال و منال اور جاہ ومنصب پر نازاں ہیں میں نے ان چیزوں پر غور کیا تو بے کار محض معلوم ہوئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اِنّ اکرَ مَکُم عِندَاللہ أتقا کُم"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

چنانچہ میں نے تقویٰ اختیار کیا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہتر قرار پاؤں۔

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ہر شخص روٹی کے ایک ٹکڑے کے

لئے اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے اور ایسے ایسے کام کر گزرتا ہے جو ناجائز ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔

''وما من دآبّةٍ فی الارض الا علی اللہ رِزقُھا''

(کوئی جاندار نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو) میں نے یہ یقین کر کے کہ میں بھی اس مخلوق میں شامل ہوں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے حصول رزق کے لئے ادھر ادھر دوڑنا بھاگنا ترک کر دیا اور حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ جس شخص کے پاس کوئی قیمتی چیز ہے وہ اس کو سنبھال کر رکھتا ہے اور مقدور بھر اس کی حفاظت کرتا ہے لیکن جب میں نے کلام اللہ کو دیکھا تو اس میں یہ پایا۔

''ماعندکُم ینفدُ وما عنداللہ باق''

(تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا پس اپنی دانست میں جس چیز کو میں نے قیمتی پایا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا تاکہ اس کے پاس موجود رہے۔

آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں میں نے کلام الٰہی کی طرف رجوع کیا تو اس میں یہ پایا۔

''انّ الشیّطانَ لکُم عدُوّفا تّخِذُوہُ عدُوّا ، انّما یدعُوا حِزبَہٗ لیکُونُوا مِن أصحابِ السّعیر''۔

(شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو وہ اپنے گروہ کو اس کی طرف بلاتا ہے تاکہ دوزخی ہو جائے) چنانچہ میں نے صرف شیطان کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور باقی سب

مخلوق کی عداوت ترک کردی۔

حضرت شفیق بلخیؒ نے یہ سن کر فرمایا اے حاتمؒ اللہ تجھ پر فضل کرے میں نے تمام کتب سماوی پر غور کیا تو ان سب کی اصل یہی آٹھ مسئلے پائے ہیں دوسرے سب مسائل انہی آٹھ مسئلوں کی شاخیں ہیں۔ (بحوالہ حکایات صوفیہ از طالب ہاشمی)

حاصل...... بیشک اگر ہر مسلمان ان آٹھ اصولوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالے تو یقیناً اس کی دنیا وآخرت سنور سکتی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آٹھ مسئلوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۴۸

اولیاء اللہ اپنے آپ کو مخفی رکھتے ہیں

ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک قلعہ پر چڑھائی کی دشمن نے قلعہ بند ہو کر نہایت بے جگری سے مقابلہ کیا اور قلعہ پر قابض ہونے کی تمام شاہی کوششیں ناکام بنادیں بادشاہ محاصرہ کی طوالت سے اکتا گیا اسی دوران میں ایک رات سخت طوفان وبادوباران آیا اس سے شاہی فوج کے بیشتر خیمے گر پڑے اور جگہ جگہ پانی بھر گیا ہوا کے جھکڑ اور موسلا دھار بارش کی وجہ سے تمام خیموں میں آگ بجھ گئی ادھر سردی کی وہ شدت ہوئی کہ رگوں میں خون منجمد ہونے لگا اس حالت میں بادشاہ کا خادم خاص (یاسقہ) بادشاہ کے لئے وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی تلاش میں نکلا اسے دور ایک جگہ روشنی نظر آئی وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک خیمہ کھڑا تھا اور اس میں چراغ جل رہا تھا اس کی روشنی میں ایک درویش صورت سپاہی قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا ہے خادم پر ہیبت چھا گئی اور اسے آگ مانگنے کا ہوش ہی نہ رہا درویش

نے خود ہی سر اٹھا کر پوچھا کیوں بھئی آگ کی ضرورت ہے خادم نے اثبات میں جواب دیا تو درویش نے کہا جتنی آگ چاہیے ہو بے دھڑک لے جاؤ خادم نے خیمے کے اندر داخل ہو کر ایک لکڑی سلگائی اور شاہی آبدار خانہ میں آ کر حمام گرم کیا لیکن اس واقعہ سے اس کے دل میں بڑی بے قراری پیدا ہو گئی صبح کاذب کے وقت مشک لے کر پھر اس درویش کے خیمے پر گیا دیکھا تو وہ درویش خیمہ میں موجود نہ تھے ادھر ادھر دیکھا تو کچھ دور ایک تالاب نظر آیا وہاں وہ درویش وضو کر رہے تھے خادم ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا درویش نے فارغ ہو کر نماز فجر ادا کی اور اپنے خیمے میں آ گئے خادم اب تالاب پر پہنچا تو دیکھا تو جس جگہ درویش نے وضو کیا تھا وہاں کا پانی گرم تھا حالانکہ سردی کی شدت سے ارد گرد کا پانی جم گیا تھا خادم نے اسی جگہ سے اپنی مشک میں پانی بھرا اس کو لے کر آبدار خانے میں گیا اور اپنی عقل سے معلوم کر لیا کہ یہ سب اسی درویش کی عظمت و برکت کے سبب سے ہوا ہے لیکن اس راز کو دل ہی میں رکھا۔

دوسرے دن نماز فجر سے کچھ پہلے تالاب پر پہنچا اور پانی کو دیکھا کہ جما ہوا ہے وہ ایک درخت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اتنے میں وہ درویش تالاب پر آئے اور اس کے کنارے پر ایک جگہ بیٹھ گئے ان کے سامنے پانی نے اسی وقت جوش مارا انہوں نے وضو کیا اور تشریف لے گئے خادم نے وہاں سے گرم پانی کی مشک بھری اور سیدھا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان اس وقت دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا خادم نے دست بستہ عرض کی کہ حضور اگر میرے ایک راز کو خلوت میں سنیں تو گوش گذار کروں سلطان نے خلوت میں جا کر اس کو اپنی بات کہنے کا موقع دیا خادم نے تمام واقعات من وعن سلطان کے گوش گذار کر دیئے سلطان بہت حیران ہوا اور خادم سے کہا کے کل ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے تم میری خواب گاہ کے باہر ٹھہرو اور وقت معینہ پر مجھے جگا کر ساتھ لے چلنا جب رات ہوئی تو سلطان خواب گاہ میں چلا گیا اور

دروازے کی کنجی خادم کے حوالے کر دی جب دو چار گھڑی رات باقی رہ گئی تو خادم نے دروازہ کھول کر سلطان کو جگا دیا سلطان مسلح ہو کر باہر نکلا اور خادم کے ہمراہ تالاب کے قریب ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا وہ درویش حسب معمول تشریف لائے پانی نے جوش مارا انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر واپس تشریف لے گئے سلطان نے پانی کو ہاتھ لگایا تو گرم تھا وہ بہت حیران ہوا اور سمجھ گیا یہ درویش سپاہی کے بھیس میں کوئی مرد خدا ہیں اسی وقت خادم کو ساتھ لے کر درویش کے خیمہ پر پہنچا وہ کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے سلطان دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا یہ ایک عجیب و غریب منظر تھا ہندوستان کا فرمانروا جس کی ہیبت و جبروت کا اکناف عالم میں ڈنکا بج رہا تھا ایک بوریا نشین فقیر کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور زبان سے بات نہ نکلتی تھی درویش تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان کی نظر سلطان پر پڑی تعظیم کے لئے اٹھے اور سلام کیا سلطان نے مؤدبانہ عرض کی کہ میری خوش بختی اور سعادت ہے کہ آپ جیسے بزرگ میرے لشکر میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود افسوس ہے کہ یہ قلعہ ابھی تک فتح نہیں ہو سکا دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو فتح عطا فرمائے درویش نے ہر چند اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی لیکن سب بے سود کیونکہ سلطان جو اپنی آنکھوں سے ان کی کرامت دیکھ چکا تھا کسی طرح نہ مانا آخر انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر فرمایا اسی وقت حملہ کرو اللہ تعالیٰ فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔

سلطان خوش خوش رخصت ہوا اور لشکر میں پہنچ کر اسی وقت قلعہ پر دھاوا بول دیا محصورین نے بہت جلد ہتھیار ڈال دیئے اور قلعے کے دروازے کھول دیئے سلطان اس فتح پر سجدہ شکر بجا لایا اور دوسرے دن برہنہ پا درویش کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا انہیں بادشاہ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا تمام مال و اسباب فقراء میں

تقسیم کر دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ کر لشکر سے چل کھڑے ہوئے بادشاہ ان کے خیمہ پر گیا تو اس کو خالی پایا، یہ درویش خواجہ شمس الدین ترک تھے وہ شاہی لشکر سے نکل کر سیدھے اپنے مرشد مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ کی خدمت میں پہنچے وہاں سے چند دن بعد ان کو پانی پت جانے کا حکم ہوا اور انہوں نے باقی زندگی اسی شہر میں اصلاح و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے گزار دی۔ (حوالا بالا)

حاصل ...... یقیناً مسلمانوں میں ایسے عظیم بزرگ بھی گزرے ہیں، بے شک وہ عظیم لوگ تھے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ عظیم کیسے بنے، اس کا واضح جواب یہی ہے کہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزاری، چنانچہ اگر آج بھی ہم تقویٰ کو اختیار کر لیں تو یقیناً ہم بھی کامیاب ہو سکتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۴۹

ایک مردِ خدا کا خون ناحق

سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں سیدی مولہؒ نام ایک درویش دہلی میں وارد ہوئے اور اپنی جود و سخا اور فیض عام کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے مرجع خلائق بن گئے اپنی قیام گاہ کے دروازہ کے سامنے میدان میں انہوں نے ایک وسیع خانقاہ تعمیر کرائی جو شاہی مہمان خانے پر بھی سبقت لے گئی ہزار ہا مسافر اور حاجتمند روزانہ اس خانقاہ میں آتے سیدی مولہؒ کے لنگر سے سیر ہو کر کھاتے مسافروں کو آرام و آسائش کا ہر طرح کا سامان مہیا کیا جاتا اور ان کو دونوں وقت ایسا کھانا دیا جاتا جو بڑے بڑے

امراء کو میسر نہ تھا مولانا ضیاالدین برنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھتے ہیں کہ سیدی مولہؒ کی خانقاہ میں ہزاروں من میدہ خرچ ہوتا تھا پانچ سو جانور ذبح کئے جاتے تھے دو تین سو من شکر دو سو من مصری اور کئی من گھی صرف ہوتا تھا وہ پر تکلف کھانا کھلانے کے علاوہ سینکڑوں ہزاروں چاندی یا سونے کے سکے بخش دیتے تھے اور خانقاہ کے سامنے آدمیوں کا ازدہام رہتا تھا سیدی مولہؒ جب کوئی چیز خریدتے یا کسی حاجت مند کو کچھ دینا چاہتے تو کہہ دیتے کہ جاؤ فلاں طاق سے یا اینٹ پتھر کے نیچے سے اتنی رقم لے لو کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق رقم نہ ملی ہو آپ کے عطا کردہ سکے بالکل نئے ہوتے تھے اور جیسے ابھی ٹکسال میں ڈھل کر آئے ہوں لوگ آپ کا خرچ اور داد و دہش دیکھ کر حیران تھے اور ان میں مشہور ہو گیا تھا کہ سیدی مولہؒ علم کیمیا کے ماہر ہیں کیونکہ بظاہر ان کی آمدنی کی کوئی صورت نہ تھی نہ ان کے پاس کوئی جاگیر تھی اور نہ وہ کسی سے فتوح قبول کرتے تھے ان کا لباس صرف ایک چادر اور جامہ پر مشتمل ہوتا تھا کوئی خادمہ یا خادم ان کے پاس نہ تھا اور نہ وہ کسی نفسانی خواہش میں مبتلا تھے مجاہدہ و ریاضت بے انتہا کرتے تھے خوراک صرف چاول کی روٹی اور معمولی سالن ہوتا تھا وہ صوم و صلوٰۃ کے پورے پابند تھے لیکن عجیب بات تھی کہ لوگوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے تھے اور سب عبادات تنہا ہی بجالاتے تھے۔ (ہوسکتا ہے کوئی شرعی عذر ہو)

خاندان غلاماں کے بعد جب خلجیوں کا دور اقتدار شروع ہوا تو سیدی مولہؒ کے خانقاہ کا خرچ پہلے سے بھی بڑھ گیا اکثر امراء و حکام ان کے عقیدت مند ہو گئے حتیٰ کہ سلطان جلال الدین کا بڑا لڑکا خان خاناں بھی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا وہ اپنے آپ کو سیدی مولہؒ کا فرزند کہلانے میں فخر محسوس کرتا تھا غرض سیدی مولہؒ کی خانقاہ میں ہر وقت امرائے ذی اقتدار کا ہجوم رہنے لگا ان کے علاوہ ایسے لوگوں کی

آمدورفت بھی خانقاہ میں بڑھ گئی جو بلبن کے عہد میں بڑے جاہ وحشم کے مالک تھے انقلاب حکومت کی وجہ سے بے سروسامان اور تہی دست ہو گئے یہ لوگ سیدی مولہؒ کی دادودہش سے فیض اٹھاتے اور اکثر رات کو ان کی خانقاہ میں ہی پڑے رہتے۔

سلطان جلال الدین خلجی کا قاضی القضاء قاضی جلال الدین کاشانی تھا وہ ایک چرب زبان اور فتنہ انگیز شخص تھا اس نے سلطان سے نمک حرامی کی اور عہد بلبنی کے امراء کے ساتھ مل کر سیدی مولہؒ کو ترغیب دینی شروع کی کہ بادشاہ ظالم ہے کیا ہی خوب ہو اگر آپ سلطنت کو اس کے پنجہ سے نکال کر خلق خدا کو عدل وانصاف سے شاد کام کریں اور شریعت کی حکومت قائم کریں سیدی مولہؒ کو بادشاہت کی آرزو کیا ہوتی لوگ تو بادشاہ سے بڑھ کر ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے انہوں نے بادشاہت کا دعویدار بننے سے انکار کر دیا تاہم یہ لوگ ان کی خانقاہ میں بیٹھ کر بادشاہ کے خلاف پخت و پز کرتے رہے ان میں سے چند نے سلطان کے قتل کی سازش کی لیکن اس کا راز قبل از وقت فاش ہو گیا سلطان نے غضبناک ہو کر سیدی مولہؒ قاضی جلال الدین کاشانی اور سیدی مولہؒ کے معتقدین خاص کو دربار میں طلب کیا اور ان سے حقیقت حال دریافت کی سب نے اس سازش سے لاعلمی کا اظہار کیا مؤرخین کا بیان ہے کہ سیدی مولہؒ فی الحقیقت اس سازش سے بالکل بے خبر تھے کیونکہ مفسدوں نے سارا منصوبہ ان سے درپردہ تیار کیا تھا بادشاہ ان کے جواب سے مطمئن نہ ہوا اور حکم دیا کہ آگ کا ایک الاؤ تیار کیا جائے اور یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں سے گزریں اگر سچے ہوئے تو آگ ان کا بال بیکا نہ کرے گی جب الاؤ تیار ہو گیا تو سیدی مولہؒ فوراً اس میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے آگ کی طرف بڑھے اس وقت بادشاہ کا دل پسیج گیا اور اس نے علماء سے استفسار کیا کہ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے تمام علماء نے بالاتفاق کہا کہ آگ کے ذریعے سچ اور جھوٹ کی

تمیز نہیں سازش کی خبر صرف ایک شخص نے دی ہے اور ایسے جرم میں صرف ایک شخص کی شہادت قابل اعتماد نہیں چنانچہ بادشاہ نے اپنا حکم منسوخ کر دیا اور قاضی جلال الدین کاشانی کو بدایون تبدیل کر دیا اور دوسرے مبینہ شازشوں کو جلا وطن کر دیا اس کے بعد سیدی مولہؒ کو باندھ کر بادشاہ کے سامنے لائے بادشاہ نے ان سے متعدد سوالات کئے سیدی مولہؒ نے ہر سوال کا معقول جواب دیا جب بادشاہ سیدی مولہؒ کو مجرم ثابت کرنے میں ناکام رہا تو اس نے شیخ التمش حیدری کو جو اپنی حیدری جماعت کے ساتھ وہاں موجود تھا قریب بلایا اور کہا اے درویشان انصاف من ازیں مولہؒ بستانید یہ سن کر سنجری یا بحری نامی ایک درویش نے آگے بڑھ کر سیدی مولہؒ کو استرے سے مجروح کر دیا سویاں چبھوئیں اور زبردستی داڑھی مونڈھ ڈالی اتنے میں بادشاہ کے منجھلے بیٹے ارکلی خان نے جو اپنے بڑے بھائی خان خاناں کی عداوت کی وجہ سے سیدی مولہؒ سے بھی عناد رکھتا تھا ایک فیل بان کو اشارہ کیا اس نے اپنا ہاتھی مظلوم سیدی مولہؒ پر دھکیل دیا اور وہ ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلے گئے شہادت سے کچھ مدت پہلے اکثر یہ رباعی پڑھا کرتے تھے۔

در مطبخ عشق جز نکو را نکشند	لاغر صفتان زشت خو را نکشند
در عاشق صادق ز کشتن مگریز	مردار بود ہر آں کہ او را نکشند

مولانا ضیاالدین برنی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز سیدی مولہؒ کا قتل ہوا اس دن ایسی سیاہ آندھی آئی کہ ہر طرف تاریکی چھا گئی اس سال دہلی اور اس کے گرد و نواح میں بارش کی کمی کی وجہ سے ہولناک قحط پڑا ہزاروں آدمیوں نے بھوک سے تنگ آ کر دریائے جمنا میں کود کر خودکشی کر لی اور پھر پے در پے ایسے حادثات پیش آئے کہ پانچ ہی برس بعد بادشاہ کا خاتمہ دردناک طریقے سے ہو گیا۔

صاحب اخبار الاخیار کا بیان ہے کہ جس دن سیدی مولہؒ کا واقعہ شہادت پیش

آیا بے انداز گرد و غبار فضا میں اٹھا کہ جس سے سخت تاریکی چھا گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی کہتے ہیں کہ سیدی مولہؒ کو قتل کرنے کے بعد بادشاہ بہت پچھتایا لیکن اب اس کا پچھتانا بے سود تھا ایک مرد خدا کا قتل اسے اور اس کی حکومت کو لے ڈوبا حالات کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ سلطان جلال الدین خلجی جیسا بادشاہ جو نہایت رحم دل اور فقراء کا عقیدت مند تھا سیدی مولہؒ جیسے سخی اور معدن فیض درویش کے ظالمانہ قتل کا باعث ہوا۔ (بحوالہ حکایات صوفیہ از طالب ہاشمی)

حاصل...... معلوم ہوا کہ انسان کبھی بغیر تحقیق کے کوئی قدم نہ اٹھائے کہ بعد میں پچھتانے سے کچھ نہیں ہوتا، جیسا کہ اس بادشاہ کے ساتھ ہوا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

❀......❀......❀

واقعہ نمبر...... ۵۰

شوہر کی اطاعت و نافرمانی کا نتیجہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان سخت بیمار ہوا جس پر اس کی والدہ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو شفاء عطا فرمادے تو میں سات دن کے لئے دنیا سے نکل جاؤں گی چنانچہ شافی مطلق نے مریض کو شفا عطا فرمادی مگر وہ عورت اپنی نذر پوری نہ کرسکی اس کے بعد اس عورت نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ فرمارہے ہیں اے خدا کی بندی! تو اپنی نذر پوری کرتا کہ خدا کی باز پرس سے محفوظ رہ سکے صبح ہوئی تو اس عورت نے اپنے لڑکے کو بلا کر تمام واقعہ بیان کیا اور اس سے کہا کہ قبرستان میں میرے لئے قبر کھود کر مجھے اس میں دفن کردے چنانچہ لڑکے نے اپنی والدہ کے حکم کی تعمیل کی اور اسے زندہ ہی دفن کردیا اور اس عورت نے قبر میں دعا کی کہ اے میرے

پروردگار! میں نے اپنی وسعت کے مطابق اپنی نذر پوری کر دی اب تو مجھے قبر کی آفتوں سے محفوظ رکھ۔

اتنے میں کیا دیکھتی ہے کہ اس کے سر کی جانب ایک روشن دان ہے عورت نے اس روشندان میں جھانکا تو ایک باغ نظر آیا جس میں دو عورتیں موجود تھیں جنہوں نے اس عورت کو آواز دی کہ بی بی ہمارے پاس چلی آ خدا کی قدرت سے وہ روشن دان کشادہ ہو گیا اور جس سے نکل کر وہ عورت باغیچے میں ان دونوں عورتوں کے پاس جا پہنچی اور وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ باغ میں ایک پاکیزہ حوض ہے جس پر وہ دونوں عورتیں بیٹھی ہیں اس عورت نے ان دونوں کے پاس پہنچ کر ان دونوں کو سلام کیا لیکن ان میں سے کسی نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اس عورت نے ان سے پوچھا کہ تم تو ابھی بات چیت کر رہی تھیں آخر میرے سلام کے جواب سے کیا مانع پیش آیا؟ اس کو ان دونوں عورتوں نے جواب دیا کہ سلام تو اطاعت و بندگی ہے اور ہم یہاں اس سے روک دیئے گئے ہیں۔ اتنے میں یہ عورت کیا دیکھتی ہے۔ کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک کے سر پر ایک پرندہ اپنے بازوؤں سے ہوا کر رہا ہے اور دوسری عورت کے سر پر ایک پرندہ اپنی چونچ مار رہا ہے، یہ دیکھ کر اس عورت نے پہلی عورت سے دریافت کیا کہ: تمہاری اس فضیلت کا سبب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں دنیا میں اپنے شوہر کی فرمانبردار بیوی تھی اور میرے دنیا سے رخصت ہوتے وقت میرا شوہر مجھ سے خوش تھا، بس اسی اطاعت گزاری کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی اس نعمت سے نوازا ہے۔ پھر اس نے دوسری عورت سے معلوم کیا کہ: بی بی آخر تمہاری اس کلفت کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں تھی تو نیک بخت مگر شوہر کی فرمانبردار نہ تھی اور میرے دنیا سے رخصت ہوتے وقت میرا شوہر مجھ سے ناخوش تھا لہٰذا میری نیک بختی کا صلہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ باغ عطا فرمایا لیکن شوہر کی نافرمانی اور ناراضگی کے باعث میں اس عذاب میں مبتلا

ہوں، لہٰذا میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ جب تم دنیا میں واپس جاؤ تو میرے شوہر سے میرے لئے سفارش کرنا، ممکن ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے اور راضی ہو جائے۔ چنانچہ جب اس مدفونہ عورت پر سات دن گزر چکے تو ان دونوں عورتوں نے اس کو بتایا کہ دیکھو اب تم اپنی قبر میں چلی جاؤ، تمہارا لڑکا آیا ہوا ہے۔ اس بات کو سن کر اس عورت نے اپنی قبر میں آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا قبر کھود رہا ہے پھر جب وہ لڑکا اپنی والدہ کو لے کر گھر پہنچا تو خبر مشہور ہو گئی کہ فلاں عورت اپنی نذر پوری کر کے قبر سے نکل کر آئی ہے۔ اس خبر کو سن کر جوق در جوق لوگ اس کی ملاقات کو آنے لگے جن میں اس عورت کا شوہر بھی تھا جس نے اس عورت سے اپنی سفارش کی درخواست کی تھی اس عورت نے اس شخص سے اس کی بیوی کا تمام حال بیان کر کے اس کی سفارش کی جس پر اس شخص نے بیوی کا قصور معاف کر دیا تو اس عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بیوی اس سے کہہ رہی ہے کہ بی بی تیری وجہ سے اللہ نے مجھے عذاب سے نجات دے دی تیرے بھی اللہ گناہ معاف کرے اور تجھے اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ (بحوالہ حکایتوں کا گلدستہ)

حاصل...... دیکھو شوہر کی فرمانبرداری کا کتنا بڑا صلہ ہے اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں کو اطاعتِ شوہر کی توفیق عطا فرمائے اور ہر آن حقوق العباد کی فکر کرنے اور اسے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر......۵۱

ایک خدا پرست غلام کی دعا کی برکت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں شدید قحط پڑا لوگ نماز استسقاء کے لئے میدان عرفات میں جمع ہوتے رہے لیکن کسی طرح قحط کے

آثار کم نہ ہوتے تھے برابر ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا چنانچہ آئندہ ہفتہ جمعہ کی نماز کے بعد لوگ پھر عرفات میں جمع ہوئے تو میں نے دیکھا ایک سیاہ فام ضعیف و ناتواں انسان ہے جس نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور سجدہ میں گر کر قسم کھائی کہ تیری عزت و جلال کی قسم! اسوقت تک سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک تو باران رحمت سے اپنے بندوں کو سیراب نہ کر دے چنانچہ اس کی اس دعا کے بعد میں نے دیکھا کہ آسمان پر ابرِ سیاہ نمودار ہوا اور اس طرح برسا کہ گویا کسی نے مشک کے دھانے کھول دیئے ہیں بعد ازاں اس سیاہ فام بندہ خدا نے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کی اور چل دیا میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا کہ دیکھوں یہ شخص کہاں جاتا ہے جب وہ چلتے چلتے ایسے مکان میں داخل ہوا جہاں ایک بردہ فروش رہتا تھا میں یہ دیکھ کر واپس چلا آیا اور صبح کو کچھ روپیہ لے کر اس بردہ فروش کے مکان پر پہنچا میں نے کہا کہ مجھے ایک غلام خریدنے کی ضرورت ہے میری اس درخواست پر اس سوداگر نے تقریباً تیس غلام مجھے دکھائے ان سب کو دیکھ بھال کر میں نے کہا ان کے علاوہ اور بھی کوئی غلام ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! ایک منحوس سا غلام اور ہے جو کسی سے بات بھی نہیں کرتا میں نے کہا اسے بھی دکھا دو تو سوداگر اسی غلام کو لے آیا جس کو میں دیکھ چکا تھا کہ اس کی دعا سے اللہ نے باران رحمت کی تھی میں نے اس سوداگر سے دریافت کیا کہ تم نے اس کو کس قیمت پر خریدا ہے؟ سوداگر کہنے لگا کہ خریدا تو ہے میں نے بیس اشرفیوں کا مگر آپ کو صرف دس ہی اشرفی کا دے دوں گا یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں بلکہ میں تم کو اس کی قیمت میں ستائیس اشرفیاں زیادہ دوں گا بس اس کا سودا کر کے میں غلام کو ہمراہ لے کر چلا آیا تو وہ غلام کہنے لگا اے میرے آقا! آپ نے آخر مجھے کیوں خریدا ہے؟ میں تو کسی بھی خدمت کے قابل نہیں ہوں میں نے عرض کیا کہ میں نے تم کو اس لئے خریدا ہے کہ میں تمہارا

خادم بنوں اور تم میرے مالک! میری اس بات پر غلام نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ اس پر میں نے عرض کیا کہ میں کل تمہاری کرامت دیکھ چکا ہوں اللہ نے تمہاری دعا قبول فرمائی اور اپنی رحمت کی بارش کردی جس کے لئے مخلوق پریشان تھی اس نے دریافت کیا کہ کیا واقعی آپ نے ایسا دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس کے بعد اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ مجھے آزاد کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ تو اللہ کے واسطے آزاد ہے! اس کے بعد میں نے سنا ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ ابن مبارک! تجھے بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی بعد ازاں اس غلام نے کامل وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اس چھوٹے آقا کی آزادی پر تو اللہ کا شکر ہے مگر مولائے اکبر کے آزاد کرنے پر اس کا شکر کس طرح ادا کروں؟ اس کے بعد دوبارہ وضو کرکے اس نے دو رکعت نماز ادا کی اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگی کہ الٰہی تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیس سال تک تیری عبادت کی اور میرے تیرے درمیان عہد تھا کہ تو میرا پردہ فاش نہ کرے گا مگر اب جبکہ یہ راز کھل گیا تو تو میری روح قبض کرکے اپنے پاس بلالے اتنے میں وہ بیہوش ہو کر گرا جو دیکھا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو معمولی کفن دیا اور نماز پڑھ کر دفن کردیا پس جب میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو خوبصورت بزرگ عمدہ سا لباس پہنے ہوئے ان میں سے ایک صاحب نے مجھ سے فرمایا اے ابن مبارک! کیا تجھے اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آتی؟ اور یہ کہہ کر جب وہ چلے تو میں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں! اور یہ میرے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام! آخر میں نے دریافت کیا کہ میں اللہ سے کس طرح نہیں شرمایا؟ حالانکہ کثرت سے نماز پڑھتا ہوں! اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ آج اولیاء اللہ میں سے ایک ولی کی وفات ہوئی اور تم نے اس کو اچھا کفن نہیں دیا

چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں نے اس غلام کی نعش کو قبر سے نکال کر نہایت عمدہ اور نفیس کفن پہنایا اور دوبارہ نماز جنازہ ادا کر کے دفن کر دیا اللہ تعالیٰ اس پر اپنا رحم فرمائے، آمین! (بحوالہ حکایتوں کا گلدستہ)

حاصل...... سچ ہے اللہ تعالیٰ اپنے مطیع اور فرمانبردار کی خود عزت بڑھا دیتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے لئے فنا کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا کو خود اس کے آگے جھکا دیتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

واقعہ نمبر......۵۲

ہارون الرشید کے نوجوان بیٹے کا عجیب اور سبق آموز واقعہ

ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریبا سولہ سال کی تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا وہاں جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں موجود تھے۔ دنیا کے مالک تھے لیکن اس دنیا نے تمہیں اجازت نہ دی حتی کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔ مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔

ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا اس کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سر پر ایک لنگی بندی ہوئی تھی۔ اراکین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المؤمنین کو دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا ہے !! اگر امیر المؤمنین اس کو تنبیہ

کردے تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیر المؤمنین نے یہ بات سن کر اس سے کہا کہ بیٹا تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے۔ یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک پرندہ وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کے واسطے کہ جس نے تجھے پیدا کیا تو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جاوہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر اس کے ہاتھ آکر بیٹھ گیا پھر کہا کہ اب اپنی جگہ چلا جا۔ وہ ہاتھ پر سے اڑ کر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ ابا جان اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کر رہیں ہے، اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔ اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جدائی اختیار کر لوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا۔ چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اس کو دے دی (کہ احتیاج کے وقت اس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا۔ ہفتہ میں صرف ایک دن ہفتے کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک اس مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر ہفتہ کو مزدوری کر لیتا اور ایک درم اور ایک دانق (یعنی درم کا چھٹہ حصہ) مزدوری لیتا۔ اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا۔ ایک دانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی۔ اس کو بنوانے کے لئے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے، مزدوری کے لئے تو پیدا ہی ہوئے ہیں۔ آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے؟ میں نے کہا گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اس نے کہا کہ ایک درہم اور ایک دانق مزدوری ہوگی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے

لئے جانا ہوگا۔ میں نے اس کی دونوں شرطیں منظور کر لی اور اس کو لا کر کام پر لگا دیا۔ مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اس نے دس آدمیوں کے بقدر کام کیا۔ میں نے اس کو مزدوری میں دو درہم دیئے ۔اس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا اور ایک درہم اور ایک دانق لے کر چلا گیا دوسرے دن پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ مجھے کہیں نہیں ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے آٹھ دن تک تعمیر بند کر دی اور ہفتہ کے دن اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ اسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا۔ میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا اس نے وہی پہلی دونوں شرطیں بیان کیں، میں نے منظور کر لیں، وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے ہفتہ کے دن کو اس نے اکیلے دس آدمیوں کا کام کس طرح کر لیا۔ اس لئے میں نے اسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا ،تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے سے جڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیاء کی غیب سے مدد ہوتی ہی ہے جب شام ہوئی تو میں نے اس کو تین درہم دینا چاہے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا کہ میں اتنے درہم کا کیا کروں گا اور ایک درہم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے ہفتہ کو میں پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ مگر وہ مجھے نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا تو ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے۔ میں نے ایک شخص کو اجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل

میں پہنچادے۔ وہ مجھے ساتھ لیکر اس جنگل ویران میں پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ وہ بیہوش پڑا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ میں نے اس کو سلام کیا، اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اس نے (آنکھ کھولی اور) اور مجھے پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ پر سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس نے سر ہٹالیا اور کہا:

میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ۔ عمر ختم ہوتی جارہی ہے اور نعمتیں سب ختم ہوجائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اٹھایا جائے گا۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ ابو عامر جب میری روح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔ میں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لئے نئے کپڑے لے آؤں۔ اس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لئے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں (یہ جواب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جواب ہے انہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہیں چادروں میں کفن دے دینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی، تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کفن تو (پرانا ہو یا نیا بہر حال) بوسیدہ ہوجائے گا آدمی کے ساتھ تو صرف اس کا عمل ہی رہتا ہے اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارن رشید تک پہچادینا اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ کر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے۔ یہ کہہ کر اس کی روح نکل گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی

وصیت کے موافق میں نے اس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور قصر شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اول ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔ اسی طرح یکے بعد دیگر دس لشکر نکلے۔ دسویں جتھے میں خود امیر المؤمنین بھی تھے میں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیر المؤمنین آپ کو حضور اقدس کی قرابت داری کا واسطہ ذرا سا توقف کر لیجئے۔ میری آواز پر انھوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر (پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے پاس رکھو۔ جب میں واپسی پر بلاؤں تو میرے پاس پہنچا دینا۔ جب ہارون الرشید باہر سے مکان پر واپسی پر پہنچے، تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا۔ اس شخص کو بلا کر لاؤ اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا۔ دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین نے بلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے۔ اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو، تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا۔ اس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آ جاؤ۔ میں قریب جا کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں جانتا ہوں۔ کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے مٹی کی مزدوری کرتے تھے۔ کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا تھا؟ میں نے کہا کرایا ہے۔ کہنے لگے کہ تم کو اس کا خیال نہ آیا کہ اس کی نبی اکرم ﷺ سے قرابت تھی (کہ یہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں ہیں) میں نے کہا

امیرالمؤمنین پہلے اللہ جل شانہ سے معذرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عذر خواہ ہوں مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہے؟ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اس کو غسل دیا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ۔ میرا ہاتھ لے کر اپنے سینے پر رکھ دیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگل رہا ہے اور میری آنکھیں اس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دور ہے، لیکن اس کا غم میرے قریب۔ بیشک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدّر کر دیتی ہے۔ وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے بصرہ اس کے قبر پر جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر ساتھ تھے اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون الرشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ مسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا۔ موت نے کم عمری کے زمانے میں اس کو جلدی سے اچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لئے انس اور دل کا چین تھا۔ لمبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیئے گا بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کو پیئے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا۔ پس سب تعریفیں اسی وحدہ لاشریک کے لئے جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں۔ ابو عامر کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو میں اپنے وظائف پورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر نور ہی نور پھیل

رہا ہے۔اس نور کے ابر میں سے اس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا ابو عامر تمہیں حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے (تم نے میری تجہیز تکفین اور میری وصیت پوری کی) میں نے اس سے پوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گزرا۔ کہنے لگا کہ میں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے مجھے اس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو کبھی نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنی نہ کسی کے دل پر اس کا خیال گزرا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کے لئے جن کے پہلورات کے خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں (یعنی تہجد گزاروں کیلئے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال گزرا، نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (سورۃ سجدہ ع۲)

کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے اس کے بعد اس لڑکے نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا اس کے لئے یہی اعزاز واکرام ہیں جو میرے لئے ہوئے۔

صاحب روض کہتے ہیں کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقے سے بھی پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون الرشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا، تو انھوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا۔ بہت اچھی تربیت پائی تھی، قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میری دنیا سے اس نے کوئی راحت نہ اٹھائی۔ چلتے وقت میں

نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دے دے۔ اس انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا مگر وہ اس کو بھی کام میں نہ لایا۔ مرتے وقت واپس کر گیا۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرمانبردار تھا۔ (بحوالہ موت کا منظر)

حاصل...... ویسے تو یہ تمام واقعہ ہی سبق آموز اور عبرت کا مرقع ہے، مگر اس واقعہ سے چند سبق آموز باتیں جو ناچیز کے ذہن میں آئیں پیش کرتا ہوں:۔

پہلی بات...... شہزادے کو اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات سے نوازا تھا، یہ انعام خداوندی ہی تھا کہ انھوں نے شاہی محل پر بیٹھے ہوئے جانور سے کہا کہ خدا کے حکم سے میرے ہاتھ پر آ کے بیٹھ جا، وہ آ کر بیٹھ گیا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے خاص بندوں میں سے تھے، اور انھوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو خیر باد کہہ رکھا تھا جس کی وجہ سے جانور بھی ان کے تابع حکم ہو جاتے تھے۔

چنانچہ اس کی زندہ مثال ان کا یہ واقعہ ہے کہ جب یہ کمبل کا کرتہ اور لونگی سر پر باندھے پہنے ہوئے دربار شاہی میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین نے نظر حقارت سے دیکھا، باپ نے نصیحت کی اور کہا، تو ایسے ایسے لباس پہن کر میری رسوائی اور جگ ہنسائی کرا رکھی ہے، میرے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے ہیں وہ تیرے لئے نہیں تو کس کے لئے ہیں؟ شہزادے نے باپ کو ایسا حیران کن جواب دیا کہ لوگ منہ تکتے رہ گئے، کہ ”مجھ سے دنیادار نفرت کرتے ہیں لیکن آپ کی طرف تو جانور بھی توجہ نہیں کرتے“ سچ ہے حضور سرور کائنات ﷺ کا فرمان: ”مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ“ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے سمجھدار انسان وہ ہے جو دنیا کی چند روزہ زندگی میں پھنس کر آخرت کو نہ بھلائے، اس واقعہ میں ہمارے لئے بڑا سبق یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنا چاہیے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ دنیا والے اچھا کہتے ہیں یا بُرا؟

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

دوسری بات...... یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دنیا کی بادشاہت کو لات مار کر باطنی حکومت اختیار فرمائی، اور محنت ومزدوری کر کے گذر بسر کرنے کو ترجیح دی، جیسا کہ ابو عامر بصری نے ان کا واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اس واقعہ میں کئی باتیں سبق آموز ہیں، ابو عامر نے پوچھا، کیا آپ مزدوری کریں گے؟ تو انھوں نے کتنا دانشمندانہ جواب دیا، ہم تو کام کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں یعنی اللہ نے بے کار پیدا نہیں فرمایا، یہ نہیں کہ آدمی دوسرے پر بوجھ بن جائے بلکہ دوسرے کا بوجھ ہلکا کرے، چنانچہ انھوں نے دو شرطوں پر ابو عامر سے مزدوری کرنا طے کیا، پہلی شرط نماز کے وقت کام چھوڑ کر چلا جاؤں گا، دوسری شرط طے شدہ مزدوری سے نہ کم لوں گا نہ زیادہ۔ ان دونوں شرطوں پر مسلمان غور کریں، کتنے مسلمان ہیں جو وقت پر نماز پڑھتے ہیں، پھر مزدوری پیشہ حضرات غور کریں، کہ نماز پڑھنا تو بہت بڑی بات ہے نماز کے تصور سے ذہن ہی خالی ہیں، کم اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں جو نماز کا خیال رکھتے ہیں۔

رہا مزدوری کا مسئلہ تو وہ بھی ایسا ہو گیا ہے کہ سن کر آدمی کے ہوش وحواس گم ہو جاتے ہیں، اور منہ سے جو چاہا مزدوری مانگ لیتے ہیں، حیرانی ہوتی ہے کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اتنا کمانے کے باوجود بھی مزدور پریشان رہتا ہے، اور کمائی میں بے برکتی کہ شکوے شکایات کرتے ہیں، ایک یہ شہزادے تھے کہ ابو عامر نے ان کے کام سے خوش ہو کر مزدوری زیادہ دینی چاہی تو یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا میں کیا کروں گا؟ پھر ہفتہ میں صرف ایک دن کام کیا کرتے تھے اور چھ دن یاد خدا میں صرف کیا کرتے تھے۔ آج کی دنیا میں ایسی مثال تلاش سے بھی شاید ہی مل سکے، کاش مسلمان پکے نمازی بن جائیں، سچ بولنے کو اپنا شیوہ بنائیں اور خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں، دیانت وامانت سے کام کریں تا کہ برکت اور امن وسکون سے زندگی گزارے۔

تیسری بات ......شہزادے سکرات موت میں مبتلا ہیں،ایسی حالت میں ابو عامر مزاج پرسی کے لئے جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک کچی اینٹ پر ان کا سر رکھا ہوا ہے، گویا تکیہ کے بجائے سرہانے اینٹ رکھی ہوئی ہے، ابو عامر نے ان کا سر اپنی ران پر رکھا تو آنکھ کھول کر منع کر دیا، اور کہا میرا سر اینٹ پر ہی رکھ دو۔ اس حالت میں بھی ابو عامر کو ایسی زریں نصیحت کی کہ اگر مسلمان اس کو پیش نظر رکھیں تو کبھی دنیا میں دل نہ لگائیں اور یاد خدا سے غافل نہ ہو۔ نصیحت میں فرمایا ''اے میرے دوست! دنیا کی لذتوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا کیونکہ یہ عمر ایک دن ختم ہو جانی ہے اور دنیا کی نعمتیں یہیں رہ جائیں گی''۔ پھر فرمایا ''جب تو کسی جنازہ کے ساتھ قبرستان جائے تو یہ خیال کر کہ ایک دن مر کر تو بھی قبرستان اسی طرح لے جایا جائے گا''۔

چوتھی بات......وصیت میں یہ فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے غسل دے کر میرے جسم کے پرانے کپڑوں کا کفن دے کر دفن کر دینا، کیونکہ قبر میں کفن ایک دن ختم ہو جائے گا، قبر میں میت کے کام آنے والی چیز اس کے نیک اعمال ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ تو انھوں نے جواب دیا ''تین کپڑوں میں'' حضرت ابوبکرؓ اس وقت دو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''تو بس میرے جسم کے ان دونوں کپڑوں کے ساتھ تیسرا کپڑا بازار سے خرید کر مجھ کو کفن دیدینا، یہ سن کر عائشہ صدیقہؓ نے کہا! ابا جان ہم تینوں نئے کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں'' تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا، بیٹی نئے کپڑوں کے زندہ لوگ بنسبت مردوں کے زیادہ مستحق ہیں'' محترم قارئین! غور کریں شہزادہ ہارون اور صدیق اکبرؓ کی وصیت میں کتنی مماثلت ہے، اللہ والوں کے کام رضائے مولیٰ کے لئے ہوتے ہیں۔ اس واقعہ میں سمجھدار آدمی کے

لئے بڑی سبق آموز باتیں ہیں۔ (بحوالہ جستہ جستہ راہ نجات)

واقعہ نمبر......۵۳

اطاعت والدین کا ثمرہ

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ آسمان و زمین کے درمیان ہوا میں اڑا کرتے تھے چنانچہ ایک دن جب کسی گہرے سمندر میں ان کا گزر ہوا تو دریا میں ہولناک موجیں اٹھتے دیکھ کر ہوا کے پھیل جانے کا حکم دیا اور جناتوں کو دریا میں غوطہ لگا کر نیچے کا حال معلوم کرنے کا، جب حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنوں نے دریا میں غوطہ لگایا تو اس میں موتی کا ایک ایسا چمکدار قبہ دیکھا جس میں کوئی دروازہ نہ تھا حضرت سلیمانؑ کو اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس قبہ کو سمندر سے لانے کا حکم فرمایا چنانچہ جنات نے اس کو سمندر سے نکال کر حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھ کر انہیں بہت تعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس سے وہ قبہ شق ہوا اور اس کا دروازہ کھل گیا تو حضرت سلیمانؑ نے دیکھا کہ اس میں ایک نوجوان اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سجدہ میں مشغول ہے تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے دریافت کیا کہ تم فرشتے ہو یا جن؟ تو اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں انسان کی جنس سے ہوں! اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے دریافت فرمایا کہ آخر یہ بزرگی اور فضیلت تجھے کیونکر حاصل ہوئی؟ اس نوجوان نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے یہ فضیلت اطاعت والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے سبب حاصل ہوئی ہے میں اپنی ضعیف والدہ کو اپنی پشت پر لادے رہتا تھا اور ان کی دعا تھی کہ اے میرے معبود! تو اس کو سعادت عطا فرما کر میرے مرنے کا بعد اس کا مقام ایسی جگہ میں متعین فرما جو نہ آسمان میں ہو نہ

زمین میں چنانچہ والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد جب میں ایک دریا کے کنارے گھوم رہا تھا تو میں نے سفید موتی کا ایک قبہ دیکھا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اسکا دروازہ کھل گیا اور میرے اندر داخل ہونے کے بعد قدرت الہٰی سے خود ہی بند ہو گیا مجھے نہیں معلوم کہ اب میں زمین میں ہوں یا آسمان میں یا ہوا میں؟ اللہ تعالیٰ اسی میں مجھے رزق عطا فرما دیتا ہے حضرت سلیمانؑ نے دریافت کیا آخر اس میں تجھے روزی کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ اس نے کہا، جب بھوکا ہوتا ہوں تو پتھر سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے اور اس درخت سے پھل جس میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی نکلتا ہے جس کو میں کھا پی لیتا ہوں اور میرے سیراب ہو جانے پر خود ہی وہ درخت غائب ہو جاتا ہے اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے دریافت فرمایا آخر تم اس قبہ میں دن اور رات میں کیونکر امتیاز کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ جناب! جب صبح صادق طلوع ہوتی ہے تو یہ قبہ سفید ہو جاتا اور غروب آفتاب کے بعد اندھیرا پس اس ذریعہ سے دن اور رات کو پہچان لیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ کی دعا سے وہ قبہ دریا کی گہرائی میں اپنے مقام کی طرف لوٹ گیا۔

حاصل...... اس حکایت سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت کی کس قدر عظمت والا کام ہے بیشک جو والدین کی خدمت کرتا ہے وہ اپنی دنیا بھی اچھی کرتا ہے اور آخرت بھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی صحیح صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۵۴

ہم دونوں میں بڑا سخی کون ہے؟

معن بن زائدہ کا بیان ہے کہ ایک زمانے میں خلیفہ منصور مجھ سے بڑا ناراض تھا لہٰذا میں اس کا سامنا کرنے سے کتراتا تھا، منصور نے میری گرفتاری کے لئے انعام بھی مقرر کردیا میں گھبرا کے اپنا بھیس بدل کر ایک اونٹ پر سوار ہوا، اور بار ینہ کی طرف چلا تا کہ وہاں روپوش ہو جاؤں، چلتے چلتے میں جب بغداد کے محلے باب حرب میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص تلوار حمائل کئے ہوئے میرا تعاقب کررہا ہے، میں نے تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر وہ شخص میرے سامنے آگیا، اس نے جھٹ میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کر اسے زمین پر بٹھا دیا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑلیا میں نے اجنبی بنتے ہوئے کہا کیا بات ہے؟ وہ بولا تمہیں نہیں معلوم امیر المومنین کو تمہاری تلاش ہے میں نے کہا برادر تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میری حیثیت ہی کیا بھلا امیر المومنین مجھے کیوں تلاش کرائیں گے وہ کہنے لگا کیا تم معن بن زائدہ نہیں ہو؟ میں نے کہا ہرگز نہیں کہاں میں اور کہاں معن بن زائدہ وہ ہنسا تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے میں تمہیں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں جتنا تم اپنے آپ کو پہچانتے ہو، اس کی باتوں سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص پیچھا نہیں چھوڑنے والا ہے میں نے اس سے کہا کہ دیکھو یہ جواہر کی ایک قیمتی مالا ہے اس کی قیمت امیر المومنین کے انعام سے بہت زیادہ ہے اسے تم لے لو اور مفت میں میرا خون اپنے سر نہ لو، میں نے مالا اس کو تھما دی وہ کچھ دیر تک مالا کا جائزہ لیتا رہا پھر کہنے لگا اس کی قیمت کے متعلق تمہاری بات قطعاً (صحیح ہے لیکن) تمہیں میری ایک بات کا جواب دینا پڑے گا اس نے سوال کیا کہ بہت لوگ تمہاری سخاوت اور فیاضی کی تعریف کرتے ہیں مجھے

بتاؤ کیا تم نے یہ ہار دے کر مجھے اپنی ساری دولت بخش دی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں اس نے پوچھا اچھا تو کیا ایک تہائی بھی نہیں؟ جواب دیا ایک تہائی بھی نہیں اس نے پوچھا اچھا تو کیا دسواں حصہ؟ میں نے جواب دیا ہاں دسواں حصہ سمجھ لو کہنے لگا یہ تو بڑی بات نہیں ہے خلیفہ منصور ہر مہینے مجھے صرف بیس درہم تنخواہ دیتا ہے اور اس ہار کی قیمت لاکھوں درہم ہے لیکن تم اپنے مقابلے میں میری سخاوت دیکھو یہ ہار میں تمہیں بخشتا ہوں تا کہ دنیا سمجھ لے کہ ہم دونوں میں سے زیادہ سخی کون ہے اس نے مالا میری طرف اچھال کر اونٹ کی نکیل چھوڑ دی اور جانے لگا میں نے (اس کی بات) سے جل کر کہا اس توہین وذلت کے مقابلے میں قتل ہی ہو جانا بہتر ہے تم نے جو کچھ دیا ہے وہ لے لو، اور مجھے گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کر دو وہ ہنسا اور کہا کہ تم مجھ سے زیادہ فیاض بن کر مجھے جھٹلانا چاہتے ہو لہٰذا میں یہ ہار ہرگز نہیں لوں گا اور یہ کہہ کر وہ فوراً چلا گیا۔ (بحوالہ خزینہ)

حاصل...... معلوم ہوا کہ سخاوت صرف مالداروں کے ساتھ ہی لازم وملزوم نہیں ہے، ایک غریب آدمی بھی سخاوت کر سکتا ہے، اگر چہ ہر ایک اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سخاوت کرتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۵۵

ہٹ جاؤ سود خور آ رہا ہے

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ بڑے جلیل القدر اولیاء میں سے ہوئے ہیں۔ طریقت میں آپؒ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ تھے۔ ابتداء میں بہت دولت مند تھے لیکن

سود خور تھے۔ ہر روز تقاضا کرنے جاتے۔ جب تک وصول نہ کر لیتے اسے نہ چھوڑتے، ایک روز کسی مقروض کے گھر گئے لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اس کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے رقم موجود نہیں ہے۔ البتہ بکری ذبح کی تھی۔ اس کی گردن موجود ہے۔ جو ہم نے گھر پر پکانی ہے، لیکن آپؒ اس عورت سے بکری کا گوشت زبردستی لے آئے اور گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے اسے پکالو، بیوی نے کہا کہ آٹا اور لکڑی بھی ختم ہے اس کا بھی بندوبست کردو، آپؒ دوسرے قرضداروں کے پاس گئے اور یہ چیزیں بھی سود میں لے آئے جب کھانا تیار ہوگیا تو کسی سوالی نے آواز دی کہ بھوکا ہوں کچھ کھانے کو دو، آپؒ نے اندر ہی سے اس سائل کو جھڑک دیا۔ سائل چلا گیا۔

جب آپؒ کی بیوی نے ہانڈی سے سالن نکالنا چاہا تو دیکھا کہ وہ خون ہی خون ہے، بیوی نے حیران ہوکر شوہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ اپنی شرارتوں اور کنجوسی کا نتیجہ دیکھ لو، خواجہ حبیب عجمیؒ نے یہ ماجرہ دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ اس واقعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا، اسی وقت سابقہ بے روی سے توبہ کی، ایک روز باہر نکلے، راستہ میں بچے کھیل رہے تھے انہوں نے خواجہ صاحب کو دیکھ کر چلانا شروع کردیا:

”ہٹ جاؤ حبیب سودخور آرہا ہے، ہم پر اس کی گرد بھی پڑگئی تو ہم بھی ایسے ہی ہوجائیں گے۔“ یہ سنا تو تڑپ اٹھے، ندامت سے سر جھکا لیا، اور کہنے لگے: اے رب! بچوں تک تو نے میرا حال ظاہر فرما دیا خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ کی، سب قرضداروں کا قرض معاف کردیا، اپنا سارا مال و اسباب راہ خدا میں دے ڈالا، عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف ہوگئے اور صائم الدہر اور قائم اللیل رہنے لگے، کچھ عرصہ بعد ایک دن پھر انہیں لڑکوں کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے

آپس میں کہا، خاموش رہو حبیب العابد جاتے ہیں، یہ سن کر آپؒ رونے لگے اور کہا کہ "اے اللہ! یہ سب تیری طرف سے ہے۔

جب اس طرح عبادت کرتے ایک مدت گزر گئی تو ایک دن بیوی نے شکایت کی کہ ضرورت کیسے پوری کی جائے، آپ نے فرمایا کہ اچھا کام پر جاتا ہوں، مزدوری سے جو ملے گا لے آؤں گا۔ چنانچہ آپؒ دن بھر گھر سے باہر رہ کر عبادت کرتے اور شام کو گھر واپس آجاتے۔ بیوی انہیں خالی ہاتھ دیکھتی تو کہتی کہ یہ کیا معاملہ ہے، آپ فرماتے کہ میں کام کر رہا ہوں۔ جس کا کام کر رہا ہوں وہ بڑا سخی ہے، کہتا ہے وقت آنے پر خود ہی اجرت دے دیا کروں گا، فکر نہ کرو، لہٰذا مجھے اس سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے، وہ کہتا ہے ہر دسویں روز مزدوری دیا کروں گا، چنانچہ بیوی نے دس دن صبر کیا۔

جب آپ دسویں روز بھی شام کو خالی ہاتھ گھر واپس جانے لگے تو راستے میں آپ کو خیال آیا کہ اب بیوی کو کیا جواب دوں گا۔ اسی خیال میں گھر پہنچے، تو عجیب ماجرہ دیکھا، عمدہ عمدہ کھانے تیار رکھے ہیں، بیوی آپؒ کو دیکھتے ہی بول اٹھی کہ یہ کس نیک بخت کا کام کر رہے ہو جس نے دن رات کی اجرت اس قسم کی بھیجی اور تین ہزار درہم نقد بھی بھیجے ہیں اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ کام زیادہ محنت سے کرو گے تو اجرت زیادہ دوں گا۔ یہ دیکھ کر آپؒ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں خیال گزرا کہ خدائے پاک نے ایک گنہگار بندے کی دس روز کی عبادت کا یہ صلہ دیا۔ اگر زیادہ حضور قلب سے عبادت کروں تو نہ جانے کیا کچھ دے، یہ خیال آتے ہی خلائق دنیا سے بالکل الگ ہو گئے اور ایسی عبادتیں اور ریاضتیں کیں کہ اسرار الٰہی بے نقاب ہو گئے، عنایت الٰہی کا نزول شروع ہو گیا اور آپؒ کو مستجاب الدعوات کا درجہ مل گیا۔

(بحوالہ اللہ میری توبہ)

حاصل...... حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتے، بیشک جو جتنی محنت کرے گا، اسی قدر وہ صلہ پائے گا، اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر کے واپس لوٹیں گے، تو اللہ تعالیٰ ضرور ہمیں قبول فرمائیں گے، اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ سچی توبہ کر لینی چاہئے اسی میں ہماری نجات ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

واقعہ نمبر......۵٦

ایک نومسلم کی کرامت

شیخ عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہاز میں سوار تھا۔ تلاطم امواج سے جہاز ایک جزیرہ میں جا پہنچا، اس جزیرہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بت کی پرستش کر رہا ہے ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تو کس کی عبادت کرتا ہے اس نے بت کی طرف اشارہ کیا، ہم نے کہا یہ تیرا معبود خالق نہیں بلکہ خود دوسرے کا مخلوق ہے، اور ہمارا معبود وہ ہے جس نے اسے اور سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اس بت پرست نے دریافت کیا بتاؤ تم کس کی عبادت کرتے ہو ہم نے جواب دیا کہ ہم اس پاک ذات کی عبادت کرتے ہیں جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اس کی دار و گیر ہے، اور زندہ اور مردوں میں اس کی تقدیر جاری ہے اس کے نام پاک میں اس کی عظمت اور بڑائی نہایت بڑی ہے۔ اس نے پوچھا تمہیں یہ باتیں کس طرح معلوم ہوئیں ہم نے کہا اس بادشاہ حقیقی نے ہمارے پاس ایک سچے رسول کو بھیجا ہمیں ہدایت کی پھر اس نے پوچھا کہ وہ رسول کون ہیں اور وہ کہاں ہیں؟ ہم نے

جواب دیا کہ جس کام کے لئے خدا نے انہیں بھیجا تھا جب وہ پورا کر چکے تو اس نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اس نے کہا رسول خدا نے تمہارے پاس اپنی کیا نشانی چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اللہ کی کتاب کہا مجھے دکھاؤ ہم اس کے پاس قرآن شریف لے گئے، اس نے کہا میں تو جانتا نہیں تم پڑھ کر سناؤ ہم نے اسے ایک سورۃ پڑھ کر سنائی وہ سن کر روتا رہا اور کہنے لگا جس کا یہ کلام ہے اس کا حکم تو دل و جان سے ماننا چاہئے اور کسی طرح اس کی نافرمانی نہ کرنی چاہئے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اسے دین کے کچھ احکام اور چند سورتیں سکھائیں، جب رات ہوئی اور ہم سب اپنے اپنے بچھونوں پر لیٹ رہے وہ بولا بھائیو یہ معبود جس کا تم نے مجھے پتہ اور صفات بتائیں وہ سوتا بھی ہے ہم نے کہا وہ سونے سے پاک ہے وہ ہمیشہ زندہ قائم ہے۔ اس نے کہا تم کیسے برے بندے ہو کہ تمہارا مولا نہیں سوتا اور تم سوتے ہو اس کی یہ باتیں سن کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ مختصر یہ کہ ہم وہاں چند روز رہے جب وہاں سے کوچ کا ارادہ ہوا اس نے کہا بھائیو مجھے بھی ساتھ لے چلو ہم نے قبول کر لیا، چلتے چلتے ہم آبادان پہنچے، میں نے اپنے یاروں سے کہا کہ یہ ابھی مسلمان ہوا ہے اس کی کچھ مدد کرنی چاہئے۔ ہم سب نے چند درہم جمع کر کے اسے دیئے اور کہا کہ اسے اپنے خرچ میں لا ناوہ کہنے لگا لا الہ الا اللہ تم تو عجیب آدمی ہو تم ہی نے تو مجھے راستہ بتلایا اور خود ہی راہ سے بھٹک گئے، مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ میں اس جزیرہ میں بت کی عبادت کیا کرتا تھا میں اسے پہچانتا نہ تھا اس وقت بھی اس نے مجھے ضائع نہیں کیا پھر جب میں اسے جاننے لگا تو اب وہ مجھے کس طرح ضائع کر دے گا۔ تین دن کے بعد ایک شخص نے مجھے آکر خبر دی کہ وہ نومسلم مر رہا ہے اس کی خبر لو، یہ سن کر میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تجھے کیا حاجت ہے کہا کچھ نہیں۔ جس ذات پاک نے تمہیں جزیرہ میں پہنچایا اسی نے میری سب حاجتیں پوری کر دیں۔ خواجہ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند کا

غلبہ ہوا اور میں سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سرو سبز باغ ہے اس میں ایک قبہ ہے اور ایک مکلّف تخت بچھا ہوا ہے اس پر ایک نہایت حسین نوعمر عورت جلوہ افروز ہے، کہتی ہے خدا کے لئے اس نو مسلم کو جلدی بھیجو مجھے اس کی جدائی میں بڑی بے قراری اور بے صبری ہے۔ اتنے میں میری آنکھ کھلی تو دیکھا وہ سفر آخرت کر چکا تھا۔ میں نے اسے غسل و کفن دے کر دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں وہی قبہ اور باغ اور تخت پر وہی عورت اور پہلو میں اس نو مسلم کو دیکھا کہ وہ یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

"والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار "(اور فرشتے ان پر یہ کہتے ہوئے ہر دروازے سے آئیں گے کہ سلامتی ہے تم پر پس کیا اچھا بدلہ ہے آخرت کا) (بحوالہ کرامات اولیاء)

حاصل...... سچ ہے جب اللہ کی ذات پر صحیح یقین کامل ہو جائے تو دونوں جہانوں کی کامیابیاں مل جائیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اپنے یقین کو مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر......۵۷

ایک سوئی کی وجہ سے عذاب کا عبرتناک واقعہ

ایک بزرگ نے بڑا عبرت ناک واقعہ سنایا کہ ان کے زمانے میں ایک بہت بڑے عالم تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو اس عالم کے انتقال کے بعد ان کے کسی شاگرد نے ان کو خواب میں دیکھا کہ برہنہ جسم کے ساتھ ایک چٹیل میدان میں دوپہر کی سخت گرمی سے بے چین اور پریشان ہو کر ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں بے قرار اور بے چین ہیں، اس شاگرد نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ نے تو ساری زندگی

اطاعت وعبادات اور خدمت دین میں گزاری مخلوق کی اصلاح اورتربیت میں گزاری کیا ان میں سے کوئی عبادت قبول نہیں ہوئی؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال صالحہ کی توفیق دی تھی وہ سب قبول ہو گئے ہیں لیکن جس عذاب میں مبتلا ہوں وہ ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے، شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انتقال سے چند روز پہلے میں اپنا کپڑا سینے کے لئے اپنے ایک پڑوسی سے سوئی مانگ لایا تھا، اور پھر کپڑا سی کر سوئی الماری میں رکھ دی اور واپس کرنا یاد نہ رہا، اور اس کے بعد میرا انتقال ہو گیا، اب یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو، اسی ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے، تم صبح بیدار ہو کر میرے گھر جانا اور گھر والوں سے کہنا کہ الماری میں فلاں جگہ پر وہ سوئی رکھی ہوئی ہے وہ تم لیکر میرے فلاں پڑوسی کو پہنچا دینا تا کہ مجھ سے یہ عذاب دور ہو جائے، چنانچہ وہ شاگرد صبح اٹھ کر سیدھے استاد کے گھر پہنچے اور کہا فلاں الماری میں فلاں جگہ پر سوئی رکھی ہوئی ہے گھر والوں نے دیکھا تو بتایا کہ ہاں رکھی ہوئی ہے اس شاگرد نے پوچھا کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ کس کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں مرحوم فلاں پڑوسی سے لائے تھے اور ہم نے سوچا کہ ذرا آنے جانے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو یہ سوئی ان کو واپس کر دیں گے۔ شاگرد نے بتایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ اس سوئی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہیں اس لئے وہ سوئی تم مجھے دیدو تا کہ میں جلدی سے ان کو واپس کردوں اور ان کی طرف سے تاخیر کی بھی معافی مانگ لوں، چنانچہ اس شاگرد نے وہ سوئی لیکر پڑوسی کو واپس کر دی اور ان کو بتایا کہ حضرت کو اس سوئی کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے وہ پڑوسی بھی یہ سن کر رونے لگا کہ کتنی معمولی سی چیز کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے میں نے اللہ کے لئے ان کو معاف کر دیا، یا اللہ آپ بھی اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما دیں اور ان کا عذاب دور فرما دیں۔

وہ شاگرد کہتے ہیں کہ جب رات کو میں سویا تو پھر دوبارہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا لیکن اب وہ منظر کچھ اور تھا، اب حضرت ایک خوبصورت اور سرسبز وشاداب باغ کے بیچوں بیچ ایک مسہری پر آرام فرمارہے ہیں چاروں طرف خدام موجود ہیں پھلوں اور پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں میں نے قریب جاکر ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جس وقت تم نے پڑوسی کو سوئی پہنچائی اور اس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے لئے معاف کرتا ہوں بس اسی لمحے میرا عذاب ٹل گیا اور جو نعمتیں تم دیکھ رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے دین کی خدمت کی جو توفیق عطا فرمائی تھی اس کا صلہ ہے۔ (بحوالہ حکایات کا انسائیکلوپیڈیا)

حاصل...... اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم کبھی اپنے ذمہ کسی کی کوئی چیز یا کسی کا کوئی حق نہ رکھیں، بلکہ جس کی جو چیز یا جو حق ہمارے ذمہ ہے اسے واپس کردیں، اندازہ کیجئے کہ ایک سوئی کی وجہ سے اس قدر عذاب ہے اور آج جو بے شمار حقوق العباد کے بارے میں لاپرواہی برتی جارہی ہے، اس کا کس قدر وبال ہوگا ، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۵۸

ایک حیرت انگیز اور انوکھا واقعہ

عضدالدولہ کے امراء میں سے ایک ترکی نوجوان تھا اس نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک مکان کی دیوار کے سوراخ سے اس مکان میں رہنے والی عورت کو دیکھتا تھا اس عورت نے اپنے شوہر کو بتایا کہ یہ ترکی لڑکا روزانہ بہت دیر تک اس سوراخ سے

دیکھتا ہے اس نے میرا آرام حرام کردیا ہے یہاں گھر پر کوئی نہیں ہوتا دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ میں اس سے باتیں کیا کرتی ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں، اس کے شوہر نے کہا کہ تو اس کے نام ایک خط لکھ جس کا مضمون یہ ہو کہ روزانہ کھڑا ہونا بے کار بات ہے جب عشاء کی نماز کے بعد اچھی طرح اندھیرا ہو جائے اور لوگ (سوکر) غافل ہوئیں تو تم گھر میں آجانا میں دروازے کے پیچھے ہوں گی۔

چنانچہ اس کے بعد شوہر نے دروازے کے پیچھے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس کے انتظار میں کھڑا ہو گیا جب وہ ترکی لڑکا آیا اور دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو اس عورت کے شوہر نے اس کو دھکا دیکر گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی بھر دی، اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی، ایک دن عضد الدولہ نے دریافت کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ ان کا کچھ پتہ نہیں۔ اس پر عضد الدولہ غور وفکر کرتے رہے، یہاں تک کہ (اس تحقیق کی انہوں نے یہ صورت نکالی کہ) ایک شخص کو اس مؤذن کو بلانے کے لئے بھیجا جو اس مکان کے قریب والی مسجد کا مؤذن تھا، اس نے مؤذن کو بظاہر بہت سخت پکڑا اور عضد الدولہ کے سامنے حاضر کر دیا پھر عضد الدولہ نے آہستہ سے اس سے کہا کہ یہ ایک سو دینار لے لو اور جو کچھ ہم تم کو حکم دیں اس کی تعمیل کرو جب تم اپنی مسجد میں جاؤ تو عشاء کی اذان زیادہ رات گئے (یعنی دیر سے) دے کر مسجد میں بیٹھ جانا، پھر سب سے پہلے جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سے تیری گرفتاری نافذ ہونے کی تحقیق کرے تو اس کی مجھے اطلاع دے دینا۔ اس نے کہا بہت اچھا تو اس مؤذن نے ایسا ہی کیا تو جو شخص سب سے پہلے مسجد میں تحقیق کے لئے آیا تو یہ وہی شخص تھا (جس نے ترکی کو مارا تھا) اس نے مؤذن سے کہا کہ میرا دل تیری طرف لگا ہوا تھا اور تمہیں اس طرح گرفتار کر کے بلوانے سے

عضدالدولہ کی تم سے کیا غرض تھی؟

موذن نے کہا الحمد اللہ خیرت ہے کوئی خاص بات نہیں تھی جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضدالدولہ کے پاس جاکر پورا حال بتایا، عضدالدولہ نے اس شخص (قاتل) کو حاضر ہونے کا حکم دیا، یہ حاضر ہوگیا، اس سے پوچھا کہ ترکی کا کیا معاملہ ہے بیان کرو؟...... اس نے کہا کہ میں آپ سے بالکل سچی بات کہتا ہوں میری بیوی بہت پردہ دار اور پاکدامن ہے یہ شخص گھات لگائے ہوئے اس کو دیکھتا تھا اور پریشان کرتا تھا اور میری بیوی بدنامی کے خوف سے اس شخص کے کھڑے رہنے سے پریشان ہوگئی تو میں نے اس کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا (اور پوری تفصیل بیان کردی) عضدالدولہ نے کہا جاؤ سپرد خدا، نہ کسی نے کچھ سنا اور نہ کسی نے تم سے پوچھا۔ (حوالہ بالا)

حاصل...... بیشک برے کام کا برا ہی انجام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے برے افعال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۵۹

حضرت حذیفہؓ کی جاسوسی کا واقعہ

حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے ایک شخص نے جو کوفے کے رہنے والے تھے کہا کہ اے ابوعبداللہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا اور آپ کی مجلس میں بیٹھے بتاؤ تو تم کیا کرتے تھے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا واللہ ہم جان نثاریاں کرتے تھے، نوجوان فرمانے لگے سنئے چچا اگر ہم حضور ﷺ کے زمانے کو پاتے

تو واللہ آپ کے قدم بھی زمین پر نہ رکھنے دیتے اپنی گردنوں پر اٹھا کر لیجاتے، آپ نے فرمایا بھتیجے لو ایک واقعہ سنو! جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ بڑی رات تک نماز پڑھتے رہے، فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کی خبر لائے، اللہ کے نبی ﷺ اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوگا، کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف کی، بھوک کی اور سردی کی انتہا تھی پھر آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے، پھر فرمایا ہے کوئی ہے جو جا کر یہ خبر لادے کہ مخالفین نے کیا کیا، اللہ کے رسول ﷺ اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں رفیق کرے، اب کے بھی کوئی کھڑا نہ ہوا اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، سردی کے مارے دانت بج رہے تھے، خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے، بالآخر میرا نام لے کر رسول ﷺ نے آواز دی اب تو کھڑے ہوئے بغیر چارہ نہ تھا، فرمانے لگے حذیفہ تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں دیکھ جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے کوئی نیا کام نہ کرنا میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرأت کر کے مشرکوں میں گھس گیا وہاں جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے اللہ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کر رہے ہیں، چولہوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹ دی ہیں، خیموں کی چوبیں اکھڑ گئی ہیں، آگ جلا نہیں سکتے، کوئی چیز اپنے ٹھکانے نہیں رہی، اسی وقت ابو سفیان کھڑا ہوا اور با آواز بلند منادی کی کہ اے قریشیوں اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ، اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر کھڑا ہو؟ میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں میں نے کہا اب ہوشیار رہنا، پھر ابو سفیان نے کہا قریشیوں اللہ گواہ ہے ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں، ہمارے مویشی ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں،

بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی، اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی، پھر اس ہوا نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے ہم پکا کر کھا نہیں سکتے، آگ تک جلا نہیں سکتے، خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے، میں تو تنگ آگیا ہوں اور میں نے تو ارادہ کرلیا ہے کہ واپس ہو جاؤں پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو، اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر جو زانو بندھا ہوا بیٹھا تھا چڑھ گیا اور اسے مار او وہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا پھر اس کا پاؤں کھولا، اس وقت ایسا اچھا موقعہ تھا کہ اگر میں چاہتا ایک تیر میں ہی ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی نیا کام نہ کرنا اس لئے میں نے اپنے دل کو روک لیا، اب میں واپس لوٹا اور اپنے لشکر میں آگیا جب میں پہنچا ہوں تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ایک چادر کو لپیٹے ہوئے جو آپ کی کسی بیوی صاحبہ کی تھیں نماز میں مشغول ہیں، آپ نے مجھے دیکھ کر اپنے دونوں پیروں کے درمیاں بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اڑھا دی، پھر رکوع وسجدہ کیا اور میں وہیں وہی چادر اوڑھے بیٹھا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا، قریشیوں کے واپس لوٹ جانے کی خبر جب قبیلہ غطفان کو پہنچی تو انہوں نے بھی سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے اور روایت میں ہے حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سخت سردی کے قسم اللہ کی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں لشکر کفار میں پہنچا ہوں اسوقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا کمان چڑھا لیا اور چاہتا ہی تھا کہ چلا دوں اور وہ بالکل زد میں تھا ناممکن تھا کہ میرا نشانہ خالی جائے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آگیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چوکنے ہو کر بھڑک جائیں تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا میں حمام میں چل رہا ہوں، ہاں

جب حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا تو حضور ﷺ نے اپنی چادر مجھ کو اوڑھادی، میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا صبح خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر جگایا اے سونے والے بیدار ہو جا۔

اور روایت میں ہے کہ جب اس تابعی نے کہا کہ کاش کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے اور آپ کے زمانے کو پاتے تو حذیفہ نے کہا کاش کہ تم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہوتا کہ باوجود نہ دیکھنے کے پورا اور پختہ عقیدہ رکھتے ہو، برادرزادے جو تمنا تم کرتے ہو یہ تمنا ہی ہے نہ جانے تم ہوتے کیا کرتے، ہم پر تو ایسے کٹھن وقت آئے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

واقعہ نمبر......۶۰

حکیم صاحب کی انوکھی برکت

ابو محمد الخشاب غوری سے مروی ہے کہ ایک جولا ہے کا گزر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کو دوائی کے طور پر عرق گلاب اور تمر ہندی (املی کتارے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے کر سکے؟ یہ جولاہا اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے لئے ایک بڑا عمامہ بناؤ اس نے کہا تو اس عمامہ کا کیا کرے گا اس نے کہا میں تو اب حکیم بنوں گا اس کی بیوی نے کہا تو ایسا مت کر لوگ تمہیں ماریں گے جب لوگوں کو تو جان سے مارے گا تو لوگ تمہیں ماریں گے اس نے کہا یہ میرا اٹل فیصلہ ہے (آخر کار بڑا پگڑا باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا) پہلے دن جا کر بیٹھا اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرنا شروع کر دیں

اور کافی روپے کمائے اور کئی دن ایسے کرتا رہا پھر آ کر بیوی سے کہا کہ میں روزانہ ایک (جیسی) گولی بنالیتا ہوں (اور ہر بیماری کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنا کما چکا ہوں، اس کی بیوی نے کہا کہ یہ کام چھوڑ دیں اس جولاہے نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گزر حکیم صاحب (کے مطب) کی طرف سے ہوا، اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو کہ سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے، اس ملکہ نے کہا کہ اس کو بلائیں، چنانچہ یہ حکیم تشریف لے آئے اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر دوسرے حکیم یہ سمجھ نہیں سکے تھے) اس جولاہے نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ؟ وہ لائی گئی اور مریض نے خوب کھائی اور تین چار دن تک ایسا ہی کیا تو ضعف جاتا رہا اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو اس کی خوب واہ واہ ہوئی آہستہ آہستہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی بادشاہ نے اس کو بلا کر (بادشاہ) جس مرض میں مبتلا تھا اس کا اظہار کیا، اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوائیں کہہ دیں جس سے اس کو فائدہ پہنچا اور بادشاہ ٹھیک ہوگیا، اس کے بعد بادشاہ کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت آئی جو اس جولاہے کو جانتی تھی، انہوں نے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے۔ یہ کچھ نہیں جانتا، سلطان نے کہا کہ اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے، اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہیں کروں گا۔

انہوں نے کہا کہ ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے مسائل رکھتے ہیں بادشاہ نے کہا ایسا کرلو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کرائے اس کے لئے اس جولاہے نے کہا اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا تو تم جواب نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کہ طبیب ہو، لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کرلو) کیا تمہارے یہاں کوئی بڑا شفا خانہ ہے؟ لوگوں

نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کہ کیا اس میں ایسے بیمار ہوں گے جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں لوگوں نے کہا ہاں ہیں اس نے کہا کہ بس میں ان کا علاج کرتا ہوں تم دیکھتے رہ جاؤ گے کہ سب کے سب چند دن میں عافیت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔(اس علاج کے بعد) کیا میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی ہوگی؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں چنانچہ سب شفا خانہ کے دروازے پر پہنچے، اس نے لوگوں سے کہا کہ تم سب یہاں بیٹھو،، میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے۔

اس کے ساتھ صرف ایک شفا خانہ کا افسر تھا اور اندر داخل ہو گئے، اس جولاہے نے اس افسر سے کہا کہ جو کچھ میں عمل کروں تو نے کسی کے سامنے کچھ نہیں کہنا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کیا تو میں تجھے پھانسی دلاؤں گا اگر تو خاموش رہا تو میں تجھے مالا مال کردوں گا اس افسر نے کہا کہ میں خاموش رہوں گا اور افسر سے حلف بالطلاق دلایا، پھر اس سے پوچھا کہ تیرے پاس شفا خانہ میں تیل موجود ہے؟ اس نے کہا ہاں! کہا کہ لیکر آؤ وہ بہت سا تیل لیکر آیا، اس جولاہے نے تمام تیل ایک بڑی دیگ میں ڈالا اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی، اس میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہوسکتی ہے تو اس دیگ میں بیٹھ جائے، مریض اللہ کو یاد کرنے لگا، اے اللہ تو ہی مددگار ہے۔

حکیم جی نے کہا تجھے یہ تو کرنا ہی پڑے گا اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی سا سر میں درد تھا حکیم جی نے کہا کہ پھر تو یہاں کیا کر رہا ہے جب اچھا ہو گیا ہے تو تجھے جانا چاہئے تھا اس مریض نے کہا بس یونہی کوئی خاص وجہ نہیں تھی حکیم نے کہا تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہو گیا، وہ یہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہتا گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ان صاحب کی آمد سے پھر دوسرے

مریض کا نمبر آیا، اس سے بھی ایسا ہی کیا گیا کہ تیری بیماری صرف اسی طرح دور ہو سکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے، اس نے کہا اللہ اللہ! جی میں تو تندرست ہو گیا ہوں حکیم صاحب نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے اس نے کہا کہ میں تو آج شام کو واپسی کا ارادہ رکھتا ہوں، حکیم جی نے کہا کہ اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں اب یہ بھی نکل کر بھاگا، اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے یہ حال سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم کا شکر ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے اور بھاگتے چلے گئے۔ اور حکیم کی شہرت ہو گئی اور مخالفین شرمندہ ہوئے۔ (بحوالہ لطائف علمیہ)

واقعہ نمبر......٦١

حضرت مالک بن دینارؒ کا فیض اور اطاعت الٰہی کا ثمرہ

حضرت مالک بن دینارؒ کے زمانہ میں دو بھائی آتش پرست مشہور تھے ایک دن چھوٹے بھائی نے بڑے سے کہا کہ بھائی صاحب! آپ نے تہتر سال آگ کی پرستش کی ہے اور میں نے پینتیس سال، آؤ آج ہم آزما کر دیکھیں کہ یہ آگ ہم کو دوسرے غیر آتش پرستوں کی طرح تو نہیں جلاتی؟ اگر اس نے ہم کو نہ جلایا تو ہم آئندہ آتش پرستی کریں گے ورنہ ترک کر دیں گے، چنانچہ اس نے آگ جلا کر بڑے بھائی سے کہا کہ آپ پہلے آگ پر ہاتھ رکھیں گے یا میں رکھوں؟ اس نے کہا کہ تم پہلے ہاتھ رکھو! جب چھوٹے بھائی نے آگ پر ہاتھ رکھا تو آگ نے اپنی خاصیت کے مطابق اس کی انگلی جلا دی۔ اس پر اس نے آگ سے ہاتھ کھینچ کر کہا کہ، ہائے افسوس! میں نے تجھے اتنے عرصے تک پوجا پھر بھی تو نے میری انگلی جلا دی۔ آخر اس نے اپنے

بڑے بھائی سے کہا کہ، آخر ہم ایسی ذات کی عبادت کیوں نہ کریں جس کی برسوں کی نافرمانی اور گناہ پر اگر ہم سچے دل سے توبہ و استغفار کر لیں تو ہمیں معاف فرمادے! یہ بات بڑے بھائی کی سمجھ میں بھی آگئی اور دونوں بھائی صحیح راستے کے متلاشی بن کر حضرت مالک بن دینارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینارؒ بصرہ میں لوگوں کو وعظ سنا رہے ہیں، ان کو دیکھ کر بڑے بھائی کہنے لگے کہ میں مسلمان نہیں ہوتا کیونکہ میری عمر کا زیادہ تر حصہ آگ کی پرستش میں گزرا ہے اب اگر میں مسلمان ہو گیا تو میرے گھر والے مجھے ملامت کریں گے اور میں ان کی ملامت کے مقابلے میں آگ کو ترجیح دیتا ہوں، چھوٹے بھائی نے سمجھایا کہ لوگوں کی ملامت تو ایک دن زائل ہو جائے گی لیکن دوزخ کی آگ زائل نہ ہوگی مگر بڑے بھائی کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ بدنصیب واپس چلا گیا۔

لیکن چھوٹا بھائی اپنے بیوی بچوں کو لے کر حضرت مالک بن دینارؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور وعظ سے فارغ ہونے کے بعد تمام ماجرا ان کو سنایا اور درخواست کی کہ اس کو مع بیوی بچوں کے مسلمان بنائیں، چنانچہ حضرت مالک بن دینارؒ نے ان سب کو مسلمان کیا اور اس نوجوان نے جب مسلمان ہو کر واپس ہونا چاہا تو حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ: ذرا ٹھہرو! میں تمہارے لئے اپنے شاگردوں سے کچھ جمع کردوں، جس پر نوجوان نے عرض کیا کہ میں کچھ نہیں چاہتا اور واپسی میں ایک ویرانہ میں آباد گھر دیکھ کر اس میں مقیم ہو گیا۔ صبح کو بیوی نے کہا کہ: بازار جا کر کوئی ایسا کام تلاش کرو جس سے بچوں کی گزر ہو سکے۔ چنانچہ وہ نوجوان تلاش معاش کے لئے نکلا مگر کہیں کوئی مزدوری نہ ملی تو اس نے سوچا آخر اللہ تعالیٰ ہی کی مزدوری کیوں نہ کروں؟ یہ سوچ کر دوسرے روز ویرانہ میں جا کر مغرب تک برابر نماز پڑھتا رہا اور رات کو پھر خالی ہاتھ مکان پر چلا گیا۔ بیوی نے دریافت کیا کہ ہمارے لیے کچھ لائے

ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ، آج میں نے بادشاہ کی مزدوری کی ہے مگر اس نے کچھ نہیں دیا، کل کو اجرت دینے کو کہہ دیا ہے۔

یہ سن کر سب بچے مجبوراً بھوکے سو رہے، صبح کو پھر بازار گیا اور کوئی مزدوری نہ ملی تو وہ دن بھی عبادت الٰہی میں گزار دیا اور شام کو گھر آ کر بیوی سے کہا کہ بادشاہ نے جمعہ تک اجرت دینے کا وعدہ کیا ہے، آخر جمعہ بھی آ گیا اور جمعہ کو بھی جب کوئی کام نہ ملا تو اس دن بھی وہ عبادت ہی میں مصروف رہا اور زوال کے بعد دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی کہ، اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اسلام کی دولت سے نواز کر ہدایت عطا فرمائی بس اس دین کی برکت اور عظمت سے اہل وعیال کے نفقہ کا غم بھی میرے دل سے دور فرما دے کیونکہ مجھے ان کے حال کے تبدیل ہو جانے کا اندیشہ ہے، یہ دعا کر کے جمعہ کی نماز کے وقت جب وہ مسجد میں گیا تو اس کے عیال پر بھوک کا بہت غلبہ تھا، اتفاقاً کسی شخص نے آ کر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، جس کی آواز سن کر اس کی بیوی باہر آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک خوبصورت نوجوان سنہری رومال سے ڈھکا ہوا ایک طباق لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس کو لے لو اور اپنے شوہر سے کہہ دینا کہ یہ اس کی دو دن کی مزدوری ہے اور اگر تم زیادہ کام کرتے تو مزدوری اور زیادہ ملتی، چنانچہ اس عورت نے طباق کھولا تو اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں، ان میں سے ایک اشرفی لے کر ایک نصرانی صراف کے ہاں گئی جس نے اشرفی کا وزن کیا تو دو مثقال سے زیادہ اتری، اس کے بعد جب اشرفی کے نقوش دیکھے تو معلوم ہوا کہ یہ آخرت کے ہدایات سے ہے، یہ دیکھ کر صراف نے دریافت کیا یہ اشرفی تم کو کہاں سے ملی ہے؟ عورت نے اس کو تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر وہ نصرانی صراف بھی مسلمان ہو گیا اور دو ہزار درہم عورت کو دے کر کہا، ان کو خرچ کرو اور جب یہ خرچ ہو جائیں تو پھر مجھے اطلاع دو۔

اس عورت نے صراف سے درہم لے کر کھانا تیار کیا، ادھر اس کا شوہر مغرب کے بعد جب گھر آنے لگا تو نہایت خشوع وخضوع سے دو رکعت ادا کر کے رومال میں مٹی باندھ لی اور دل میں خیال کیا کہ جب بیوی تقاضا کرے گی تو کہہ دوں گا اس میں آٹا ہے اور یہی میرے کام کی مزدوری ہے چنانچہ جب وہ گھر پہنچا تو گھر کو فرش وفروش سے آراستہ پایا اور کھانے کی خوشبو سونگھی تو رومال دروازے پر ہی رکھ دیا تاکہ بیوی کو معلوم نہ ہو سکے۔ گھر میں پہنچ کر بیوی سے حال معلوم کیا تو اس نے پوری کیفیت بتا دی جس کو سن کر وہ مرد خدا سجدہ شکر بجا لایا پھر بیوی نے دریافت کیا کہ رومال میں کیا لائے ہو جو دروازہ میں رکھ آئے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس کا حال مجھ سے نہ پوچھو اور یہ کہہ کر دروازہ میں گیا کہ مٹی پھینک کر رومال لے آئے تو دیکھا تو اس میں مٹی کے بجائے آٹا تھا، یہ دیکھ کر تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور پھر خدا کے سامنے سربسجود ہو گیا اور پھر برابر خدا کی عبادت میں مصروف رہا یہاں تک کہ اس کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ اللہ تعالیٰ اس عبادت گزار مرد مؤمن پر رحم فرمائے۔

حاصل...... سچ ہے جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کی ضرورتیں غیب سے پوری کرتا رہتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......٦٢

''لا حولَ وَلا قُوَّةَ الا باللّٰه'' کی برکت

بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے ایک نصرانی کو پانچ سو درہم کے

مطالبہ میں قید کا حکم دیا اور ایک سوار کو اس کے ہمراہ بھیجا، سوار نے دیکھا راستہ میں ایک شخص گھاس کا بوجھ اٹھائے جا رہا ہے اور اس کا بوجھ ایک طرف کو جھکا ہوا ہے یہ دیکھ کر سوار نے اس کو سیدھا کر دیا، پھر وہ بوجھ دوسری جانب کو جھک گیا جس کو دیکھ کر سوار نے "لا حول و لا قوة الا باللہ" پڑھا، نصرانی نے سوار کی زبان سے یہ کلمہ سن کر اس کلمہ کی بڑی عظمت کی، یہ دیکھ کر سوار نے اس نصرانی سے کہا کہ، جب تم اس کلمہ کی اس قدر عظمت کرتے ہو اور اس کو اتنا با برکت سمجھتے ہو تو اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے جس کے نام کی عظمت سے اس کلمہ کو یہ برکت حاصل ہوئی ہے؟ اس پر اس نصرانی نے جواب دیا کہ میں نے اس کلمہ کو آسمان کے فرشتوں سے سیکھا ہے یہ سن کر سوار کو بہت تعجب ہوا اور سوار نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ بیان کیا تو خلیفہ نے نصرانی کو بلوا کر دریافت کیا، آخر تو نے یہ کلمہ فرشتوں سے کس طرح سیکھا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ واقعہ یہ ہے کہ میرا ایک چچا بہت مالدار تھا اور اسکی ایک حسین لڑکی تھی میں نے اس چچا زاد بہن کے لیے اپنے نکاح کا پیغام دیا جس کو میرے چچا نے منظور نہ کیا اور اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، چنانچہ شبِ زفاف میں اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا میں نے پھر اس سے نکاح کی درخواست کی مگر اس نے اب بھی میری درخواست منظور نہیں کی اور دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا اس کا وہ شوہر بھی اسی طرح شبِ زفاف میں بیوی کے پاس گیا تو مردہ پایا گیا، پھر تیسرے شخص سے اس کا نکاح ہوا اس کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا اس کے بعد چوتھی مرتبہ میں نے پھر اپنے عقد کا پیام دیا تو مجبوراً چچا نے اس لڑکی کا عقد مجھ سے کر دیا کیونکہ متواتر ان حادثات کے بعد کوئی دوسرا اس لڑکی سے عقد کرنے کو تیار نہ ہوا۔

آخر میں نے دیکھا کہ خلوت کے وقت شیطان ایک کوہِ گراں کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس نے زور سے ایک چیخ مار کر کہا تو کہاں آیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں

اپنی بیوی کے پاس آیا ہوں ! تو وہ شیطان کہنے لگا ! کہ تجھے معلوم نہیں میں نے اس کے پہلے شوہروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ میں نے جواب دیا، ہاں ! مجھے معلوم ہے یہ سن کر وہ شیطان کہنے لگا اگر تو اس بات پر راضی ہو کہ یہ عورت رات کو میرے لیے ہو اور دن کو تیرے لیے تو بہتر ہے ورنہ میں تجھے بھی مار ڈالوں گا میں نے اس کی بات کو منظور کر لیا اور اسی طرح پر ایک مدت گزر گئی تو ایک روز شیطان نے مجھ سے کہا کہ، آج میں رات کو ملأ اعلیٰ کی باتیں چوری سے سننے کے لیے جاؤں گا، کیونکہ آج رات کو اس کام کے لیے میری باری ہے کیا تم بھی میرے ساتھ آسمان پر چلنے کو تیار ہو؟ میں نے جب اس پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا تو شیطان نے ایک بڑے اونٹ کی شکل اختیار کر کے مجھ سے کہا کہ میری پشت پر مضبوطی سے سوار ہو جانا، چنانچہ جب میں اس پر سوار ہو گیا تو وہ شیطان ہوا میں اڑنے لگا، اتنے میں مجھے فرشتوں کی آواز آئی کہ وہ، ”**لا حول ولا قوة الا باللّٰه**“ کہہ رہے ہیں جس کو سن کر شیطان واپس ہوا اور مردہ کی طرح زمین پر گر پڑا اور میں بھی اس کے قریب ہی جا گرا جب کچھ دیر کے بعد اس کو ہوش آیا تو کہنے لگا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو! میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اس کے بعد جب میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے گھر کے دروازے پر موجود ہوں پھر جب میں اپنی بیوی کے پاس خلوت میں گیا تو میں نے اس سے کہا اس مکان میں جہاں کوئی سوراخ ہو یا روزن ہو ان سب کو بند کر دو، اس نے ایسا ہی کیا چنانچہ جب رات کو شیطان گھر میں داخل ہوا تو میں نے دروازہ بند کر دیا اور باہر سے دروازے کی طرف منہ کر کے ”**لا حول ولا قوة الا باللّٰه**“ پڑھنا شروع کیا جو میں نے فرشتوں سے سن کر یاد کر لیا تھا۔

اتنے میں میں نے ایک سخت آواز سنی، پھر دوسری اور تیسری مرتبہ ”لاحول ولا قوة الا باللّٰه“ پڑھا تو اس کے بعد بیوی نے مجھے پکارا کہ اندر آجاؤ! جب میں اندر گیا

تو بیوی نے بیان کیا کہ، جب تم نے پہلی مرتبہ "لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھا تھا تو شیطان نے یہاں سے بھاگنے کا راستہ تلاش کیا مگر اسے کوئی راستہ نہیں ملا جب دوسری مرتبہ تم نے "لا حول" پڑھا تو آسمان سے ایک آگ نے اتر کر شیطان کو گھیر لیا اور جب تیسری مرتبہ تم نے "لا حول" پڑھا تو اس آگ نے شیطان کو جلا کر راکھ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ملعون سے نجات دے دی۔

خلیفہ ہارون رشید نے نصرانی کی زبانی یہ واقعہ سن کر اس کو آزاد کر دیا اور وہ پانچ سو درہم بھی معاف فرما دیئے جن کے عوض اس کو قید کا حکم دیا تھا۔

حاصل...... یہ سب برکت کلمہ "لا حول و لا قوۃ الا باللہ" کی تھی جس کے پڑھنے سے یہ سب برکت ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی عظمت جان کر اس کا کثرت سے ورد کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

واقعہ نمبر......۶۳

بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ اس زمانے میں کوئی عابد اس کے مقابل نہ تھا۔ اس کے وقت میں تین بھائی تھے ان کی بہن تھی جو باکرہ تھی، اس کے سوائے وہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتفاقاً ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا۔ ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں اور اس پر بھروسہ کریں، لہٰذا سب نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ اس کو عابد کے سپرد کر جائیں۔ وہ عابد ان کے خیال کے موافق تمام بنی اسرائیل میں ثقہ اور پرہیزگار تھا۔ چنانچہ اس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالے کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں، ہماری بہن آپ کے سایہ عاطفت میں رہے۔ عابد نے

انکار کیا اور ان سے ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ وہ نہ مانے، اور اصرار کرتے رہے کہ ان کی بہن کو اپنی نگرانی میں رکھنا منظور کر لیں۔ حتیٰ کہ عابد نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ، انھوں نے ایک مکان میں اس کو لا اتارا اور چلے گئے۔

وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی۔ عابد اس کے لیے کھانا لے کر چلتا تھا اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پر رکھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اور واپس اندر چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا اور وہ اپنے گھر سے آ کر لے جاتی تھی۔

راوی نے کہا کہ پھر شیطان نے عابد کو بہکانا شروع کیا ابتداءً اور اس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا اور لڑکی کا دن میں عبادت خانہ تک آنا اس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی دن میں کھانا لینے کے لئے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی عصمت میں رخنہ انداز ہو، بہتر یہ ہے کہ اس کا کھانا لے کر اسکے دروازے پر رکھ آیا کرے اس پر اجر عظیم ملے گا۔ غرضیکہ عابد کھانا لے کر اس کے گھر جانے لگا۔ بعد ایک مدت کے پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو ترغیب دی اور اس بات پر ابھارا کہ اگر تو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے مانوس ہو۔ کیونکہ اس کو تنہائی سے سخت وحشت ہوتی ہے، شیطان نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ عابد اس لڑکی سے بات چیت کرنے لگا۔ اپنے عبادت خانہ سے اتر کر اس کے پاس آنے لگا۔

پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بہتر ہے کہ عبادت خانہ کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور دونوں باہم باتیں کرو تا کہ اس کو انس ہو آخر کار شیطان نے اس کو صومعہ سے اتار کر دروازے پر لا بٹھایا۔ لڑکی بھی گھر سے دروازے پر آئی۔ عابد باتیں کرنے لگا۔ ایک زمانے تک یہ حال رہا، شیطان نے

عابد کو پھر کار خیر کی رغبت دی اور کہا بہتر ہے کہ خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہمکلامی کرے اس میں زیادہ دلداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا، شیطان نے پھر تحصیل ثواب کی رغبت دی اور کہا کہ اگر لڑکی کے دروازے سے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تا کہ اس کو دروازے تک آنیکی بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعے سے لڑکی کے دروازے پر آ کر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا۔

ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی۔ شیطان نے پھر عابد کو ابھارا کہ اگر عین گھر کے اندر جا کر باتیں کیا کرے تو بہتر ہے تا کہ لڑکی باہر نہ آوے اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پائے، غرض عابد نے شیوہ اختیار کیا کہ لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اس سے باتیں کیا کرتا۔ اور رات کو اپنے صومعے میں چلا آتا۔ اس کے بعد شیطان اس کے پاس آیا۔ اور لڑکی کی خوبصورتی اس پر ظاہر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کے زانوں پر ہاتھ مارا اور اس کے رخسار کا بوسہ لے لیا۔ پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا اور اس کے دل میں غلبہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس سے ملوث ہو گیا اور لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک لڑکا جنا۔ پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آ گئے اور اس بچہ کو دیکھا تو تم کیا کرو گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ یا وہ تمہیں رسوا کریں۔ تم اس بچہ کو لو اور زمین میں گاڑ دو۔ یہ لڑکی ضرور اس معاملہ کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی۔ اس خوف سے کہیں وہ نہ جان لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی، عابد نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو زمین میں گاڑ دیا۔

پھر شیطان نے اس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکت کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں تم اس کو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ دفن کر دو۔ غرض اس عابد نے لڑکی کو ذبح کیا اور بچے سمیت

گڑھے میں ڈال کر اس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک مدت گزرنے کے بعد لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور عابد کے پاس جا کر اپنی بہن کا حال پوچھا۔ عابد نے ان کو اس کے مرنے کی خبر دی۔ افسوس ظاہر کر کے رونے لگا۔ اور کہا وہ بڑی نیک بی بی تھی، دیکھو یہ اس کی قبر ہے، بھائی قبر پر آئے اور اس کے لئے دعائے خیر کی اور روئے اور چند روز اس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔

راوی نے کہا، جب رات ہوئی اور وہ اپنے بستروں پر سوئے تو شیطان ان کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت میں بن کر آیا۔ پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا۔ اور اس کی بہن کا حال پوچھا۔ اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا اور اس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا، شیطان نے کہا سب جھوٹ ہے، تم نے کیونکر اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا۔ عابد نے تمہاری بہن سے بدفعل کیا، وہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ جنا۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اس بچے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا۔ جس گھر میں وہ تھی اس کے اندر داخل ہونے میں وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے۔ تم چلو اور اس گھر میں جا کر دیکھو۔ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹے ایک جگہ ملیں گے جیسا کہ میں تم سے بیان کر چکا ہوں۔ پھر شیطان منجھلے بھائی کے خواب میں آیا، اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر چھوٹے کے پاس گیا، اس سے بھی یہی گفتگو کی، جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے اور تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجب میں تھے۔ ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا، سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا یہ خواب فقط ایک خیال ہے اور کچھ نہیں۔ یہ ذکر چھوڑ دو اور اپنا کام کرو۔ چھوٹا کہنے لگا

کہ میں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں گا، باز نہ آؤں گا۔ تینوں بھائی چلے، جس گھر میں ان کی بہن رہتی تھی، آئے، دروازہ کھولا اور جو جگہ خواب میں بتائی گئی تھی، تلاش کی اور جیسا ان سے کہا گیا تھا، اپنی بہن اور اس کے بچے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا۔ انہوں نے عابد سے کل کیفیت دریافت کی، عابد نے شیطان کے اس قول کی اس فعل کے بارے میں تصدیق کی، انہوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر شکایت کی عابد صومعے سے نکالا گیا اور اس کو دار پر کھینچنے کے لئے لے چلے۔

جب اس کو دار پر کھڑا کیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ میں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو عورت کے فتنے میں ڈال دیا یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ اب اگر تم میرا کہنا مانو اور تم مجھ کو سجدہ کیا کرو تو میں تم کو اس بلا سے نجات دوں۔ عابد نے سجدہ کیا۔ خدا تعالیٰ سے کافر ہو گیا۔ پھر جب عابد نے کفر باللہ کیا، شیطان اس کو اس کے ساتھیوں کے قبضے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ انھوں نے اس کو دار پر کھینچا اور وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

حاصل...... اندازہ کیجئے کہ شیطان ہمارا کس قدر سنگین دشمن ہے اور اس کے وار کس قدر خطرناک ہیں، چنانچہ ہمیں چاہئے کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۶۴

ایک چرواہے کا عجیب واقعہ

غزوہ خیبر کے موقع پر ایک چرواہا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا، وہ

یہودیوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اس چرواہے نے جب دیکھا کہ خیبر سے باہر مسلمانوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے، اسکے دل میں خیال آیا کہ میں جا کر ان سے ملاقات کروں۔ اور دیکھوں کہ یہ مسلمان کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ بکریاں چراتا ہوا مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے سردار کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ ہمارے سردار حضور ﷺ اس خیمے کے اندر ہیں۔ پہلے تو اس چرواہے کو انکی باتوں پر یقین نہیں آیا' اس نے سوچا کہ اتنے بڑے سردار ایک معمولی سے خیمے کے اندر کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ اسکے ذہن میں یہ تھا کہ جب آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں تو بہت ہی شان وشوکت اور ٹھاٹ باٹ کیساتھ رہتے ہونگے، لیکن وہاں تو کھجور کے پتوں کی چٹائی سے بنا ہوا خیمہ تھا۔ خیر وہ اس خیمے کے اندر آپ سے ملاقات کے لئے داخل ہوا، اور آپ سے ملاقات کی۔ اور پوچھا کہ آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے اسکے سامنے اسلام اور ایمان کی دعوت رکھی۔ اور اسلام کا پیغام دیا۔ اس نے پوچھا کہ اگر میں اسلام کی دعوت قبول کرلوں تو میرا کیا انجام ہوگا؟ اور کیا رتبہ ہوگا؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: اسلام لانے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہم تمہیں گلے سے لگائیں گے۔ اس چرواہے نے کہا کہ آپ مجھ سے مذاق کررہے ہیں میں کہاں اور آپ کہاں! میں ایک معمولی سا چرواہا ہوں۔ اور میں ایک سیاہ فام انسان ہوں' میرے بدن سے بدبو آرہی ہے۔ ایسی حالت میں آپ مجھے کیسے گلے سے لگائیں گے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہم تمہیں ضرور گلے سے لگائیں گے۔ اور تمہارے جسم کی سیاہی کو اللہ تعالیٰ تابانی سے بدل دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے جسم سے اٹھنے والی بدبو کو خوشبو سے تبدیل کردیں گے''۔ یہ باتیں سن کر وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ اور کلمہ شہادت: (اشھد ان لاالٰہ الااللّٰہ و اشھدان

محمدًا رسول اللّٰہ) پڑھ لیا۔ پھر حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ: ''تم ایسے وقت پر ایمان لائے ہو کہ نہ تو اس وقت کسی نماز کا وقت ہے کہ تم سے نماز پڑھواؤں' اور نہ ہی روزہ کا زمانہ ہے کہ تم سے روزے رکھواؤں' زکوٰۃ تم پر فرض نہیں ہے' اس وقت تو صرف ایک ہی عبادت ہو رہی ہے جو تلوار کی چھاؤں میں انجام دی جاتی ہے' وہ ہے ''جہاد فی سبیل اللہ''۔

اس چرواہے نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس جہاد میں شامل ہو جاتا ہوں' لیکن جو شخص جہاد میں شامل ہوتا ہے' اسکے لئے دو میں سے ایک صورت ہوتی ہے 'یا غازی یا شہید...... تو اگر میں اس جہاد میں شہید ہو جاؤں تو آپ میری کوئی ضمانت لیجئے' حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر تم اس جہاد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے' اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے تبدیل فرما دیں گے' اور تمہارے چہرے کی سیاہی کو سفیدی میں تبدیل فرما دیں گے''۔ چونکہ وہ چرواہا یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ اسلئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم یہودیوں کی جو بکریاں لے کر آئے ہو۔ ان کو جا کر واپس کرو' اس لئے کہ یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں''۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کیساتھ جنگ ہو رہی ہے۔ جن کا محاصرہ کیا ہوا ہے' ان کا مال غنیمت ہے۔ لیکن چونکہ وہ چرواہا بکریاں معاہدے پر لیکر آیا تھا اس لئے آپ نے حکم دیا کہ پہلے وہ بکریاں واپس کر کے آؤ۔ پھر آ کر جہاد میں شامل ہونا۔ چنانچہ اس چرواہے نے جا کر بکریاں واپس کیں۔ اور واپس آ کر جہاد میں شامل ہوا' اور شہید ہو گیا۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضور اقدس ﷺ لشکر کا جائزہ لینے لگے۔ ایک جگہ آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام کا مجمع اکٹھا ہے۔ جب آپ قریب پہنچے تو ان سے پوچھا کہ

کیا بات ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا جو لوگ جنگ میں شہید ہو گئے ہیں' ان میں سے ایک آدمی ایسا بھی ہے کہ جس کو ہم میں سے کوئی نہیں پہچانتا' آپ نے فرمایا کہ مجھے دکھاؤ' جب آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ: "تم اس شخص کو نہیں پہچانتے مگر میں اس شخص کو پہچانتا ہوں۔ یہ چرواہا ہے' اور یہ وہ عجیب وغریب بندہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ایک بھی سجدہ نہیں کیا۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدھا اسکو جنت الفردوس میں پہنچا دیا ہے۔ اور میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ملائکہ اسکو غسل دے رہے ہیں۔ اور اسکی سیاہی سفیدی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اور اسکی بدبو خوشبو سے تبدیل ہو گئی ہے"۔ (بحوالہ اصلاحی خطبات)

حاصل...... اندازہ کیجئے دیکھئے: اگر کچھ عرصہ پہلے اس چرواہے کو موت آجاتی تو سیدھا جہنم میں چلا جاتا۔ اور اب اس حالت میں موت آئی کہ ایمان لا چکا ہے' اور سرکار دو عالم ﷺ کا غلام بن چکا ہے' تو اب اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا انقلاب پیدا فرما دیا۔ اسی لئے فرمایا: "العبرة بالخواتیم" اعتبار خاتمے کا ہے۔ اسی لئے بڑے بڑے لوگ لرزتے رہے۔ اور یہ دعا کرتے رہے کہ یا اللہ! حسن خاتمہ عطا فرمائیے۔ ایمان پر خاتمہ عطا فرمائیے ...... کس بات پر انسان ناز کرے، فخر کرے، اور اترائے۔ اس لئے کہ کیا معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ کسی کو بھی حقیر مت سمجھو۔

انبیاء علیہم السلام کا شیوہ یہ رہا ہے کہ کبھی گالی کا جواب بھی گالی سے نہیں دیا۔ حالانکہ شریعت نے اسکی اجازت دی ہے کہ جتنا ظلم تم پر کیا جائے' تم بھی اتنا بدلہ لے سکتے ہو۔ لیکن انبیاء علیہم السلام نے کبھی گالی کا بدلہ گالی سے نہیں دیا۔ قوم کی طرف سے نبی کو کہا جا رہا ہے کہ: (اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ) "تم بیوقوف ہو۔ حماقت میں مبتلا ہو۔ اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم جھوٹے

ہو"۔ہم جیسا کوئی ہوتا تو جواب میں کہتا کہ تم احمق، اور تمہارا باپ احمق، لیکن نبی کا جواب یہ تھا کہ:"اے میری قوم، میں بیوقوف نہیں ہوں۔ بلکہ میں پروردگار کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

واقعہ نمبر......٦٥

ایک بزرگ اور ایک پرندے کا واقعہ

راوی کہتے ہیں کہ ہماری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی، جب ہم عشاء کی نماز پڑھ چکے تو بزرگ نے فرمایا کچھ کھاؤ گے۔میں نے کہا ہاں۔فرمایا غار کے اندر درجہ میں چلے جاؤ اور جو ملے کھالو۔میں اندر گیا تو ایک پتھر پر اخروٹ منقی، خرنوب، سیب ،انجیر، یہ سب چیزیں ایک ایک طرف رکھی ہوئی پائیں میں نے جتنا چاہا ان میں سے کھالیا۔رات بھر وہ جاگتے ہی رہے جب سحر کا وقت ہوا تو انہوں نے نماز وتر ادا کی ۔پھر جو کچھ موجود تھا اس میں سے کھایا اور بیٹھے رہے۔یہاں تک کہ صبح فجر کی نماز ادا کی اور بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے حتی کہ آفتاب طلوع ہو کر بقدر دو نیزوں کے بلند ہو گیا تو کھڑے ہوئے اور وضو کر کے غار میں داخل ہوئے۔میں نے دریافت کیا کہ یہ میوہ کہاں سے آتا ہے۔اس سے اچھا تو میں نے کبھی نہیں کھایا فرمایا یہ تم آنکھوں سے دیکھ لو گے۔اتنے میں ایک پرندہ آیا جس کے دونوں بازو سفید اور سینہ سرخ اور گلا سبز تھا اور اس کی چونچ میں منقی اور پاؤں کے بیچ میں اخروٹ تھے اس نے منقی کو منقی پر اور اخروٹ کو اخروٹ پر رکھا جب اس کے پروں کی آہٹ سنی تو فرمایا تو نے دیکھ لیا۔میں نے کہا ہاں۔فرمایا یہی پرندہ میرے پاس یہ چیزیں لاتا ہے تیس سال سے۔میں نے

پوچھا دن میں کتنی بار آتا جاتا ہے فرمایا سات بار میں نے حساب کیا تو پندرہ بار آیا اور گیا۔ میں نے ان سے ذکر کیا تو فرمایا۔ تمہارے واسطے ایک بار زیادہ لاتا ہے۔ اور ان کا لباس ایک چھال کا تھا۔ جو کیلے کے مثل تھا میں نے پوچھا یہ کہاں سے آپ کے پاس آتا ہے۔ فرمایا یہی پرندہ عاشورہ کے روز دس ٹکڑے اس چھال کے لاتا ہے ۔میں اس کا کرتہ یا پاجامہ بنالیتا ہوں۔ ان کے پاس ایک سوا بھی تھا جس سے وہ چھال سیتے تھے اور وہی پھٹی پرانی چھال کے ٹکڑے ان کے نیچے بچھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایک پتھر تھا جس میں پانی ڈال کر اس کا پانی بالوں پر ملا جاتا تو بال اکھڑ جاتے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ سات آدمی ان کے پاس آئے جن کی آنکھیں لمبائی کی جانب پھری ہوئی تھیں اور سرخ تھیں اور ان کا لباس ان کے بال ہی تھے۔ مجھ سے فارسی میں فرمایا ان سے نہ گھبراؤ یہ مسلمان جن ہیں۔ ایک نے سورۃ طٰہٰ آپ کو سنائی اور دوسرے نے سورۃ فرقان اور ایک نے سورۃ رحمٰن کی کچھ آیتیں آپ سے سیکھیں۔ پھر وہ چلے گئے میں نے انہیں بعض مرتبہ سجدہ میں یہ دعا پڑھتے سنا۔

"اللّٰھم امنن علی باقبالی علیک واصغائی الیک وانصاتی لک والفھم عنک والبصیرۃ فی امرک والنفاذ فی خدمتک وحسن الادب فی معاملتک".

اور اس دعا کو آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا آپ نے یہ دعا کس سے سیکھی۔ فرمایا مجھے اس کا الہام کیا گیا ایک رات میں یہ دعا پڑھ رہا تھا کہ میں نے ایک ہاتف کو کہتے سنا کہ جب تم یہ دعا مانگو تو آواز سے۔ یہ دعا مقبول ہے۔ میں ان کے پاس چوبیس روز تک رہا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنا قصہ بیان کر۔ تو میرے پاس یہاں کیونکر پہنچا میں نے قصہ بیان کیا۔ فرمایا اگر تیرا یہ قصہ پہلے معلوم ہوتا تو تجھے اپنے پاس

اتنے دنوں نہ رہنے دیتا۔ تو نے اپنے ساتھیوں کو پریشان کیا۔ انہیں تاخیر کے سبب سے ندامت ہوگی۔ تمہارا ان کے پاس لوٹ جانا میرے پاس ٹھہرے رہنے سے اچھا ہے۔ میں نے کہا۔ میں راستہ نہیں جانتا۔ آپ خاموش ہو رہے جب زوال کا وقت آیا تو فرمایا اٹھو چلو۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحتیں کیجئے۔ فرمایا ادب سیکھو اور بھوکا رہنا اختیار کرو مجھے امید ہے کہ تم قوم سے مل جاؤ گے اور مجھے ایک ہدیہ بھی دیا اور وہ یہ کہہ فرمایا تم طواف زیارت کے دن زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ڈھونڈو ایک شخص ان صفات کا ملے گا ان سے میرا اسلام کہیو اور اپنے واسطے دعا کی خواستگاری کرو۔ پھر وہ مجھے لے کر غار سے باہر نکلے۔ دیکھا تو ایک درندہ غار کے دروازہ کے باہر کھڑا ہے اس سے آپ نے کچھ کہا جسے میں نے نہ سمجھا اور مجھ سے کہا اس کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ۔ جب وہ کھڑا ہو جائے اپنے سیدھے بائیں طرف دیکھنا تمہیں راستہ مل جائے گا۔ وہ درندہ تھوڑی دیر میرے آگے چلا پھر کھڑا ہو گیا۔ جب میں نے اپنی سیدھی جانب نظر کی تو دمشق کی گھاٹی نظر آئی ۔ میں دمشق کی جامع مسجد میں گیا تو بعض ساتھیوں سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے قصہ بیان کیا اور ہم سب ان کی تلاش میں نکلے اور بہت سے آدمی میرے ساتھ ہوئے چنانچہ ہم اسی پہاڑ اور چشمے پر پہنچے اور تین دن تک اس غار کو ڈھونڈا۔ مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر انہوں نے کہا یہ چیز تم پر ظاہر ہوگئی اور ہم سے پوشیدہ کی گئی ہے۔ میں ہر سال حج کرتا تھا اور اس شخص کو جس کا اس بزرگ نے پتہ دیا تھا تلاش کرتا تھا۔ وہ مجھے نہ ملے حتیٰ کہ آٹھ دس برس گزر گئے اس کے بعد میں نے اس شخص کو جن کا پتہ اس بزرگ نے دیا تھا۔ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان بعد عصر کے پایا۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں انہوں نے میرے واسطے چند دعائیں کیں۔ پھر میں نے کہا کہ ابراہیم کرمانی آپ کو سلام کہتے ہیں۔ انہوں

نے دریافت کیا کہ تم نے انہیں کہاں دیکھا۔ میں نے کہا کوہِ لبنان پر۔ مجھ سے کہا خدا ان پر رحم کرے۔ میں نے کہا کیا ان کی وفات ہوگئی کہا اسی وقت میں نے ان کو ان کے بھائیوں کے ہمراہ غار میں دفن کیا ہے اور ان کی نماز ادا کی ہے جب ہم غسل دیتے تھے تو اس وقت وہ پرندہ جوان کے لئے میوے لایا کرتا تھا گر پڑا اور پر مارتے مارتے مرگیا۔ ہم نے اسے بھی ان کے پاؤں کے پاس دفنا دیا۔ پھر وہ شخص طواف کے واسطے چلے گئے اس کے بعد میں نے انہیں نہیں دیکھا۔" رضی اللہ عن الجمیع و نفعنا بھم". آمین.

حاصل...... بیشک اللہ والوں کی شان ہی نرالی ہوتی ہے، اللہ سے تعلق جڑنے کے بعد یہ دنیا سے بے نیاز ہوجاتے ہیں، انہیں دنیا کے اسباب کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اللہ تعالیٰ خود غیب سے ان کی مدد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

واقعہ نمبر...... ٦٦

ایک ظالم کے ظلم کا انجام

آپ حجاج بن یوسف کے نام اور شخصیت سے یقیناً ناواقف نہیں ہوں گے۔ اس شخص کو عبدالملک نے مکہ، مدینہ، طائف اور یمن کا نائب مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی بشر کی موت کے بعد اسے عراق بھیج دیا جہاں سے وہ کوفہ میں داخل ہوا، ان مقامات میں بیس سال حجاج کا عمل دخل قائم رہا، اس نے کوفہ میں بیٹھ کر زبردست فتوحات کیں، اس کے دور میں اسلامی فتوحات کا دائرہ سندھ اور ہند کے دوسرے علاقوں تک پھیل گیا حتیٰ کہ مسلمان مجاہدین چین تک پہنچ گئے تھے۔ یہی وہ شخص ہے جس کے

بارے کہا جاتا ہے کہ اس نے قرآن کریم پر اعراب لگوائے، اللہ نے اسے بڑی فصاحت و بلاغت اور شجاعت سے نوازا تھا یہ حافظِ قرآن تھا، شراب نوشی اور بدکاری سے بچتا تھا، وہ جہاد کا دھنی اور فتوحات کا حریص تھا۔

مگر اس کی ان ساری خوبیوں پر اس کی ایک برائی نے پردہ ڈال دیا اور وہ برائی ہے بھی ایسی کہ تمام خوبیوں پر چھا جاتی ہے اور تمام اچھے اوصاف کو ڈھانپ دیتی ہے اور وہ برائی کیا تھی؟ ظلم!......

حجاج ان تمام خوبیوں کے باوجود بہت بڑا ظالم تھا اس نے اپنی زندگی میں خونخوار درندے کا روپ اختیار کرلیا تھا ایک طرف اس کے دور کے نامور مجاہدین قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم کفار کی گردنیں اڑا رہے تھے اور دوسری طرف وہ خود اللہ کے بندوں اولیا اور علماء کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔

امام ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں ہشام بن حسان سے نقل کیا ہے کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا ہے، اس کے جیل خانوں میں ایک ایک دن میں اسی اسی ہزار قیدی بیک وقت رہے ہیں جن میں سے تیس ہزار عورتیں ہوتی تھیں۔ اس نے جو آخری قتل کیا ہے وہ عظیم تابعی اور زاہد و پارسا انسان حضرت سعید بن جبیرؒ کا قتل تھا۔ انہیں قتل کرانے کے بعد حجاج پر وحشت سی سوار ہوگئی تھی۔ وہ نفسیاتی مریض بن چکا تھا، جب وہ سوتا تھا تو حضرت سعید بن جبیرؒ اس کا دامن پکڑ کر کہتے تھے اے دشمن خدا! آخر تو نے مجھے کیوں قتل کیا، میرا کیا جرم تھا؟...... جواب میں حجاج کہتا تھا مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے، مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ وہ اندر کی آگ تھی جو جب بھڑک اٹھتی ہے تو امن وسکون سب کچھ راکھ کر دیتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حجاج کو وہ بیماری لگ گئی تھی جسے زمہریری کہا جاتا ہے سخت سردی کلیجے سے اٹھ کر سارے جسم پر چھا جاتی تھی اور وہ کانپتا جاتا تھا، آگ سے بھری

ہوئیں انگیٹھیاں اس کے پاس لائی جاتیں اور اس قدر قریب رکھ دی جاتیں کہ اس کی کھال جل جاتی مگر اسے احساس نہیں ہوتا تھا۔ حکیموں کو بلایا تو انہوں نے بتایا کہ پیٹ میں سرطان ہے۔ ایک طبیب نے گوشت کا ٹکڑا لیا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھ کر حجاج کے حلق میں اتار دیا تھوڑی دیر کے بعد دھاگے کو کھینچا تو اس گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ بہت سارے کیڑے لپٹے ہوئے تھے، حجاج جب مادی تدبیروں سے مایوس ہو گیا تو اس نے حضرت حسن بصریؒ کو بلوایا اور ان سے دعا کی درخواست کی وہ آئے اور حجاج کی حالت دیکھ کر رو پڑے اور فرمانے لگے "قد نهيتك ان تتعرض للصالحين" میں نے تجھے منع کیا تھا کہ نیک بندوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا، انہیں تنگ نہ کرنا، ان پر ظلم نہ کرنا مگر تو باز نہ آیا۔

آج حجاج باعثِ عبرت بنا ہوا تھا۔ وہ اندر سے بھی جل رہا تھا اور باہر سے بھی جل رہا تھا۔ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت سعید بن جبیرؒ کو قتل کرنے کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکا اور صرف چالیس دن کے بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گیا مگر حضرت سعید اور حجاج کی موت میں بڑا فرق تھا۔ حضرت سعید کو شہادت کی موت نصیب ہوئی، وہ ایسی آن بان سے دنیا سے رخصت ہوئے کہ بعد میں آنے والے مجاہدین کے لئے ایک سنگ میل قائم کر گئے۔ وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کا دل مطمئن تھا اور چہرے پر تبسم تھا۔ لیکن حجاج جب دنیا سے جا رہا تھا تو اندر کی آگ میں جل رہا تھا۔ چہرے پر ندامت کی ظلمت تھی، اسے اس کا ایک ایک ظلم یاد آ رہا تھا۔

حضرت سعیدؒ کی شہادت پر تمام صلحاء اور علماء افسردہ تھے لیکن حجاج کی موت پر اللہ کے نیک بندوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حجاج کی موت کی خبر سنی تو خوشی سے رو پڑے مرنے کے بعد اس ڈر سے اس کی قبر کے تمام نشانات

مٹا دیئے گئے تا کہ لوگ اس کی لاش کو باہر نکال کر جلا نہ ڈالیں۔ اللہ اکبر! یہ اندیشے اس شخص کی قبر کے بارے میں ہو رہے تھے جس کے سامنے اس کی زندگی میں لوگ کھڑے ہوتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور لوگ اس کے ڈر سے دیوانے بن جایا کرتے تھے۔

اصمعی نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب حجاج حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو کر مدینہ آیا تو اسے مدینہ سے باہر ایک شیخ ملا چونکہ حجاج کے چہرے پر نقاب تھا اس لئے اس نے حجاج کو نہیں پہچانا حجاج نے اس سے مدینہ کا حال احوال دریافت کیا شیخ نے کہا بہت برا حال ہے رسول اللہ ﷺ کے حواری قتل کر دیئے گئے ہیں۔

حجاج نے پوچھا ان کو کس نے قتل کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا ایک فاجر و فاسق اور لعین شخص، جس کا نام حجاج ہے، اللہ اس کو ہلاک کرے اور سب لعنت بھیجنے والے اس پر لعنت بھیجیں۔

حجاج یہ سن کر غضب آلود گیا اور اس نے اپنے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب ہٹادی اور پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو، شیخ نے کہا ہاں میں آپ کو پہچانتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں پہچانتے، میں یہاں کا مشہور دیوانہ ہوں مجھے دن میں پانچ مرتبہ مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور ابھی بھی جب میں الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا تو مجھے دورہ پڑا ہوا تھا۔

تو وہ شخص جس سے بات کرتے ہوئے بڑوں بڑوں کے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا اور وہ کہ جس کے عتاب سے بچنے کے لئے لوگ مصنوعی دیوانے بن جاتے تھے آج جب اس کے جسم سے جان نکل گئی تو اندیشے پیدا ہونے لگے کہ کہیں لوگ شدتِ غیظ و غضب میں اس کی لاش ہی کو نہ جلا ڈالیں۔ وہ اقتدار، وہ ہیبت وہ دبدبہ سب کچھ جاتا رہا۔

اس کے متعلقین کو اس کی لاش کی بے حرمتی کے بارے میں دنیا والوں سے جو خطرہ تھا انہوں نے اس کے قبر کا نام ونشان مٹا کر بظاہر اسے تو خطرے سے تو بچالیا لیکن ظالموں کے لئے جو آخرت کے خطرات اور سزائیں ہیں ان سے اسے کون بچا سکتا تھا۔ وہاں تو کسی کا بس نہیں چلتا کسی کی سفارش کام نہیں آتی، خاندانی وجاہت فائدہ نہیں دیتی۔ اصمعی کے والد نے حجاج کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا اُس نے جواب دیا کہ میں نے جتنے قتل کئے تھے ان میں سے ہر ایک کے بدلے مجھے بھی قتل کیا گیا۔ اسے صرف حجاج کا معاملہ نہ سمجھئے گا، ہر ظالم کے ساتھ آخرت میں یہی ہوگا۔

حاصل...... اس واقعہ سے حاصل یہ نکلا کہ ظلم کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے، چنانچہ انسان زندگی کی کسی بھی موڑ پر ظالم نہ بنے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظلم سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ٦٧

ایک نومسلم عورت کے قبول اسلام کا حیرت انگیز واقعہ

محترمہ آمنہ سیاہ فام امریکی خاتون ہیں جو اپنی سماجی خدمات کی وجہ سے عالمگیر شہرت رکھتی ہیں، ۱۹۸۰ء میں جو کتاب شائع ہوئی اس کے مطابق ساڑھے تین سو افراد نے ان کی ترغیب سے منشیات سے توبہ کی تھی اور اکیس مرد وزن نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

قابل ذکر امر یہ ہے کہ ''شگا گو نیوز'' سے وابستہ زبردست صلاحیتوں کی حامل یہ صحافی خاتون جسمانی اعتبار سے معذور ہے۔ وہ شگاگو کے سلم نامی حبشیوں کے ایک

ایسے محلے میں پیدا ہوئی جو غلاظت، جرائم، منشیات اور غربت وافلاس کا گڑھ تھا، اس کا پیدائشی نام سنتھیا تھا اور اس کا باپ بھی اکثر حبشیوں کی طرح آوارہ منش، نشہ باز اور جرائم پیشہ آدمی تھا اور اس کی ماں ہی سفید فاموں کے گھروں میں مزدوری کر کے گھر کا خرچہ چلاتی تھی۔ باپ کی لاپرواہی اور سنگدلی کی وجہ سے وہ بہت بچپن میں پولیو کا شکار ہوگئی، مگر وہ غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں کی مالک تھی، پانچ سال کی عمر میں اس کی ماں ایک سستی پہیوں والی کرسی خرید لائی اور اسے ایک سکول میں چھوڑ آئی ،سنتھیا نے جب سے بولنا شروع کیا تھا وہ بار بار کہا کرتی تھی: میں سکول جاؤں گی ،میں سکول جاؤں گی۔

سنتھیا بڑی سمجھدار اور ذہین بچی تھی وہ اپنی کرسی کو گھسیٹتی ہوئی سکول چلی جاتی گھر آجاتی اور کتابیں پڑھتی رہتی، اس کے اساتذہ اس کی ذہانت سے بہت متاثر تھے ،وہ بڑی صابر اور باہمت بچی تھی، وہ کسی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوئی، دوسرے بچوں کو بھاگتے دوڑتے دیکھ کر کبھی آنسو بہاتی نہ پریشان ہوتی بلکہ سر جھکائے بڑے اطمینان اور یکسوئی سے مطالعہ کرتی رہتی۔ اس نے اسکول میں اپنی ذہانت کی دھاک بٹھا دی تھی اسے ہر سال انعام ملا کرتا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور ''سنتھیا سترہ سال کی ہوگئی، اس نے اسکول کی تعلیم مکمل کر لی اور اب یونیورسٹی میں داخلہ لینا تھا چونکہ اس کی اعلیٰ تعلیمی کارکردگی اور ذہانت سے سبھی متاثر تھے، اس لئے اسے وظیفہ مل گیا اور پانچ برس تک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتی رہی اور اعزاز کے ساتھ اسے مکمل کیا اور ایک مقامی اخبار ''شگاگو نیوز'' میں اسے ملازمت مل گئی۔

یہی وہ زمانہ تھا جب سنتھیا امریکہ کے مشہور سیاہ فام رہنما میلکم ریکس کے کردار سے متعارف ہوئی، موصوف مشہور و معروف جرائم پیشہ اور منشیات فروش حبشی تھا وہ بے شمار سنگین وارداتوں میں ملوث تھا اور زندگی کا بڑا حصہ جیلوں میں گزار چکا تھا

پھر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ میلکم مسلمان ہو گیا اور نہ صرف اس کی اپنی زندگی میں زبردست انقلاب آ گیا اور وہ ایک صالح پاکباز انسان بن گیا بلکہ اس کی تبلیغ وتربیت سے ہزاروں سیاہ فام لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں، اس نے سینکڑوں ایسے رضا کار تیار کئے جو خاص طور پر حبشیوں کو راہ راست پر لانے اور ان کو نشے سے نجات دلانے کے لئے دن رات کوشاں رہتے تھے، یہ ایک نئی تحریک تھی، ایک نیا انقلاب تھا جو آہستہ آہستہ امریکہ کے حبشیوں میں آ رہا تھا، اور جو انہیں وقار سے زندہ رہنا سکھا رہا تھا سنتھیا میلکم ایکس کی زندگی کے دونوں پہلوؤں سے واقف تھی، اس لئے اس کے دل ودماغ نے مذہب اسلام سے بھی گہرا اثر قبول کیا تھا اور چونکہ وہ مطالعے کی رسیا تھی اس لئے اس نے اسلام کے بارے میں بہت کچھ پڑھ ڈالا اور اسے اپنے تصورات اور انسانی فطرت کے عین مطابق پایا تو اسے قبول کرلیا اور ایک روز جبکہ حسب معمول اس کا والد شراب کے نشے میں دھت اس کی ماں کی پٹائی کرنے والا تھا، اس نے اپنے باپ کو سمجھانا شروع کر دیا اور ماں کو صبر کی تلقین کرنے لگی اور گفتگو کی تیزی میں انہیں بتا دیا کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے، اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے خود سنتھیا بلکہ آمنہ کی زبانی سنیئے ......

میرے والدین کے لئے ''مسلمان'' کا لفظ اجنبی نہ تھا، میں نہیں جانتی کہ اسلام اور اسلام کے پیروکاروں کے بارے میں امریکیوں کا رویہ بلا رنگ ونسل کیوں معاندانہ اور مخالفانہ ہے۔ میری زبان سے یہ سننے کے بعد میں مسلمان ہو چکی ہوں میرے والدین کو بے حد تعجب ہوا خاص طور پر میری ماں کو بے پناہ صدمہ ہوا اس کا یہ ردعمل میرے لئے بہت پریشان کن تھا میں اسے ایک مظلوم عورت سمجھتی تھی میرا خیال تھا وہ میرے مسلمان ہونے پر زیادہ واویلا نہ کرے گی مگر ہوا اس کے برعکس، میرے والد کے چہرے پر نفرت، حقارت اور استہزاء کے ساتھ ساتھ لاپرواہی کی جھلک بھی

دکھائی دے رہی تھی اور میری ماں مسلسل بولتی جارہی تھی۔آج جب وہ منظر مجھے یاد آتا ہے تو میں بے اختیار مسکرادیتی ہوں لیکن اس وقت میرا ردعمل کچھ مختلف تھا، میں یہ محسوس کرنے لگی تھی کہ میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کچھ جلدی کردیا ہے، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ میرے ایمان میں کوئی کمی تھی بلکہ یہ کہ میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب تک میں مسلمانوں کے پورے طور واطوار باطنی اور ظاہری طور پر اپنا نہیں لیتی تب تک اسلام لانے کا اعلان نہ کروں گی مگر اس لمحے میں خاصی جذباتی ہوگئی تھی، اپنے مسلمان ہونے کا ذکر بڑے جوش اور جذبے سے کردیا۔میرے والد بڑبڑاتے ہوئے باہر چلے گئے، میری والدہ مجھے سمجھانے لگیں۔

''ممی''میں نے کہا''جو ہونا تھا ہو چکا ہے، میں جو قدم بڑھا چکی ہوں وہ پیچھے نہیں ہٹا سکتی''میری ماں نے اور زیادہ شدت سے مجھے سمجھانا بجھانا شروع کردیا ،میں نے ان سے کہا کہ''وہ وقت بلاوجہ ضائع کررہی ہیں، میں مسلمان ہوچکی ہوں اور اب کچھ نہیں ہوسکتا''میری والدہ نے سوچا شاید میں ضد کررہی ہوں یا جذباتی ہوگئی ہوں ،انہوں نے اپنا طویل لیکچر ادھورا چھوڑا اور مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔میں مسلمان کیوں ہوئی؟ یہ بات مجھ سے کئی لوگوں نے پوچھی ہے اور میں کئی بار جواب دے چکی ہوں، اس کے باوجود میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اس سوال کا جواب بڑے سکون اور اطمینان سے دینا چاہئے۔میرے گھریلو حالات، امریکہ میں حبشیوں کی مجموعی حالت سے زیادہ میری معذوری اور اپاہج پن نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا، اس کی تفصیل بھی سن لیں، ایک اخبار میں کام کرنے کی وجہ سے میں ہر روز میلکم ایکس اور مسلمان ہونے والے حبشیوں کی اصلاحی تحریک کے بارے میں پڑھتی تھی چونکہ پولیو کی وجہ سے میں معذور اور اپاہج ہوچکی تھی اور سوائے مطالعہ کے میرا اور کوئی شغل نہ تھا، اس لئے مجھ پر غوروفکر کی عادت بہت بڑھ گئی تھی، جب میں پڑھتی کہ

میلکم ایکس اور اس کے رضا کار ساتھی لوگوں سے منشیات کی عادت چھڑانے میں کامیاب ہو رہے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی، میں "سمجھتی یہ صرف ایک خبر ہے جس میں صداقت نہیں ہے لیکن پھر میں سوچتی کہ یہ خبر کس طرح جھوٹی ہو سکتی ہے اور کس حد تک جھوٹی ہو سکتی ہے؟

میرے پاس میرے اپنے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا مگر اس زمانے میں میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ پڑھنا چاہئے میں نے کچھ کتابیں حاصل کیں اور پڑھنے لگی، اسلام کے بارے میں ان کتابوں نے مجھے خاصا متاثر کیا جب میں نے یہ کتابیں پڑھ لیں تو میرے دل میں قرآن پڑھنے کا خیال پیدا ہوا اور میں نے انگریزی میں ترجمہ قرآن کا ایک نسخہ حاصل کر لیا قرآن پاک کے اس ترجمے نے مجھے عجیب طرح کا روحانی سرور بخشا، جسے میں بیان نہیں کر سکتی آج میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی بھی شخص دلچسپی، انہماک اور لگن سے قرآن پاک کا مطالعہ کرے تو وہ اس مقدس کتاب کی حقانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن پاک کے مطالعے نے مجھے کئی دن بے چین رکھا، میرے دل میں ایک عجیب طرح کا جذباتی مدوجزر ہو گیا تھا، جی چاہتا کہ اب میلکم ایکس سے ملوں مگر وہ اس شہر سے بہت دور تھے میں نے اخبار کے ذریعے یہ پتہ چلایا کہ یہاں ہمارے شہر میں کون سا ایسا شخص ہے جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے، اس کا پتہ مجھے جلد ہی مل گیا میں نے اس شخص محمد یوسف کو فون کیا اور اس سے ملاقات کے لئے وقت مانگا، دوسری طرف سے مجھے بڑی ہمدرد اور نرم آواز سنائی دی، محمد یوسف نے مجھے کہا کہ میں جس وقت چاہوں اسے مل سکتی ہوں میں نے انہیں بتایا کہ میں کل بعد دوپہر ان سے ملوں گی، وقت طے ہو جانے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

جب میں اگلے دن محمد یوسف سے ملنے گئی تو وہ مجھے دیکھ کر کچھ پریشان ہو گیا

میں نے ان کی پریشانی کے سبب کو بھانپ لیا وہ کسی صحت منداور توانا لڑکی سے ملنے کی توقع رکھتے تھے: جب انہیں وہیل چیئر میں بیٹھی، حرکت سے معذور مجھ جیسی لڑکی دکھائی دی تو وہ کچھ پریشان سے ہو گئے مگر میری مسکراہٹ اور خوشدلی نے ان کی پریشانی کو جلد ہی ختم کر دیا۔

محمد یوسف میری ہی طرح حبشی تھے۔ کبھی ان کا نام جانی بیلگڈن تھا اب وہ محمد یوسف جیسے خوبصورت نام کے مالک تھے وہ اس شہر کے مسلمانوں کے سربراہ یا امام تھے وہی مسجد میں نماز پڑھاتے اور وہی قرآنی تعلیمات کا درس دیتے تھے وہ ہمدردی بھرے لہجے میں مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے، باتوں باتوں میں بڑے غیر محسوس انداز میں انہوں نے مجھ سے میرے اور میرے کنبے کے بارے میں سب معلومات حاصل کرلیں میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مسلمان کیوں ہوئے تھے؟ محمد یوسف مسکرادیئے پھر انہوں نے دھیمے سے بڑے میٹھے لہجے میں جواب دیا ......"میں اس لئے مسلمان ہوا کہ خدا تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ وہ مجھے سیدھا راستہ دکھائے" ان کا وہ جواب میں آج تک نہیں بھولی ہوں اور زندگی بھر نہ بھول سکوں گی کیونکہ میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس انسان کو سیدھے راستے پر لانا چاہتا ہے اس کے دل میں اسلام کے لئے محبت پیدا کر دیتا ہے۔

محمد یوسف نے مجھے بتایا کہ وہ بھی حبشیوں کے غریب اور نادار علاقے میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے بچپن غربت اور افلاس میں گزارا، بڑے ہوئے تو وہ ایک ایسے ہوٹل میں ملازم ہو گئے جہاں انہیں برتن مانجھنے کے لئے رکھا گیا تھا مگر ان سے ضروری کام اور بھی لیا جاتا تھا انہیں کچھ پیکٹ دے دیئے جاتے کہ وہ انہیں کسی جگہ پہنچا آئیں اس کام کے عوض انہیں انعام میں ایک آدھ ڈالر مل جایا کرتا تھا ایک دن ان کے جی میں آئی اس پیکٹ کو کھول کر دیکھنا چاہئے جب انہوں نے کھول کر دیکھا تو

اس میں سے انہیں حشیش ملی انہوں نے یہ حشیش مہنگے داموں میں بیچ دی اور ہوٹل واپس نہ گئے مگر ہوٹل کی انتظامیہ نے انہیں ڈھونڈ نکالا پیکٹ مانگا اور جب پیکٹ نہ ملا تو ان کی خوب پٹائی کی وہ کئی دنوں بستر سے نہ اٹھ سکے۔اس واقعہ کے بعد وہ گناہوں کی دنیا میں پہنچ گئے تیس برس کی عمر تک انہوں نے ہر برا کام کیا وہ عورتوں کی دلالی کرتے، قحبہ خانوں کی نگرانی کا فرض انجام دیتے، ہیروئن اور دوسری منشیات کا خفیہ دھندہ کرتے کرتے خود بھی منشیات کے عادی ہو گئے انہیں کئی بار سزا ہو چکی تھی مگر وہ سزا کے خوف سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ایک بار جب وہ جیل میں تھے تو کچھ لوگ ان سے ملنے آئے یہ رضا کار مسلمان تھے اور ان کا جی چاہنے لگا کہ وہ باعزت اور بے فکر زندگی بسر کریں جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو خاصے بدل چکے تھے مگر انہیں زندہ رہنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے یہی سوچا کہ اب پھر انہیں جرم کی زندگی بسر کر کے ہی اپنا پیٹ پالنا پڑے گا وہی رضا کار جنہوں نے جیل میں ان کے خیالات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی وہ ان سے ملے انہوں نے ان کے لئے روزگار کا بندوبست کیا کچھ نقد رقم دی تا کہ جب تک انہیں تنخواہ نہیں ملتی وہ اس رقم سے گزر اوقات کریں، وہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے، یون محمد یوسف جو کبھی جانی بیلگڈن تھے، مسلمان ہو گئے۔

اسلام کے ساتھ ان کی شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک برس میں انہوں نے کلام مجید عربی میں پڑھ لیا اس راہ میں انہیں بہت سی دقتیں اور پریشانیاں پیش آئیں۔مگر وہ کسی پریشانی سے نہ گھبرائے قرآن مجید کی تعلیم کے بعد وہ اسلامی قواعد اور طرز زیست کو اپنانے میں کامیاب ہو گئے، چار سال کے بعد انہیں اس علاقے میں مسلمانون کا امام بننے کے بعد انہوں نے اپنی تگ ودو سے زمین کے لئے چندہ جمع کیا اور وہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی تعمیر میں خود انہوں نے اور دوسرے مسلمانون نے حصہ لیا تھا اور

وہ خود مزدوری کرتے اور اس کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔

میں محمد یوسف کی زندگی اور ان کی باتوں سے بے حد متاثر ہوئی اور ان سے کہا کہ "میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں" محمد یوسف صاحب نے پہلی بار مجھے بھر پور نظروں سے دیکھا اور بولے "خدا مبارک کرے مگر مسلمان ہونا بہت مشکل ہے"۔ "میں ہر مشکل پر قابو پالوں گی۔" "الحمد للہ" انہوں نے کہا "کیا تمہیں کلمہ اور نماز آتی ہے؟" میں نے نفی میں سر ہلایا انہوں نے مجھے ایک چھوٹی سی کتاب دی اس میں رومن حروف میں کلمہ اور نماز لکھی ہوئی تھی کہنے لگے "اسے یاد کرلو اور اگر ہو سکے تو سہ پہر کو میرے پاس تھوڑی دیر کے لئے آجایا کرو۔ میں نے چند دنوں میں نہ صرف کلمہ اور نماز ازبر کرلی بلکہ ان کے معنی بھی سمجھ لئے اس دوران محمد یوسف سے بھی ملتی رہی اور ان سے دین اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔

جمعہ کا دن تھا مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے میں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئی میرا نام آمنہ رکھ دیا گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ کھانے کے ساتھ تھوڑی بہت شراب پینے کی جو عادت تھی اسے ترک کردیا، میں سگریٹ بھی پی لیا کرتی تھی یہ بھی چھوڑ دیئے اور مسلمانوں جیسا لباس سلنے کے لئے دے دیا، میں سمجھتی تھی کہ جب میں مسلمان عورتوں کی طرح لمبے چغے میں اپنا جسم چھپاؤں گی اور سر کو بھی ڈھانپوں گی تو وہیل چیئر میں بیٹھی ہوئی خاصی مضحکہ خیز دکھائی دوں گی، میں نے ہر طنز اور مذاق کا سامنا کرنے کا فیصلہ کرلیا جب میں پہلی بار مسلمان عورتوں کا لباس پہن کر گھر سے نکلنے لگی تو میری ماں نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "سنتھیا یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے؟" اس کے چہرے پر طنز تھا میرے والد نے بھی جو رات بھر شراب پینے کے بعد اب کرسی پر بیٹھے اونگھ رہے تھے اپنی سرخ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور قہقہہ لگایا۔ "ممی" میں نے کہا، یاد رکھئے میرا نام آمنہ ہے سنتھیا نہیں

''''آمنہ کیا نام ہوا بھلا'' ماں نے کہا ''لڑکی تیرا دماغ تو نہیں چل گیا؟''
میں نے اپنی والدہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میں انہیں بتا چکی ہوں اور اب میں مسلمانوں کی طرح باقاعدہ زندگی کا آغاز کر رہی ہوں۔ ''تمہاری جگہ جہنم میں ہے تم نے'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا'' ممی آپ کو میرے معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں اگر کوئی بات کرنی ہے تو جب میں دفتر سے آؤں گی تو کر لینا اسوقت مجھے دیر ہو رہی ہے'' میں ڈھیل چیئر کو دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ حبشیوں کی اس گندی بستی میں جس کسی نے مجھے اس لباس میں دیکھا وہ پہلے تو حیران ہوا پھر مذاق اڑانے لگا مگر میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور اپنی راہ چلتی رہی جب میں اپنے اخبار کے دفتر پہنچی تو وہاں بھی شدید ردعمل پیدا ہوا، بہت سے لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے جب میں نے انہیں بتایا کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں اور مسلمان عورتیں ایسا ہی لباس پہنتی ہیں تو بعض لوگوں نے خاموشی اختیار کی اور بعض لوگ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ اتفاق سے اس روز تنخواہ کا دن تھا تنخواہ ملی تو میں نے اس کا ایک چوتھائی حصہ اپنے علاقے کی مسجد کے فنڈ میں جمع کرا دیا جب میں گھر لوٹی تو میری والدہ میرا انتظار کر رہی تھی میرے والد بھی گھر پر موجود تھے میں تنخواہ کا نصف حصہ اپنی والدہ کو دے دیا کرتی تھی اس رقم سے میرے والد اپنے نشے کے لئے کچھ پیسے اینٹھ لیا کرتے تھے میں نے جب اپنی تنخواہ کی کچھ رقم اپنی ماں کو دی تو اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پوچھا ''تم نے اس بار ڈالر کم دیئے ہیں۔''
''ہاں اب ہر ماں آپ کو اتنی رقم ہی ملے گی میں نے اپنی تنخواہ کا ایک چوتھائی مسجد کو دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' میری یہ بات سنتے ہی وہ مجھے، مسلمانوں اور مسجد کو کوسنے لگی میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور اپنے کمرے میں چلی گئی میں بہت دیر تک اپنی والدہ کو بکتے جھکتے سنتی رہی بیچ بیچ میں میرے والد کی آواز بھی سنائی

دیتی تھی ۔''اب سنتھیا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی مسلمانوں نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے ہم نے تو کبھی گرجے کو چندہ نہیں دیا یہ تنخواہ کا چوتھائی حصہ مسجد کو دینے لگی ہے''میرے والد اور والدہ کے نزدیک مسلمان لٹیروں سے کم نہ تھے جوان کی بیٹی کی کمائی لوٹ کر لے گئے تھے ۔آہستہ آہستہ میں نے اپنی زندگی اسلام کے قوانین وضوابط کے مطابق ڈھال لی وہ لوگ جو پہلے مجھ پر انگلیاں اٹھاتے تھے مجھ سے لاپرواہ ہو گئے میرے اور اسلام کے خلاف زہر اگلنے والی زبانیں بھی خاموش ہو گئیں اور پھر کرسمس کا تہوار آ گیا۔ہم خواہ کتنے ہی غریب اور بدحال کیوں نہ ہوں کرسمس کو ٹھاٹھ باٹھ سے منانے کا اہتمام ضرور کرتے ہیں کرسمس کے روز شراب پانی کی طرح بہائی جاتی ہے جب میں نے مہمانوں کے ساتھ شراب کے جام کو چھونے سے ہی انکار کر دیا تو ہمارے گھر میں قیامت برپا ہو گئی والد تو صبح سے نشہ میں دھت تھے والدہ بھی دو ایک بار مہمانوں کے ساتھ پی چکی تھی ،نشہ کی حالت میں وہ مجھ پر برسنے لگے مہمان بھی نشے میں تھے وہ بھی جو ان کے منہ میں آیا بکنے لگے۔

ان سب کی حالت قابل رحم تھی میں نے سوچا کہ مجھے اس کمرے سے چلے جانا چاہئے مگر جب میں اپنی وہیل چیئر کو دھکیل کر جا رہی تھی تو ایک مہمان لڑکا اور میرے والد میرے پیچھے لپکے اور وہیل چیئر کے سامنے کھڑے ہو گئے ۔''راستہ چھوڑ دیں ''میں نے کہا''مجھے جانے دیں۔''

''یہ پی لو پھر چلی جانا۔''لڑکے نے میرے راستے سے ہٹے بغیر شراب کا جام میرے آگے کیا۔''میں لعنت بھیجتی ہوں اس پر۔''میرے منہ پر ایک زوردار طمانچہ لگا جو میرے والد نے مارا تھا میرا سر چکرا گیا آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر میرے والد اور اس لڑکے میں تو جیسے شیطان کی روح حلول کر گئی تھی وہ مجھے پیٹنے لگے انہوں نے مجھے روئی کی طرح دھنک دیا۔میں خاموشی سے یہ ظلم برداشت کرتی رہی وہ گالیاں بک

رہے تھے نشے میں ان کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا جب وہ تھک کر بیٹھ گئے تو میں کسی نہ کسی طرح کمرے میں پہنچ گئی اس رات میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

میرا پہلا ردعمل یہ تھا کہ اپنے امام مسجد محمد یوسف کو ساری بپتا سنانی چاہئے اور پھر یہ گھر چھوڑ دینا چاہئے لیکن جوں جوں میرا غصہ اور جوش ٹھنڈا ہوتا گیا میری سوچ بدلتی گئی میں نے سوچا کہ مجھے اپنی پریشانی لے کر محمد یوسف کے پاس نہیں جانا چاہئے ان کا حل ضرور تلاش کرنا چاہئے ان کا مجھ پر حق ہے اور میرا بھی یہ فرض بنتا ہے کی میں ان کی زندگی بدلنے کی کوشش کروں چنانچہ اس روز میں نے ایک اہم فیصلہ کیا اور اگلے روز میں نے اپنے اس فیصلے سے امام مسجد محمد یوسف کو مطلع کر دیا۔

میں نے اخبار کی ملازمت چھوڑ دی اور رضا کار بن گئی، مجھے معمولی سا گزارہ الائنس ملنے لگا، جب میرے والدین کو میرے اس فیصلے کا علم ہوا، تو بہت سٹپٹائے وہ یہ سوچ ہی نہ سکتے تھے کہ میں اچھی بھلی ملازمت چھوڑ دوں گی میں نے ان سے کہا کہ وہ فکر نہ کریں ان کو ان کا حصہ ملتا رہے گا میں اخباروں کے لئے دن میں لکھوں گی اور جو معاوضہ مجھے وہاں سے ملے گا میں ان کو دے دوں گی، میری اس عملی زندگی کا آغاز اس وقت شروع ہوا جب میں مسلمان رضا کار بن گئی۔ محمد یوسف نے مجھے بہت سی ہدایات دیں اور جس کام کے لئے مجھے چنا گیا تھا، اس راہ کے کام سے مجھے آگاہ کیا گیا۔ مجھے خود ہی اندازہ تھا کہ یہ راستہ پر خطر ہے مگر اسلام نے مجھے حوصلہ بخشا اس کی وجہ سے میں کسی خطرے کو خاطر میں نہ لا رہی تھی، میں جیلوں میں جانے لگی وہاں قیدیوں سے ملتی، ان کے سامنے اسلام کی عظمت بیان کرتی ان کو ان کی زندگی کے گھناؤنے پہلو دکھا کر ان کو بہتر زندگی بسر کرنے کا مشورہ دیتی، کچھ قیدی وقت کاٹنے کے لئے میری بات کو توجہ سے سنتے کچھ میرا مذاق اڑاتے ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے میری جسمانی معذوری پر بھی قہقہے لگائے مگر میں مطلق ہراساں نہ ہوئی، نہ

ہمت نے جواب دیا۔

ان قیدیوں میں سے ایک حبشی قیدی اربنٹو بھی تھا اس نے میری باتوں سے خاصہ اثر قبول کیا اور ایک دن کہنے لگا:...... تم بہت باہمت لڑکی ہو اگر تم واقعی چاہتی ہو کہ برائی کا خاتمہ ہو جائے تو برناڈو کا خاتمہ کردو۔'' میں نے پوچھا: ''برناڈو کون ہے ؟''

''برناڈو اس شہر میں بڑی مافیا فیملی کا سربراہ ہے، وہی شخص ہے جو اس شہر میں منشیات کا اجارہ دار ہے اگر وہ نہ ہو تو لوگوں کو منشیات نہ ملیں اور نہ لوگ ان کے عادی ہی ہوں وہ بڑا خطرناک آدمی ہے۔'' میں برناڈو سے کیسے مل سکتی ہوں؟'' اس نے میرے کان میں مجھے برناڈو کا پتا بتا دیا جب میں جانے لگی تو اربنٹو کا لہجہ یکسر بدل گیا تھا وہ ندامت کے ساتھ کہنے لگا:

''مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تم سے برناڈو کا ذکر کیا، تم اس سارے واقعے کو بھول جاؤ تم اندازہ نہیں کرسکتی ہو کہ برناڈو کتنا خطرناک آدمی ہے۔''

''مگر میں اس کو ملنے کا فیصلہ کر چکی ہوں'' میں نے عزم سے کہا۔ ''تم اس سے مل کر کیا کرو گی ؟'' اس نے پوچھا۔ ''اس کو سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کروں گی۔'' وہ ہنسنے لگا اس کے قہقہے دور تک میرا پیچھا کرتے رہے۔

صبح کا وقت تھا جب میں وقت طے کئے بغیر برناڈو کے عالیشان گھر کے اندر داخل ہوئی اس گھر کو دیکھ کر کوئی شخص اندازہ نہ کرسکتا تھا کہ اس گھر میں رہنے والا شخص کوئی بہت بڑا مجرم ہے۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' ایک ملازم نے مجھے روک کر پوچھا وہ میرے لباس اور وہیل چیئر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے مسٹر برناڈو سے ملنا ہے۔'' میں نے کہا،

''تمہیں'' اس نے قہقہہ لگایا ''مسٹر برناڈو سے ملنا اتنا آسان نہیں۔''
آخر کیوں؟ میں نے کہا وہ بھی انسان ہے اور انسان انسانوں سے ملا جلا کرتے ہیں۔

ہم دونوں میں تکرار ہونے لگی اسی وقت ایک ادھیڑ عمر کا مضبوط جثے والا آدمی ایک کمرے سے باہر نکلا اور غصے سے بولا: ''یہ کیا ہورہا ہے؟ شور کیوں مچا رکھا ہے؟'' ملازم نے اس کے سامنے سر جھکا کر کہا: ''یہ لڑکی آپ سے ملنے پر اصرار کر رہی تھی۔''

''مجھ سے؟'' اس نے پوچھا کیا کام ہے؟ ''میں آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔'' میں نے کہا۔ برناڈو نے کچھ تعجب سے میری طرف دیکھا پھر ملازم کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا، جب ملازم چلا گیا تو برناڈو نے نخوت سے کہا ''میں اس طرح کسی سے ملاقات نہیں کرتا ہوں تم معذور ہو اس لئے رک گیا ہوں کہو میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں؟'' میں نے اس کی طرف دیکھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: ''مسٹر برناڈو کیا واقعی آپ اس معذور لڑکی کے کسی کام آنا چاہتے ہیں؟'' اس نے جواب دینے سے پہلے کچھ سوچا پھر مسکرا کر کہا: ''ہاں کہو میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں؟''

میں نے پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں، میں نے محسوس کیا کہ مسٹر برناڈو کچھ بے چینی محسوس کررہا ہے، وہ میری نظروں سے نظریں چرا رہا تھا۔ ''مسٹر برناڈو'' میں نے کہا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے آپ کو ہدایت کی ضرورت ہے، سچی ہدایت کی۔'' ''لڑکی میں نہیں جانتا تم کون ہو؟ میرا وقت بہت قیمتی ہے دو منٹ میں اپنی بات ختم کرو۔'' میں نے جب بات شروع کی تو برناڈو کا چہرا طیش اور غصے سے سرخ ہوگیا اس نے غصے کو دبا کر کہا: ''تم پاگل ہو، نکل جاؤ یہاں سے تمہیں

کس نے بتایا ہے کہ میں یہ کام کرتا ہوں؟ میں تمہیں اور تم کو یہ بتانے والے کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

میں نے بڑے اطمینان سے کہا "آپ کے اس غصے اور جوش ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مجھے آپ کے بارے میں جو اطلاع ملی ہے وہ درست ہے۔""تم بکتی ہو، چلی جاؤ یہاں سے مجھے تمہارے اپاہج پن کا خیال آرہا ہے ورنہ""میں جانتی ہوں مسٹر برناڈو آپ بہت طاقتور ہیں سارا شہر آپ کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے"۔

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟" برناڈو نے گرج کر کہا۔"میں چاہتی ہوں کہ خلق خدا کے فائدے کے لئے اپنا یہ دھندا چھوڑ کر کوئی اور کام کریں اگر آپ سے یہ ممکن نہیں تو پھر مجھ معذور لڑکی سے رحم کریں مجھے ہر روز پانچ منٹ ملاقات کا وقت دے دیا کریں۔"

وہ حیرت سے میرا منہ تکنے لگا پھر اس نے قہقہہ لگایا اور بولا:"تم ضد کی پکی ہو تم کل پھر آسکتی ہو اسی وقت۔"میں وہاں سے نکلی تو بے حد مطمئن تھی۔

برناڈو اطالوی نژاد تھا، اس کو زندگی میں شاید ہی مجھ جیسا کوئی انسان ملا ہو، وہ میری ذات میں دلچسپی لینے لگا ایک دن کے بعد دوسرا دن وہ مجھے ہر روز بلاتا مجھ سے باتیں کرتا پانچ منٹ کی گفتگو کا دائرہ پھیل کر گھنٹوں تک پھیل گیا میں اس کے سامنے انسانوں کی بدحالی کا ذکر کرتی۔منشیات کی تباہ کاریاں بیان کرتی اسلام کی حقانیت کا ذکر کرتی آہستہ آہستہ اس کے خیال میں کچھ لچک پیدا ہونے لگی۔

"آمنہ" ایک دن اس نے مجھ سے کہا: "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟ مسلمان کیا ہوتے ہیں؟ مگر میں ایک بات جان گیا ہوں کہ تم انسان کے نفسیات کو خوب سمجھتی ہو۔"

"اسلام انسانوں کا مذہب ہے مکمل دین" میں نے جواب دیا "اس لئے

اسلام مسلمانوں کی انسانی نفسیات پر گہری نظر رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔''

''میں نے محسوس کیا کہ اب میں اس سے ملنے جاتی ہوں تو وہ کچھ بے چینی محسوس کرنے لگتا ہے اس نے ایک دن مجھ سے کہا: ''آمنہ واقعی انسان کی زندگی فانی ہے اور انسان کو دنیا میں اچھے کام کرنے چاہئیں دوسروں کا بھلا سوچنا چاہئے۔''الحمدللہ میں نے جواب دیا''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ بات آپ کے ذہن میں سما گئی ہے۔''

چند دنوں بعد برناڈو نے اپنا دھندا چھوڑ دیا وہ راہ راست پر آ گیا اس نے بلا ہچکچاہٹ قبول کر لیا کہ وہ مافیا کا رکن ہے، اس نے مافیا کے سربستہ رازوں کو کھول کر رکھ دیا آپ کو یاد ہوگا کہ صدر فورڈ کے عہد صدارت میں برناڈو کے اس عمل سے امریکہ میں کتنا تہلکہ مچا تھا، برناڈو نے اخبار نویسوں سے کہا تھا:''ایک اپاہج اور چلنے پھرنے سے معذور لڑکی نے مجھے یہ طاقت پرواز بخشی ہے کہ میں نے برائی کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے اور کھلی آزاد فضاؤں میں اڑنے کی ہمت اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں۔''اس روز میں بہت روئی تھی جب مجھے خبر ملی کہ برناڈو کو جیل میں گولی ماردی گئی ہے اس کو مافیا کے آدمیوں نے قتل کر دیا تھا اس کا زندہ رہنا ان کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا اور وہ ایک ایسا انسان تھا جو راستی کی راہ پر چل نکلا تھا۔

برناڈو کی تائب ہونے کی وجہ سے مجھے پریس نے بڑی شہرت دی میری تقریریں شائع ہونے لگیں اخباروں اور رسالوں میں میرے انٹرویو شائع ہوئے ٹی وی اور ریڈیو پر مجھے بلایا گیا اور میری خدمات کو بے حد سراہا گیا۔

عالمی ہیوی ویٹ چمپین محمد علی مجھ سے ملنے آئے انہوں نے میری بڑی تعریف کی صدر فورڈ نے مجھے وائٹ ہاؤس میں بلایا اور میری تعریف کی اس شہرت اور عزت کے باوجود مجھ میں تکبر پیدا نہیں ہوا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں ہے۔

اسلام نے میری زندگی میں جو انقلاب پیدا کیا میں اسے ساری دنیا میں پھیلا دینا چاہتی ہوں اور اگر یہ میرے بس میں نہیں تو میرے دل میں یہ خواہش ضرور ہے کہ اسلام کی برکات اور فیوض سے امریکہ کے سیاہ فام ضرور فیض یاب ہوں۔

میرے والد شراب سے توبہ کر چکے ہیں وہ نشہ چھوڑ چکے ہیں میری والدہ میری عزت کرتی ہیں اگر چہ انہوں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا مگر ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ پچھلے چند برسوں میں میری کوششوں کی وجہ سے ساڑھے تین سو افراد نے منشیات سے توبہ کی ہے اور اکیس مرد اور عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

میں ایک اپاہج عورت ہوں، مگر میں اپنے آپ کو اپاہج نہیں سمجھتی کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ کبھی اپاہج نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا اس کا سہارا بن جاتا ہے۔ میری زندگی اسلام کے لئے وقف ہو چکی ہے، میں اسلام ہی کے لئے کام کروں گی اور اسلام کی روح انسانوں میں پھونک دینا چاہتی ہوں۔ جب بھی کوئی انسان برائی کا راستہ ترک کرتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اسلام کی فتح ہوئی ہے۔" تو یہ ہے میری کہانی سنتھیا سے آمنہ بننے کی۔" (بحوالہ ماہنامہ حکایت لاہور)

حاصل...... اندازہ کیجئے کہ جب انسان عزم کر لے دین کی خدمت کا تو اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے ہی دیتے ہیں، چنانچہ ہمیں بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......٦٨

جرمنی کے ایک باشندے کا عبرتناک واقعہ

جرمنی میں دو بچوں کی ماں پر تشدد کرنے والا جنسی جنونی اپنے اندر کی آگ میں پراسرار طور پر جل کر ہلاک ہو گیا۔ کینیڈا کے میگزین ویکلی ورلڈ نیوز کی رپورٹ کے مطابق ماہرین نے اس واقعے کو ازخود احتراق یا خارجی ذریعے کی مدد کے بغیر جل جانے کا انتہائی پراسرار واقعہ قرار دیا ہے۔

تفصیلات کے مطابق جرمنی کے قصبے آخین کے ایک باشندے ہرمان بین ہولٹ نے گزشتہ ہفتے ۲۸ سالہ پڑوسن حنا نامان کے گھر گھس کر اس پر جنسی حملہ کرنا چاہا۔ حنا اس وقت اپنے دو سالہ پیٹر اور ۳ سالہ ہیدی کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہرمان کو ڈارنے، دھمکانے اور چیخ پکار مچا کر پڑوسیوں کو بلانے کی دھمکی دی، لیکن وہ باز نہ آیا اس نے حنا پر حملہ کر کے اسے فرش پر گرا دیا۔

حنا نے خود کو بچانے کے لیے ابھی پہلی چیخ ہی ماری تھی کہ حملہ آور ہرمان خود ہی درد سے کراہ کر اس کے اوپر سے ہٹ گیا اور اپنا سینہ ملنے لگا۔ حنا نے بتایا کہ اس نے زندگی میں اس سے حیرت انگیز اور خوفناک واقعہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آئندہ دیکھنے کی توقع رکھتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اچانک ہرمان کے سینے سے آگ کی لپیٹیں نکلنے لگیں اور وہ چیخ چیخ کر خود کو آگ سے بچانے کے لیے قالین پر تیزی سے کروٹیں بدلنے لگا۔ لیکن اس رگڑ سے آگ اور بھڑک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم ''اندر کی آگ'' کی لپیٹ میں آ گیا۔

حنا اپنے دونوں بچوں کو تھامے کونے میں کھڑی یہ خوفناک منظر دیکھتی رہی۔ جیسے ہی اس کے حواس بحال ہوئے، اس نے دوڑ کر فائر بریگیڈ کو فون کیا۔ جس کے ساتھ ساتھ پولیس بھی آ گئی۔ لیکن تب تک ہرمان مکمل طور پر جل چکا تھا اور اس کا جلا ہوا ڈھانچہ عبرتناک انداز میں کمرے میں پڑا ہوا تھا۔

پولیس اور فائر بریگیڈ کے سراغ رساں اب تک ہرمان کو لگنے والی اس آگ کی وجوہات معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ واقعے کے تھوڑی دیر بعد ایک مقامی اخبار کے رپوٹر جرگسن شلٹ بھی پہنچ گئے۔ جنہوں نے ہرمان کے سوختہ ڈھانچے کی کئی تصاویر بنائیں۔

جرگسن شلٹ کا کہنا ہے کہ اس حیرت انگیز واقعے کی کوئی توجیہہ نہیں دی جا سکتی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہرمان بین ہولٹ کو ایک برے کام کی سزا دی گئی ہو۔ ایک پولیس سراغرساں نے بتایا کہ ہرمان اس واقعے سے قبل ۷ مرتبہ مختلف خواتین پر جنسی حملوں کے الزام کے تحت گرفتار ہو چکا تھا۔ لیکن اس پر کبھی الزام ثابت نہیں ہوسکا تھا، لہٰذا وہ سزا سے بچتا آ رہا تھا۔ حنا کے واقعے نے اسے خود سزا دی اور دو بچوں کی مطلقہ ماں کو بچالیا۔

حنا کا کہنا ہے کہ جب حملہ آور گھر میں گھسا تو اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پسٹل تھا جو کہ اس کے ساتھ جل کر بدنما ہو چکا ہے۔ حنا نے واقعے کی یاد تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہرمان نے ٹی وی لاؤنج میں گھستے ہی اسے حکم دیا تھا کہ وہ چیخنے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن خاتون نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے کوئی حرکت کی تو وہ شور مچا کر لوگوں کو جمع کرلے گی۔ لیکن ڈھیٹ حملہ آور نے اس کے بچوں کی جانب پسٹل تان کر اسے قریب آنے پر مجبور کیا اور اس کے قریب آتے ہی اسے دبوچ کر نیچے گرالیا۔

حنا کا کہنا ہے کہ اس کے معصوم بچوں نے ماں کو بچانے کے لیے اپنی عمر سے

بڑھ کر جرأت کا مظاہرہ کیا۔ ہیدی کھڑکی سے چہرہ نکال کر چیخنے لگا۔ جبکہ ۵ سالہ پیٹر ماں کو چھڑانے کے لیے حملہ آور کی پشت پر سوار ہو کر اس پر مکے برسانے لگا۔ جب ہرمان خود جلنے لگا تو اس نے پیٹر کو دور پٹخ دیا، جس کے باعث بچے کی ٹانگ مضروب ہوگئی۔ حنا کا کہنا ہے کہ "ہرمان آخر تک یہ سمجھتا رہا کہ اسے میں نے آگ لگائی ہے، اس لیے جب وہ پوری طرح شعلوں میں گھر گیا تو اس نے میری منت سماجت کرنا شروع کردی کہ میں نے جس طرح اسے نذر آتش کیا ہے، اسی طرح جادو سے آگ بجھا دوں۔ لیکن میں خود حیرت سے سن کھڑی تھی، مجھے اتنا ہوش بھی نہیں تھا کہ اس کی حالت پر غور کرتی، کجا یہ کہ اسے بچانے کے لیے کچھ کرتی۔"

پولیس سراغ رساں کروگر نے اس بات پر حیرانی ظاہر کی کہ جس قالین پر پورا ایک شخص زندہ جل گیا، وہ جھلسنے سے محفوظ رہا۔ سراغ رسانوں نے اس واقعے کی تفتیش ابھی داخل دفتر نہیں کی، لیکن انہیں اس سلسلے میں کسی بھی جانب سے کوئی تعاون حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ حنا نے اس واقعے کی یادوں اور اثرات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنا گھر تبدیل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

(بحوالہ عبرتناک واقعات)

حاصل...... بیشک برے کا انجام برا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ اس واقعہ سے سبق ملتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو برے کام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔

١

واقعہ نمبر......۶۹

ایک عورت کا عبرتناک واقعہ

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب ''ذم الھوی'' میں لکھتے ہیں، ابن نجیح نے ایک با اعتماد دوست کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا، میرے گھر کے قریب جو قبرستان ہے، اس قبرستان کے مردے اپنی اپنی قبروں سے نکلے ہیں اور ایک جگہ اکھٹے ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تمام اہل قبور ایک جگہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تمام اہل قبور ایک جگہ جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے گریہ وزاری شروع کر دی اور گڑگڑا کر دربار الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔ ''یا اللہ تو فلاں عورت جو صبح مر گئی ہے وہ ہمارے قبرستان میں دفن نہ ہو۔ یا اللہ ہمیں اس سے بچا لے۔''

یہ گریہ وزاری سن کر میں نے ایک مردے سے پوچھا۔ ''ماجرا کیا ہے، تم کیوں یہ دعا کر رہے ہو''؟

اس نے بتایا۔ ''جو عورت آج مری ہے، جہنمی ہے۔ اگر یہ ہمارے قبرستان میں دفن کر دی گئی تو ہمیں اس کا عذاب دیکھنے میں تکلیف ہو گی۔ اس لیے ہم گریہ وزاری کر رہے ہیں اور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔

یہ سن کر میں بیدار ہو گیا اور سخت متعجب ہوا۔ صبح ہوئی تو قبرستان کی طرف نکلا اور دیکھا کہ گورکن (قبر کھودنے والے) قبر کھود چکے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا ''یہ کس کے لیے بنائی گئی ہے۔'' انہوں نے بتایا ''ایک مالدار تاجر کی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ یہ اس کے لیے قبر کھودی گئی ہے۔'' میں نے ان کو رات والا منظر بتا دیا۔ قبر

کھودنے والوں نے واقعہ سن کر قبر بند کردی۔ اب میں انتظار کرنے لگا کہ کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر گزری تو چند آدمی آئے اور گورکنوں سے پوچھا ''قبر تیار ہوگئی؟''

انہوں نے جواباً کہا ''یہاں قبر نہیں بن سکتی، کیونکہ نیچے کیچڑ ہے۔'' وہ آدمی یہ سن کر دوسرے ڈیرے پر چلے گئے۔ چونکہ وہاں بھی خواب والی بات پہنچ چکی تھی، اس لیے انہوں نے بھی قبر کھودنے سے انکار کردیا۔ پھر وہاں سے وہ آدمی کسی دوسرے قبرستان گئے اور وہاں قبر بنوائی۔

پھر میں جنازے کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اچانک شور اٹھا کہ جنازہ آرہا ہے۔ میں بھی جنازے کے ساتھ ہوگیا۔ جنازے کے ساتھ ایک جم غفیر تھا۔ میں نے جنازے کے پیچھے ایک خوبرو نوجوان کو دیکھا۔ میرے پوچھنے پر مجھے بتایا کہ اس عورت (میت) کا بیٹا ہے۔ اس کی اور اس کے باپ کی تعزیت کی جارہی تھی۔ جب میت دفن کردی گئی تو میں ان دونوں کے قریب گیا اور کہا ''میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر اجازت ہو تو بیان کردوں۔''

یہ سن کر باپ نے یعنی مرنے والی کے خاوند نے کہا۔ ''مجھے خواب سننے کی ضرورت نہیں۔'' لیکن لڑکے نے کہا ''سنایئے!'' میں اسے تخلیہ میں لے گیا اور خواب بیان کردیا۔ پھر اس سے کہا ''تجھے چاہیئے کہ تو اس بات کی تفتیش کرے اور وجہ معلوم کرے کہ کیوں قبر والوں نے گڑگڑا کر دعائیں کی ہیں۔''

اس نوجوان نے کہا۔ ''اور تو مجھے کچھ معلوم نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ میری ماں شراب نوشی کرتی تھی اور گانے سنتی تھی، نیز دیگر عورتوں پر بہتان لگایا کرتی تھی۔ مگر یہ افعال اتنے سنگین نہیں کہ یہاں تک بات پہنچ جائے کہ مردے بھی دعائیں کریں کہ یہ ہم میں دفن نہ ہو۔ ہاں ہمارے گھر ایک بوڑھی عورت ہے جس کی عمر ننانوے سال کی ہے۔ وہ میری ماں کی دایہ اور خدمتگار تھی۔ اگر آپ چاہیں تو چلیں، چل کر اس سے

پوچھیں، شاید وہ میری ماں کا کردار جانتی ہو۔"

پھر ہم دونوں اس نوجوان کے گھر گئے ۔اس نوجوان نے مجھے ایک بالا خانے میں داخل کر دیا۔ وہاں معمر خاتون بیٹھی تھی ۔اس نوجوان نے بڑھیا کو میری طرف متوجہ کیا۔ میں نے خواب بیان کر کے پوچھا "اماں کیا تیرے پاس کچھ معلومات ہیں۔"

یہ سن کر بڑھیا نے کہا۔ "میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ اسے بخش دے۔ وہ عورت بہت زیادہ بدکار تھی۔" اس پر نوجوان نے بڑھیا سے پوچھا۔ "کیا میری ماں شراب نوشی، گانا سننے اور عورتوں پر بہتان لگانے کے سوا بھی گناہ کرتی تھی؟"

بڑھیا نے کہا۔ "بیٹا اگر تو برا نہ مانے تو میں بتا دیتی ہوں۔ کیونکہ اس آدمی نے جو خواب بیان کیا ہے یہ تیری ماں کے گناہوں کے سامنے معمولی ہے۔" یہ سن کر نوجوان نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تو ہمیں بتائے تاکہ ہم ایسے کردار سے بچ جائیں اور عبرت حاصل کریں۔"

یہ سن کر بڑھیا رونے لگی۔ "خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں کئی سال سے توبہ کر چکی ہوں اور مجھے امید تھی کہ تیری ماں بھی توبہ کر لے گی، مگر اس نے توبہ نہیں کی۔ اب میں تمہیں تین کارنامے تیری ماں کے سناتی ہوں۔"

تو اس بڑھیا نے اس عورت کے لڑکے کو مخاطب کر کے کہا "تیری ماں بہت بڑی بدکار تھی۔ ہر دن ایک دو نوجوان اس کے گھر آتے تھے، جن سے وہ اپنی خواہش پوری کرتی تھی اور تیرا باپ بازار میں کام کرتا تھا۔ پھر تو جب جوانی کو پہنچا تو تو نہایت وجیہہ نوجوان تھا۔ میں دیکھا کرتی تھی کہ تیری ماں تیری طرف شہوت کی نظر سے دیکھا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن تیری ماں نے مجھے کہہ دیا کہ "میں اپنے بیٹے پر فریفتہ ہو گئی ہوں، لہذا کسی طریقے سے اس کو میری طرف راغب کر۔"

میں نے سن کر تیری ماں سے کہا۔ ''بیٹی یہاں تک کیوں جاتی ہے۔ تیرے لیے اور بہت سارے نوجوان ہیں، جن سے تو اپنی خواہش پوری کرا سکتی ہے۔ لہٰذا بیٹی تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس ارادے سے باز آ۔'' تو تیری ماں کہتی تھی ''نہیں، مجھے اس کے سوا صبر نہیں۔''

تو میں نے تیری ماں سے پوچھا ''تو اس مقصد میں کیسے کامیاب ہو سکتی ہے، حالانکہ تیرا بیٹا ابھی نوعمر ہے۔ تو خواہ مخواہ بدنام ہوگی۔ لہٰذا خدا کے لیے اس ارادے سے باز آ جا۔'' تو تیری ماں نے مجھ سے کہا ''اماں تو میری مدد کرے تو میں کامیاب ہو سکتی ہوں۔'' میں نے پوچھا ''کیا حیلہ کیا جائے؟'' تو تیری ماں نے کہا ''فلاں گلی کے مکان میں ایک عرضی نویس ہے وہ رقعے (خط) لکھ کر مردوں کو عورتوں سے ملاپ کراتا ہے اور اجرت لیتا ہے تو اس کو کہہ کہ وہ میرے بیٹے کو تحریر لکھے اور نام لیے بغیر کہے کہ ایک دوشیزہ تجھ سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہے وہ تجھ سے فلاں جگہ فلاں وقت ملاپ چاہتی ہے۔''

اس بڑھی عورت نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جب تجھے میں نے وہ خط دیا تو، تو بھی فریفتہ ہو گیا اور تو نے لکھ دیا کہ ''مجھے منظور ہے۔ فلاں وقت میں آ جاؤں گا۔'' تو میں نے تیری ماں کو وہ خط لا کر دے دیا۔

تیری ماں نے جواب پڑھ کر کہا ''اماں تم میرے بیٹے سے کہو کہ فلاں وقت، فلاں جگہ آ جائے اور تو فلاں بالا خانہ اچھی طرح تیار کرا اور اس میں پھل اور خوشبو وغیرہ کا انتظام بھی کرا اور تو میرے بیٹے کو یہ بھی کہے کہ جس عورت نے تجھے بلایا ہے وہ ابھی دوشیزہ ہے، وہ روشنی پسند نہیں کرتی، بلکہ یہ کام اندھیرے میں بہتر ہے تاکہ تمہارے والدین کو تم پر شک نہ گذرے۔''

پھر میں تیرے پاس آئی تھی تو تو نے یہ بات مان لی اور رات کا وقت مقرر

ہوا۔ میں نے تیرا جواب تیری ماں کو پہنچایا تو اس نے بہترین کپڑے پہنے اور عمدہ خوشبو لگائی اور وہ اس بالاخانہ میں پہنچ گئی اور پھر تو بھی پہنچ گیا اور پھر داد و عیش سحری تک جاری رہا۔ پھر تو وہیں سو گیا تو میں نے صبح کے وقت آ کر تجھے جگایا۔ پھر چند دنوں کے بعد تیری ماں نے مجھ سے کہا "اماں، میں اپنے بیٹے سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ اب میں کیا کروں؟" تو میں نے کہا "مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ تو کیا کرے۔" لیکن تیری ماں کسی حیلے بہانے سے تجھ سے اپنی خواہش کرتی رہی۔ حالانکہ ولادت کا وقت قریب آ گیا تو تیری ماں نے تیرے باپ سے کہا کہ "میں بیمار ہوں، میں چاہتی ہوں کہ کچھ دن اپنی ماں کے پاس رہ آؤں۔" تو تیرے باپ نے اجازت دے دی۔ پھر میں اور تیری ماں تیری نانی کے گھر چلی گئیں۔

وہاں ایک کمرے میں رہائش رکھ لی اور جب ولادت کا وقت آیا تو میں ایک دایہ کو بلا کر لائی تو تیری ماں کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو کہ تیری ماں نے مار دیا اور پھر ہم نے وہ بچہ دفن کر دیا۔ کچھ دن گزرے کہ تیری ماں نے مجھ سے کہا "اب پھر میں اپنے بیٹے سے خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔" تو میں نے کہا "بیٹی جو کچھ ہو چکا وہ تیرے لیے کافی نہیں؟" تو تیری ماں نے کہا۔ مجھے صبر نہیں ہے اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔۔۔الخ

پھر جب وہ بڑھیا دوسرا واقعہ سنانے لگی تو اس عورت کے بیٹے نے یہ کہہ کر باتِ ختم کر دی "اماں بس کر۔۔۔۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری ماں پر لعنت کرے اور ساتھ تجھ پر بھی لعنت ہو۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کر آ گیا۔ کاش کہ وہ بڑھیا دوسرے دو واقعات بھی سنا دیتی۔

حاصل...... اندازہ کیجئے کہ جب انسان کی شرم و حیا ختم ہو جائے تو وہ کس قدر پستی میں چلا جاتا ہے، ہمیں چاہئے کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں، اور

اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

(بحوالہ ذم الھویٰ)

واقعہ نمبر......۷۰

ملک الموت کا صدمہ وافسوس اور شداد کی جنت

کہتے ہیں کہ ملک الموت نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی اے مولائے کریم میں نے کروڑوں لوگوں کی جانیں قبض کی ہیں مگر دو جانیں ایسی ہیں کہ جنہیں قبض کرتے وقت مجھے بڑا ہی صدمہ اور افسوس ہوا ہے، میں نے تیرے حکم کی تکمیل ضرور کی مگر نہایت ہی دکھ کے ساتھ اور وہ دو ایک ماں اور ایک بیٹا تھا۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک جہاز غرق ہو گیا تھا اور ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ ایک تختے کا سہارا لینے میں کامیاب ہوگئی تختہ دریا میں بہہ رہا تھا اور ماں اور بیٹا اس پر سوار تھے، اے مولا کریم اچانک تیرا حکم ہوا اور میں نے ماں کی جان اس تختہ پر نکال لی، میرے لئے پریشان کن بات یہ تھی کہ ماں مرچکی ہے اب بچے کا کیا حشر ہوگا؟ بچہ ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر سوار ہے اور تختہ ہر آن پانی کی لہروں کے تھپیڑے کھا رہا ہے، جو کسی وقت بھی کسی تیز لہر کی زد میں آکر الٹ سکتا ہے بچے کے لئے نہ خوراک کا انتظام ہے، نہ کسی نگران کا بندوبست ہے۔

دریا کے کنارے دھوبی کپڑے دھو رہے تھے اچانک کسی کی اس بچے پر نظر پڑی تو تختے کو کھینچ کر لائے بڑے حیران ہوئے کہ ماں مرچکی ہے بچہ بے یار و مددگار تختہ پر زندہ و سلامت موجود ہے وہ لوگ اس بچے کو اپنے سردار کے پاس لے گئے، سردار بے چارہ بے اولاد تھا سردار خوبصورت بچہ دیکھ کر اس پر اس کا دل آگیا، اور سردار نے

بچے کو اپنی نگرانی میں لیکر اسے اپنا بیٹا بنالیا یہ بچہ آٹھ نو سال کی عمر کا تھا کہ اپنے ساتھی بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں بادشاہ وقت کی سواری کی آمد کا شور اٹھا سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے مگر یہ بچہ سڑک پر اکیلا کھڑا رہا، بادشاہ کی سواری گزر گئی اس کے پیچھے اس کا عملہ پیدل آرہا تھا ان میں سے ایک سپاہی کو راستے میں سے سرمہ کی ایک پڑیا مل گئی اتفاق سے اس بچے کی نظر بہت کمزور تھی اور سرمہ کی اسے بہت ضرورت بھی تھی، لہذا اس نے وہ سرمہ بحفاظت اپنے پاس رکھ لیا، آنکھوں میں لگانے سے پہلے اسے خیال آیا کہ یہ سرمہ کوئی تکلیف نہ پہنچائے، لگانے سے پہلے کسی دوسرے شخص پر آزمالینا چاہئے، قریب ہی وہ بچہ کھڑا تھا اس نے اس بچہ پر آزمانا چاہا بچے نے سرمہ اپنی آنکھوں میں لگالیا، مگر جوں ہی سرمہ اس نے لگایا اسے زمین کی تہہ میں موجود چیزیں بھی نظر آنے لگیں، اس نے دیکھا کہ زمین کے اندر بہت سے خزانے پوشیدہ ہیں، بچہ ہوشیار تھا اس نے چیخنا چلانا شروع کردیا کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے میری آنکھوں میں سخت تکلیف پیدا ہوگئی، (وہ سرمے کی پڑیا گرا کر چلے گئے) بچہ سرمہ کی پڑیا اٹھا کر گھر پہنچا، اور خوشی خوشی باپ کو سارا واقعہ سنایا سردار بڑا خوش ہوا، باپ نے کہا کہ ہمارے پاس آدمی بھی ہیں اور گدھے بھی ہیں تم سرمہ لگاؤ، ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں جہاں کہیں خزانے پاؤ، ہمیں بتاؤ ہم نکال لیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا بچے کے بتانے پر وہ لوگ خزانے نکالنے لگے اور تھوڑے ہی عرصے میں امیر بن گئے بچہ جوان ہوا تو اس نے پرزے نکالنے شروع کئے، ان کے پاس دولت کی فراوانی ہوگئی زمین کے تمام خزانے اس کے نظروں میں تھے اس نے آہستہ آہستہ بہت سے آدمی اپنے ساتھ ملالئے اس کے بعد تمام سرداروں کو ادھر ادھر کردیا اور خود سردار بن گیا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے بادشاہ کے ساتھ بھی ٹکر لے لی اور اسے مغلوب کر کے خود بادشاہ بن گیا۔

اس بچہ کا نام شداد تھا اور یہ وہی بچہ تھا جس کی ماں تختے پر ہی مرگئی تھی اور یہ اکیلا دریا کی لہروں کے ساتھ بہہ رہا تھا کہتے ہیں کہ جب یہ برسر اقتدار آیا تو اس نے حکم دیا کہ ایک ایسا کمال درجے کا شہر آباد کیا جائے، جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری چاندی کی ہو، اس میں ایک عالی شان باغ ہو جس میں دنیا کی ہر چیز میسر ہو جب وہ شہر ہر لحاظ سے مکمل ہوگیا تو شداد نے ارادہ کیا کہ جا کر اس شہر کا نظارہ کیا جائے چنانچہ وہ شہر کو دیکھنے نکلا ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچا تھا، کہ ملک الموت کو حکم ہوا اور اس نے وہیں اس کی روح قبض کرلی، اسے اتنا موقع بھی نہ دیا کہ اپنے بے مثال باغ کو ایک نظر دیکھ سکتا، ملک الموت نے کہا کہ اے مولائے کریم اس شخص کی روح قبض کرتے وقت بھی مجھے نہایت ہی صدمہ پہنچا کہ وہ شخص ہر چیز تیار کر کے اسے دیکھ بھی نہ سکا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہی بچہ ہے جس کی ماں تختہ پر مرگئی تھی اور اس پر تجھے ترس آیا تھا اس بچے نے بڑے ہو کر نافرمانی کی خدا کے حکم سے بغاوت کی اور سرکشی اختیار کی مگر ہم نے اسے خودساختہ جنت میں قدم رکھنے کی مہلت بھی نہ دی اور اسے باہر ہی ہلاک کر دیا اسی جنت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ دنیا میں موجود ہے مگر انسان کی نظروں سے اوجھل ہے امیر معاویہؓ کے زمانے میں ایک صحابیؓ کا اونٹ گم ہوگیا تھا وہ اونٹ کی تلاش میں کہیں اس علاقے میں جانکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے وہ سب کچھ دکھلا دیا تھا، وہ صحابی وہاں کی کوئی نشانی بھی ساتھ لایا تھا، اس صحابی نے یہ واقعہ امیر معاویہؓ کے پاس بیان کیا، انہوں نے کافی تلاش کرایا مگر کسی کو وہ جنت نہیں ملی اور اسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ کر دیا۔

(بحوالہ خزینہ)

واقعہ نمبر......۷۱

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے والد کو خوف خدا

ایک دن حضرت ادہمؒ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گزر ہوا آپ ایک نہر کے کنارے (جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی گزرتی تھی) بیٹھ کر وضو کرنے لگے آپ نے دیکھا کہ نہر کے اندر ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے خیال کیا کہ اس کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ سیب اٹھا کر کھالیا جب سیب کھا چکے تو دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی اور میرا یہ کھانا ناجائز ہے اس خیال سے باغ کے مالک کے پاس گئے اور جا کر اسے اس امر کی اطلاع دی تاکہ اس کی اجازت سے حلال ومباح ہو جائے چنانچہ باغ کے دروازے پر دستک دی جہاں سے یہ سیب آیا تھا آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں اسے بھیج دیجئے، اس نے عرض کیا کہ وہ عورت ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا اسے پوچھو کہ میں خود حاضر ہو جاؤں چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ اس کو سنایا عورت نے جواب دیا کہ باغ کا نصف حصہ میرا ہے اور نصف سلطان کا ہے میں نے اپنے حصہ کا سیب معاف کر دیا اور سلطان یہاں نہیں ہیں بلخ تشریف لئے گئے ہیں جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے، چنانچہ اس نے اپنا سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کر دیا اب باقی رہا دوسرا نصف حصہ اب اسے معاف کروانے کے لئے بلخ تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جارہی تھی، اسی حالت میں آپ نے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر کر دی

اور نصف حصہ سیب کے معاف کرانے پر طالب ہوئے، بادشاہ نے فرمایا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا کل میرے پاس تشریف لے آئیں میں اس وقت کچھ کہہ دوں گا، بادشاہ کی ایک نہایت ہی خوبصورت حسین وجمیل بیٹی تھی اور بہت سے شہزادوں کی طرف سے پیغام نکاح اس کے لئے آچکے تھے لیکن اس شہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کردیا کرتا تھا کیونکہ بیٹی عبادت گزار اور نیک کاروں کو بہت پسند کرتی تھی اس لئے اس کی یہ خواہش تھی کہ دنیا کے کسی مشہور زاہد سے ان کا نکاح ہو۔

جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہمؒ کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرانے کے لئے بخارا سے یہاں بلخ آیا ہے جب لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کرلیا چنانچہ حضرت ادہمؒ دوسرے دن بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے آپ کو نصف سیب معاف نہیں کروں گا، حضرت ادہم نے کمال انکار کے بعد نکاح قبول کرلیا، چنانچہ بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح ادہم سے کرادیا جب حضرت ادہمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ وپیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی تکلفات کے ساتھ مزین ہے حضرت ادہمؒ ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہوگئے حتی کہ اس حالت میں صبح ہوگئی، اور متواتر سات راتیں اسی طرح گزر گئیں، اور اب تک بادشاہ نے سیب کا نصف حصہ معاف نہیں کیا تھا، آپ نے بادشاہ کو یاد دھانی کرانے کے لئے یہ کہا کہ اب وہ حصہ معاف فرمادیجئے، بادشاہ نے کہا کہ جب تک آپ کا میری لڑکی یعنی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کا اتفاق نہ ہوگا میں معاف نہیں کروں گا آخر کار شب ہوئی اور حضرت ادہمؒ بیوی کے پاس جماع پر مجبور ہوئے، اس کے بعد آپ نے غسل کیا نماز پڑھی، ایک چیخ ماری اور مصلے پر گر پڑے، لوگوں نے دیکھا تو حضرت ادہمؒ انتقال کرچکے تھے، بعد ازاں اس

لڑکی کے بطن سے ادہمؒ کا ایک لڑکا پیدا ہوا، اور وہ ابراہیمؒ بن ادہم تھا (چونکہ حضرت ابراہیم کے نانا بادشاہ کے پاس کوئی لڑکا نہ تھا اسی وجہ سے بادشاہ کے بعد سلطنت حضرت ابراہیمؒ بن ادہمؒ کو ملی، آپؒ کے سلطنت چھوڑنے کا واقعہ مشہور ہے، اور اس کی اصل بھی یہی ہے)۔

(سفر ابن بطوطہ، بحوالہ بکھرتی موتی جلد ۱)

واقعہ نمبر......۲۰۷

شیخ علی کردیؒ کا واقعہ

حضرت شیخ صفی الدین فرماتے ہیں اپنے رسالہ میں میں نے جن بزرگوں کو دیکھا ان میں ایک شیخ علی کردیؒ ہیں۔ آپ میں عشق کی شوریدگی ظاہر تھی اور اہل دمشق پر مالکانہ تحکم فرماتے تھے۔ چنانچہ جب میں تیرہ سال کی عمر میں دمشق پہنچا تو میں بڑے احتشام میں تھا۔ میرے ساتھ غلاموں کی ایک فوج بھی تھی۔ عمدہ لباس بھی تھا۔ عزیز واقارب بھی تھے۔ میں دمشق پہنچنے کے بعد جامع مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آئے ان کا سر بڑا تھا اور بدن پر ایک پھٹی ہوئی کملی تھی اور جامع مسجد کا صحن قطع کرکے باب جیرون سے مقصورہ امام غزالیؒ کے پاس جہاں میں کھڑا تھا آئے اور اپنے ہاتھ جن میں سیب بھرے ہوئے تھے میری طرف بڑھا کر فرمایا اسے لے لو میں ان سے ڈرا اور پیچھے کی طرف ہٹا تو آپ نے سارے سیب ایک ایک کرکے میری طرف کو پھینکے اور چلے گئے اتنے میں شیخ ابولقاسم صقلی آئے وہ بڑے معتبر آدمی تھے ان کے ہمراہ شیخ نجم الدین میرے والد کے ماموں تھے جو دمشق میں مدرس تھے۔ ان سے ہم نے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے سن کر بہت تعجب کیا اور فرمایا اے لڑکے خوش

ہو جاؤ تمہاری کوئی حالت ہونے والی ہے۔ یہ شخص قطب شام ہیں ان کا نام علی کردی ہے تمہاری ضیافت کرنے کے لئے یہ سیب لائے تھے۔ ورنہ یہ کس کی قسمت ہے جو اس کی ضیافت کریں۔ پھر میں اٹھا اور ان کے پاس باب جیرون میں جا کر سلام کیا اور ان کے ہاتھ چومے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور مسکرائے میں نے ان سے حضرت شیخ عتیق کی نسبت دریافت کیا فرمایا وہ اپنے وقت کے امام فن ہیں۔ شیخ مذکور کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک دن امرائے دمشق میں سے ایک شخص بدرالدین سے یہ فرمایا کہ اپنے گھر میں سماع کی محفل منعقد کرو اور فقراء کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے اولاد فقراء کے واسطے جو جامع دمشق میں یا اور کہیں رہتے تھے کھانا پکوایا۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو حضرت شیخ علی کردیؒ بھی تشریف لائے اس کے ایک دالان میں شکر کے پیالے تھے۔ گھر والے سے کہا ان سب کو حوض میں ڈال دو۔ اس نے کہا سب؟ کہا ہاں۔ اس نے سب کو حوض میں ڈال دیا۔ چنانچہ شام تک فقراء شربت پیتے رہے اور سماع سنتے رہے پھر کھانا کھا کر چلے گئے اور حضرت شیخ علی نے گھر والے سے کہا کہ اپنے پیالے نکال لے۔ اس نے نکالے تو سب کے سب ثابت تھے اور شکر بھی بعینہٖ باقی تھی۔ پھر گھر والے سے کہا تو چلا جا اور دروازہ باہر سے بند کر لے اور تین دن سے پہلے یہاں میرے پاس مت آئیو۔ وہ حکم بجا لایا اور انہیں تنہا مکان کے اندر بند کر کے چلا گیا۔ دوسرے دن اس کے گھر والے نے انہیں راستہ میں پھرتے دیکھا۔ انہیں سلام کیا۔ پھر اپنے گھر گیا تو اسے مقفل پایا۔ جب اسے کھولا تو دیکھا کہ فرش کا سنگ مرمر اکثر جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ وہ شخص حضرت کے پاس گیا اور کہا حضرت آپ نے میرے گھر کے فرش کے پتھر کیوں اکھیڑ ڈالے فرمایا اے بدرالدین اچھا آدمی فقیروں کی مہمانی کرے اور حرام کے فرش پر مہمانی کرے انہوں نے کہا۔ حضرت یہ مکان میرے

باپ دادا سے میراث میں آیا ہے۔ حضرت اس پر خفا ہوئے اور ہٹ گئے۔ اس شخص نے شیخ کے علم کشفی اور ان کے فعل پر غور کیا اس وقت اسے یاد آیا کہ ایک بار فرش کا سنگ مرمر اکھاڑا گیا تھا اور درست کیا گیا تھا۔ فوراً اس شخص نے کاریگروں کو بلوایا جنہوں نے اس مکان کو درست کیا تھا اور کہا سچ بتاؤ کہ تم نے فرش لگاتے وقت کیا کیا تھا۔ انہوں نے کہا اس میں ایک عیب رہ گیا ہے ایک کام ہم نے بے موقع کر دیا ہے۔ اس نے کہا جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا اظہار ضروری ہے۔ بیان کرو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا سنگ مرمر تو ہم لوگوں نے بیچا اور جامع مسجد کا سنگ مرمر اس میں لگایا۔

حاصل...... معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے، اور بیشک جو اپنے آپ کو اللہ کے لئے فنا کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی ایک خاص مقام عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کی نرالی شان ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی محبت نصیب فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۳۰۷

یعقوب بن محمد خراسانیؒ اور دو راہبوں کا واقعہ

یعقوب بن محمد خراسانیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر سے سیاحت اور توکل کے ارادہ سے چلا اور اسی حالت میں بیت المقدس تک پہنچا اور تیہ بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک رہا کچھ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچا۔ اسی حالت میں دو راہبوں کو میں نے سیر کرتے دیکھا اور پراگندہ بال اور گرد آلود تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔

انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ کہا ہاں۔ ہم اللہ کے ملک میں اس کے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ملامت کرنے لگا اور کہا یہ دونوں راہب باوجود کافر ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو قائم نہیں ہوتا۔ پھر ان سے کہا تم اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ انہوں نے کہا بہتر ہوگا انشاء اللہ۔ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں اپنے معبود کی جانب متوجہ ہو کر کھڑا ہوا اور مغرب کی نماز میں نے تیمم سے ادا کی۔ وہ مجھے مٹی سے تیمم کرتے دیکھ کر مسکرائے۔ جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ایک نے ان میں سے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف پانی وہاں سے نکلا۔ میں متحیر رہ گیا۔ اور پھر دیکھا تو اس کے دائیں طرف کھانا رکھا ہوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تجھے کیا ہوا جو حیران ہے آگے بڑھ اور اسے کھا جو حلال روزی ہے اور یہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی پی اور اللہ ذوالجلال کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز قضا کی اور وہ پانی زمین میں چلا گیا گویا تھا ہی نہیں۔ پھر وہ اپنی نماز میں مشغول ہوئے۔ حتیٰ کہ صبح ہوئی اور دونوں سفر کے واسطے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ رات تک چلا جب شام ہوئی تو دوسرا راہب آگے بڑھا اور نماز پڑھ کے چپکے سے کچھ دعا کی اور پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی جیسا کہ کل اس کے ساتھی کے کھودنے سے نکلا تھا، نکل آیا اور اس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا ہوا تھا اور مجھ سے کہا آگے بڑھ کر کھاؤ پیو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ ہم نے کھا پی کے نماز کے واسطے وضو کیا اور پانی اسی زمین میں چلا گیا گویا کہ تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب آئی تو انہوں نے کہا اے محمدی یہ رات تیری ہے اور آج باری تیری ہے فرماتے ہیں

کہ مجھے ان کے اس قول سے شرم آئی اور دل میں ایک سخت حالت طاری ہوگئی۔ میں نے کہا انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ پھر ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا اے میرے مالک تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں جن کی وجہ سے تیرے نزدیک میرا رتبہ اور جاہ نہیں ہے اور نہ میرا منہ اس قابل ہے لیکن میں اس وجیہہ کریم بڑے مرتبہ والے محمد علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا آگے بڑھ کر اللہ کے فضل سے کھاؤ۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھایا اور پیا اور ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں رہے کہ میری دوسری باری آئی۔ پھر میں نے پہلے ہی کی طرح دعا کی اور پانی کا چشمہ نکل آیا اور کھانا بھی حاضر ہوگیا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دعا کی تو دو آدمیوں کا کھانا اور انہیں کا پانی آیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ انہوں نے کہا اے محمدی یہ حادثہ تم پر کیوں پیدا ہوا۔ کیا تم اپنے کھانے پینے میں نقصان نہیں دیکھتے ہو۔ میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ امر اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور ہم اس کے حکم اور ارادہ کے نیچے ہیں اور ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو کبھی راحت۔ کبھی سختی ہو کبھی آرام اور کبھی عطا ہو کبھی منع تا کہ ہمارے صبر کی بھی آزمائش ہو جائے۔ انہوں نے کہا اے محمدی تم نے سچ کہا وہ بڑا رب ہے اور اسلام اچھا دین ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ ہم کلمہ شہادت پڑھیں "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ" اور دین اسلام حق اور اس کے سوائے سب باطل ہے۔ میں نے ان سے کہا اے بھائیو کیا تم کسی شہر میں چلو گے تا کہ جمعہ اور جماعت میں شامل ہوسکیں۔ کیونکہ جمعہ حج مساکین ہے انہوں نے مجھ سے کہا یہ اچھی رائے معلوم ہوتی ہے اور

اچھا فعل ہے۔ جب ہم اس ارادہ سے چلے تو سامنے ایک عمارت نظر آئی۔ اندھیری رات تھی، غور سے دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اس میں داخل ہوئے اور ایک مدت تک اس میں مقیم رہے۔ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ہمارا رزق ایسی جگہ سے ہم پہنچتا تھا جس کا گمان بھی نہ تھا۔ حتیٰ کہ دونوں ساتھی وہیں رحمت حق کو پہنچے اور مر گئے۔ (بحوالہ حکایات الصالحین)

حاصل...... بیشک توکل ایک عظیم دولت ہے، اور ایک مؤمن کی شان اور پہچان ہے، جیسا کہ اس واقعہ سے بھی ہمیں سبق ملتا ہے کہ ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر صرف اور صرف اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی متوکلین کی صف میں شامل فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۴۷

زندگی بھر ہاتھ سے خوشبو آنے کی کرامت

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور اس سال سخت گرمی تھی لو چلتی تھی ایک دن جب میں ملک حجاز کے وسط میں تھا قافلہ سے جدا ہو کر کچھ دیر تک سو رہا۔ اچانک ایک شخص سامنے آیا میں جلدی کر کے اس سے ملا وہ ایک کمسن بے ریش لڑکا تھا گویا کی وہ چودویں رات کا چاند تھا دوپہر کا آفتاب تاباں، ناز و کرشمے کے انداز اس سے ظاہر تھے میں نے کہا صاحبزادے السلام علیکم۔ جواب دیا وعلیکم السلام وبرکاتہ اے ابراہیم۔ مجھے سخت تعجب ہوا اور اس حال پر شک گزرا مجھ سے ضبط نہ ہو سکا میں نے کہا سبحان اللہ تو نے مجھے کیسے پہچانا حالانکہ اس وقت سے پہلے کبھی تو نے مجھے نہیں دیکھا؟ کہا اے ابراہیم جب سے میں نے پہچانا جاہل نہ ہوا اور جس

وقت سے ملا جدا نہ ہوا۔ پھر میں نے کہا تو اس بیابان میں اور ایسی سخت گرمی کے موسم میں کیوں آیا جواب دیا اے ابراہیم میں نے بجز اس کے کسی سے دوستی نہیں کی اور نہ کسی کے ساتھ ہوا اور میں ہمہ تن سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف جا رہا ہوں، اسی کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔ میں نے پوچھا کھانا پینا کہاں سے ملتا ہے جواب دیا میرا دوست ضامن ہے، میں نے کہا خدا کی قسم مجھ کو گرمی کی شدت اور موسم کی حرارت سے تیری جان کا خوف ہے۔ اس نے جواب دیا اور آنکھوں اور رخساروں سے موتیوں کی لڑیاں بہائیں اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

اے شخص تو مجھے راہ سختی کے سفر سے ڈراتا ہے حالانکہ میں تو اپنے دوست کے پاس جا رہا ہوں، محبت کھٹکے میں ڈالتی ہے اور شوق ابھارے ہوئے لئے جاتا ہے۔ بھلا خدا کا دوست بھی کسی انسان سے ڈرا ہے، بھوک میں ذکر الٰہی اس کا پیٹ بھرتا ہے اور خدا کے شکر سے اس کی پیاس بجھ جاتی ہے میں ضعیف و ناتواں ہوں تو کیا ہوا۔ آخر اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک اٹھا لے جائے گا کیا اس وقت مجھے چھوٹا جان کر حقیر سمجھتا ہے تو میری ملامت سے باز آ جو کچھ گزرے گزرنے دے۔

وہ بزرگ کہتے ہیں پھر میں نے اس سے کہا تجھے خدا کی قسم اے لڑکے تو اپنی عمر ٹھیک ٹھیک بتلا دے کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر کہا اے ابراہیم کیا وجہ ہے جو تو نے میری عمر پوچھی اور میں نے ٹھیک ٹھیک عمر بتلا دی؟ میں نے کہا میں تیری باتیں سن کر حیران تھا۔ کہا الحمد للہ کہ مجھ کو بہت سے اپنے خاص ایمانداروں پر فضیلت دی۔ کہتے ہیں مجھ کو اس کی خوبصورتی اور شیریں بیانی پر تعجب ہوا۔ پاکی ہے اس خدا کے لئے جس نے ایسی صورت زیبا پیدا کی پھر اس لڑکے نے کچھ دیر تک اپنا سر جھکا لیا اس کے بعد سر اوپر اٹھایا اور مجھے تیز نگاہ سے دیکھا۔ پھر کہا اے ابراہیم دراصل جدا وہ ہے جسے دوست چھوڑ دے اور ملنے والا وہ ہے جس نے

خدا کی فرمانبرداری میں حصہ لیا لیکن اے ابراہیم تو دونوں قافلوں سے الگ ہے میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی ہوں اور خدا کے لئے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے حق میں دعا کرتا کہ میں قافلہ میں اپنے ہمراہیوں سے مل جاؤں۔ابراہیم کہتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور اپنے لب ہلا کر کچھ کہا اس وقت مجھے کچھ نیندسی معلوم ہوئی اور میں بیہوش ہو گیا۔ جب مجھ کو ہوش آیا تو اپنے قافلہ میں پایا اور میرا ساربان کہتا تھا اے ابراہیم سنبھلے رہو سواری سے نہ گرو مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ لڑکا آسمان کو اڑ گیا یا زمین میں سما گیا۔ پھر ہم جب اہل قافلہ مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا میری نظر اچانک ایک لڑکے پر پڑی جو خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ ے رورہا ہے۔اس کے بعد وہ خود بخود سجدہ میں گر پڑا اور میں دیکھتا ہی رہا۔ پھر میں اس کے پاس آیا اور اس کو ہلایا تو وہ جان بحق ہو چکا تھا۔ خدا اس سے راضی ہو۔

مجھے اس پر سخت رنج اور افسوس ہوا میں اپنی قیام گاہ میں واپس گیا اور کپڑا اور ضروریات کی چیزیں اس ارادے سے کہ اس کو دفن کروں ساتھ لے کر واپس آیا۔مگر میں نے اس کو نہ پایا اور نہ کسی نے خبر دی کہ اس نے اسے زندہ یا مردہ دیکھا ہو تو میں نے جان لیا کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ کیا گیا ہے اور میرے سوا کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ میں اپنے مکان پر واپس آیا اور کچھ دیر سویا اس کے بعد خواب میں اسے دیکھا ایک بڑی جماعت میں سب سے اول سردار نہایت بیش و بہا نورانی پوشاک پہنے ہوئے جس کی ثنا وصفت بیان میں نہیں آسکتی۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو ہمارا دوست نہیں کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا کیا تو مرا نہیں؟ کہا ہاں یہ درست ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم تجھ کو دفن کرنے کے لئے میں نے بہت تلاش کیا اور چاہا کہ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں۔کہا اے ابراہیم تو جان لے کہ جس نے مجھے میرے

شہر سے نکالا اور اپنی محبت کا شائق کیا اور میرے گھر والوں سے جدا کر کے مسافر بنایا اسی نے مجھے کفن دیا اور جو حاجت مجھے تھی پوری کی۔ میں نے کہا خدائے کریم نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے اپنے روبرو کھڑا کیا اور فرمایا تیری کیا مراد ہے میں نے عرض کیا خداوندا تو ہی میری مراد اور آرزو ہے۔ پھر فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے اور تیرے لئے میرے پاس یہ ہے کہ جو کچھ تو چاہے تجھ سے نہ چھپاؤں۔ پھر میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ جس زمانہ میں میں ہوں ان لوگوں کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ حکم ہوا میں نے سفارش منظور کی حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں پھر اس لڑکے نے مجھ سے عالم خواب میں مصافحہ کیا، اس کے بعد میں جاگ اٹھا صبح کو اٹھ کر جو کچھ میرے ذمہ ارکان حج واجب تھے ادا کیے مگر میرے دل کو کسی طرح قرار نہ تھا۔ اس لڑکے کی یاد اور غم و افسوس ہر وقت تھا پھر میں تمام حاجیوں کے ہمراہ واپس ہوا راستہ کے دوران ہر شخص یہی کہتا تھا اے ابراہیم تیرے ہاتھ کی خوشبو سے سب لوگ حیران ہیں راوی کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے ہاتھوں سے وہ خوشبو ان کی زندگی بھر آتی رہی۔

حاصل...... اندازہ کیجئے کہ اہل اللہ لوگوں کی کیسی عظیم شان ہوتی ہے سچ ہے اللہ ہی کی محبت کام آئے گی، زہے نصیب جسے اللہ کی محبت مل گئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اپنی محبت عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۷۵

سلطان نورالدین زنگیؒ کا ایمان افروز واقعہ

سلطان نورالدین ایک عابد شب بیدار تھا۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا

فرماں روا ہونے کے باوجود ایسا مردِ درویش تھا، جس کی راتیں مصلیٰ پر گزرتی تھیں اور دن میدانِ جہاد میں۔ وہ عظمت و کردار کا ایک عظیم پیکر تھا، جس نے اپنی نوکِ شمشیر سے تاریخ اسلام کا ایک روشن باب لکھا۔ سلطان نور الدین زنگی رات کا بیشتر حصہ عبادات و مناجات میں گزارتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ نماز عشاء کے بعد بکثرت نوافل پڑھتا اور پھر رسول اکرم ﷺ پر سینکڑوں مرتبہ درود بھیج کر تھوڑی دیر کے لیے بستر پر لیٹ جاتا۔ چند ساعتوں کے بعد پھر نماز تہجد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا اور صبح تک نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتا۔

۵۵۷ھ، ۱۱۶۲ء کی ایک شب وہ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹا تو خواب میں تین بار رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سلطان نے متواتر تین رات حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ ہر مرتبہ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا: نور الدین! یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں، ان کے شر کا استیصال کر، نور الدین یہ خواب دیکھ کر سخت مضطرب ہوا۔ بار بار استغفار پڑھتا اور رو رو کر کہتا میرے آقا و مولا کو میرے جیتے جی کوئی ستائے، یہ نہیں ہو سکتا۔ میری جان مال آل و اولاد سب آقائے مدنی پر نثار ہے۔ خدا اس دن کے لیے نور الدین کو زندہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ غلام کو یاد فرمائیں اور وہ دمشق میں آرام سے بیٹھا رہے۔ سلطان نور الدین بے چین ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں ضرور کوئی ایسا ناشدنی واقعہ ہوا ہے، جس سے سرورِ کونین کی روح اقدس کو تکلیف پہنچی ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی اس نے بیس اعیان دولت کو ساتھ لیا اور بہت سا خزانہ گھوڑوں پر لدوا کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اہل دمشق سلطان کے یکا یک عازم سفر ہونے سے بہت حیران ہوئے لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ اصل بات کیا ہے؟

دمشق سے مدینہ منورہ پہنچنے میں عام طور پر بیس پچیس دن لگتے تھے، لیکن سلطان نے یہ فاصلہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ طے کیا اور سولہویں دن مدینہ منورہ جا پہنچا۔ اہل مدینہ اس کی اچانک آمد پر حیران رہ گئے۔ سلطان نے آتے ہی شہر میں آنے جانے کے دروازے بند کرادیے، پھر منادی کرادی کہ آج تمام اہل مدینہ اس کے ساتھ کھانا کھائیں۔ تمام اہل مدینہ نے نہایت خوشی سے سلطان کی دعوت قبول کی۔ اس طرح مدینہ منورہ کے تمام لوگ سلطان کی نظر سے گزر گئے، لیکن ان میں وہ آدمی نہیں تھے، جن کی شکلیں اسے خواب میں دکھائی گئیں تھیں۔

سلطان نے اکابر شہر سے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا، جو کسی وجہ سے دعوت میں شریک نہ ہو سکا ہو، انہوں نے عرض کی کہ اہل مدینہ میں سے تو کوئی شخص ایسا نہیں رہا، جو دعوت میں شریک نہ ہوا ہو۔ البتہ دو خدارسیدہ مغربی جو مدت سے یہاں مقیم ہیں نہیں آئے۔ یہ دونوں بزرگ عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اگر کچھ وقت بچتا ہے تو جنت البقیع میں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اس کے سوا وہ کسی سے ملتے ملاتے نہیں۔ سلطان نے حکم دیا ان دونوں کو بھی ضرور یہاں لاؤ، جب وہ دونوں سلطان کے سامنے حاضر کئے گئے، تو اس نے ایک نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی دو آدمی ہیں، جو اسے خواب میں دکھائے گئے تھے۔ انہیں دیکھ کر سلطان کا خون کھول اُٹھا ،لیکن تحقیقِ حال ضروری تھی، کیونکہ ان کا لباس زاہدانہ اور شکل وصورت مومنوں کی تھی۔ سلطان نے ان دونوں سے پوچھا کہ تم دونوں یہاں کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ روضہ اقدس کے قریب ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے اور اسی میں ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ سلطان نے ان دونوں کو وہیں اپنے آدمیوں کی نگرانی میں چھوڑا اور خود اکابر شہر کے ہمراہ اس مکان میں جا پہنچا، یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا، جس میں نہایت مختصر سامان مکینوں کی زاہدانہ زندگی کی شہادت دے رہا

تھا۔اہل شہران دونوں کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور بظاہر کوئی چیز قابل اعتراض نظر نہیں آتی تھی، لیکن سلطان کا دل مطمئن نہیں تھا۔اس نے مکان کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھنا شروع کیا۔یکا یک سلطان کو ایک چٹائی کے نیچے فرش ہلتا ہوا محسوس ہوا۔چٹائی ہٹا کر دیکھا تو ایک چوڑی سِل تھی، اسے سرکایا گیا تو ایک خوف ناک انکشاف ہوا۔یہ ایک سرنگ تھی، جو روضہ اقدس کی طرف جاتی تھی۔سلطان سارا معاملہ آناً فاناً سمجھ گیا اور بے اختیار اس کے منہ سے صدق اللّٰہ و صدق رسولہ النبی الکریم نکلا۔سادہ مزاج اہل مدینہ بھی ان بھیڑ نما بھیڑیوں کی یہ حرکت دیکھ کر ششدر رہ گئے، سلطان اب قہر وجلال کی مجسم تصویر بن گیا اور اس نے دونوں ملعونوں کو پابہ زنجیر کر کے اپنے سامنے لانے کا حکم دیا، جب وہ سلطان کے سامنے پیش ہوئے، تو اس نے ان سے نہایت غضبناک لہجہ میں مخاطب ہوکر پوچھا سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟ اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ دونوں ملعونوں نے نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے جواب دیا، اے بادشاہ ہم نصرانی ہیں (بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دونوں یہودی تھے) اور اپنی قوم کی طرف سے تمہارے پیغمبر کی لاش چرانے پر مامور ہوئے ہیں۔ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی کارِ ثواب نہیں ہے، لیکن افسوس کہ عین اس وقت جب ہمارا کام بہت تھوڑا باقی رہ گیا تھا، تم نے ہمیں گرفتار کرلیا۔ایک روایت یہ ہے کہ یہ سرنگ حضرت عمر کے جسد مبارک تک پہنچ چکی تھی، یہاں تک کہ ان کا ایک پاؤں ننگا ہو گیا تھا۔سلطان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔اس نے تلوار کھینچ کر ان دونوں بدبختوں کی گردنیں اڑادیں اور ان کی لاشیں بھڑکتی ہوئی آگ کے الاؤ میں ڈلوادیں۔یہ کام انجام دے کر سلطان پر رقت طاری ہوگئی اور شدت گریہ سے اس کی گھگی بندھ گئی، وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں روتا گھومتا اور کہتا تھا "زہے نصیب کہ اس خدمت کے لیے حضور ﷺ نے اس غلام

کا انتخاب فرمایا" جب ذرا قرار آیا تو سلطان نے حکم دیا کہ روضہ نبوی ﷺ کے گرد ایک گہری خندق کھودی جائے اور اسے پگھلے ہوئے سیسے سے پاٹ دیا جائے۔ سلطان کے حکم کی تعمیل میں روضہ اطہر کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھودی گئی کہ زمین سے پانی نکل آیا، اس کے بعد اس میں سیسہ بھر دیا گیا تا کہ زمانہ کی دستبرد سے ہر طرح محفوظ رہے۔ یہ سیسے کی دیوار روضہ اقدس کے گرد آج بھی موجود ہے اور انشاء اللہ ابد تک قائم رہے گی۔ آج بھی اہل مدینہ سلطان نور الدین کا نام نہایت محبت اور احترام سے لیتے ہیں اور ان کا شمار ان نفوس قدسی میں کرتے ہیں، جن پر سید البشر نے خود اعتماد کا اظہار فرمایا اور ان کے محب رسول ہونے کی تصدیق فرمائی۔ یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

(بحوالہ "نور الدین محمود زنگی" از طالب ہاشمی)

حاصل...... اللہ کی محبت کی طرح اللہ کے نبی ﷺ کی محبت بھی ایک عظیم دولت ہے، عشق رسالت جسے مل گیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا، ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے دل میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اپنے اللہ کی محبت رکھیں آمین یا رب العلمین۔
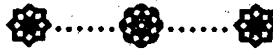
واقعہ نمبر......۷۶

ایک نوجوان لڑکی کا عجیب سبق آموز واقعہ

محمد بن حسین بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کو گیا میں اتفاق سے مکہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا لڑکی کا رنگ متغیر ہو رہا تھا بدن بہت لاغر لیکن اسکے چہرے پر ایک نورانی چمک تھی وہ بوڑھا پکار رہا تھا کہ کوئی اس لڑکی کا خریدار ہے کوئی ہے جو اس کو پسند کرے کوئی ہے جو بیس

اشرفیوں سے اس کی قیمت زیادہ دے اس شرط پر کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں میں نے اس شیخ کے قریب جا کر پوچھا کہ اس باندی کی قیمت کا حال تو معلوم ہو گیا اس میں عیب کیا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ لڑکی پاگل ہے ہر وقت غمزدہ رہتی ہے رات بھر نماز پڑھتی ہے دن بھر روزہ رکھتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے ہر جگہ بالکل تنہائی پسند کرتی ہے جب میں نے اس کی بات سنی تو وہ لڑکی مجھے پسند آ گئی اور میں نے اس کو خرید لیا اور اپنی قیام گاہ پر گیا میں نے اس کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے پھر اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگی کہ میرے چھوٹے آقا آپ کا وطن کہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میں نے کہا عراق ہے کہنے لگی کون سا عراق بصرہ یا کوفہ میں نے کہا دونوں میں نہیں کہنے لگی تو کیا آپ بغداد کے رہنے والے ہیں میں نے کہا ہاں کہنے لگی واہ واہ وہ تو عابدوں کا شہر ہے زاہدوں کا شہر ہے مجھے تعجب ہوا کہ یہ باندی ایک کوٹھی سے دوسری کوٹھی میں جانے والی اس کو عابدوں اور زاہدوں کی کیا خبر میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ تو ان میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے کہنے لگی مالک بن دینارؒ کو بشر حافیؒ کو صالح مریؒ کو ابو حاتم سجستانیؒ کو معروف کرخیؒ کو محمد بن حسین بغدادیؒ کو رابعہ عدویہؒ شعوانہؒ کو میمونہ کو میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا کہنے لگی اے جوان میں ان کو کیسے نہ جانوں خدا کی قسم یہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں پھر اس نے چار شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے: یہ قوم وہ لوگ ہیں جن کے فکر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے پس ان کے لئے کوئی فکر ہی کسی اور کا نہیں رہا ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولیٰ اور انکا سردار ہے کیا ہی بہترین مقصد ہے جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے ہے۔ نہ تو دنیا ان سے الجھتی ہے اور نہ کھانوں کی عمدگی نہ دنیا کی لذت نہ ان کی اولاد نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے نہ مال کی روز افزوں زیادتی نہ

تعداد کی کثرت اس کے بعد میں نے کہا اے لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں کہنے لگی میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ تم سے کہیں میری ملاقات ہو جائے تمہاری وہ دلکش آواز کیا ہوئی جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور سننے والوں کی آنکھیں اس سے بھر جایا کرتی تھیں میں نے کہا بحالہ موجود ہے کہنے لگی خدا کی قسم مجھے کچھ قرآن پاک سنادو میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئی میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا تو کہنے لگی جس کے نام کا یہ اثر ہے اگر میں اس کو پہچان لوں اور جنت میں اس کو دیکھ لوں گی تو کیا حال ہوگا۔ پھر کہنے لگی اچھا پڑھیے اللہ جل شانہ، آپ پر رحم کرے میں نے یہ آیت پڑھی۔ **اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْن اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْن** ''جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے کہ ان کا جینا مرنا ایک سا ہو جائے (جو ایسا گمان کرتے ہیں) بہت بری تجویز کر رہے ہیں۔'' یہ آیت سن کر وہ کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے نہ کبھی کسی کی پرستش کی نہ کسی صنم کو بوسہ دیا اور کچھ پڑھیے اللہ آپ پر رحم کرے میں نے پڑھا۔ **اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا** ''بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گی اور اگر وہ لوگ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کے تلچھٹ کی طرح (بدہیئت) ہوگا (اور ایسا سخت گرم) مونہوں کو جلائے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور (جہنم) کیا ہی برا ٹھکانہ ہوگا۔'' وہ کہنے لگی تم نے اپنے دل پر نا امیدی لازم کر دی ہے

اپنے دل کو امید اور خوف کے درمیان معطر کرو کچھ اور پڑھو اللہ جل شانہ آپ پر رحم کرے تو میں نے پڑھا:۔ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ" بہت سے چہرے اس دن خنداں وشاداں ہوں گے۔" اور یہ پڑھا: وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. بہت سے چہرے اس دن بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔" اس پر وہ کہنے لگی۔ ہائے مجھے اس دن اس کی ملاقات کا کتنا اشتیاق ہوگا جس دن وہ اپنے دوستوں کے لئے تجلی فرمائے گا۔ کچھ اور پڑھئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میں نے یہ آیت پڑھی۔ يطوف عليهم ولدن مخلدون باكواب واباريق وكاس من معين لا يصدعون عنها ولا ينزفون. چند آیتیں لِاَصْحَابِ الْيَمِيْن تک یعنی سورہ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم تک پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ" ان (اعلیٰ درجہ والوں) کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیز لے کر ہمیشہ آتے جاتے رہیں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسے گلاس جو بہتی ہوئے شراب سے بھر گئے ہوں کہ نہ اس شراب سے ان کو سر کا درد ہوگا (یعنی چکر آئیگا) نہ عقل میں فتور آئے گا اور ایسے میوے لے کر آئیں گے جن کو یہ لوگ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو اور ان کے لئے خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی جیسا کی (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی یہ سب کچھ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (یہ لوگ جنت میں) نہ بک بک سنیں گے نہ کوئی اور بیہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز (ہر طرف سے) آئے گی اور (نمبر دو کے حضرات) جو داہنے والے ہیں (یعنی ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملے ہیں) وہ داہنے بھی کیسے اچھے آدمی ہیں وہ ان باغوں میں رہیں گے جہاں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہونگی اور تہ بتہ کیلے لگے ہونگے اور بہت لمبا سایہ ہوگا اور بہتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم

ہونگے اور نہ انہیں کسی قسم کی روک ٹوک ہوگی (جتنا جس کا دل چاہے کھائے اور اونچے اونچے فرش ہوں گے اور ان کے لئے بھی عورتیں ہوں گی جن کو) ہم نے خاص طور سے بنایا کہ وہ (ہمیشہ ہمیشہ) کنواریاں ہی رہیں گہ (یعنی صحبت کے بعد بھی کنواری بن جائے گی) اور (ناز وانداز کے لحاظ سے) محبوبہ ہوں گی اور (جنت والوں کی) ہم عمر ہونگی اور یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں۔'' پھر وہ لڑکی مجھ سے کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تم نے بھی حوروں سے منگنی کی ہے۔ کچھ ان کے مہروں کے واسطے بھی خرچ کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے بتا دے ان کا مہر کیا ہوگا میں تو فقیر آدمی ہوں۔ کہنے لگی رات کو تہجد پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا۔ فقراء ومساکین سے محبت رکھنا اس کے بعد اس باندی نے چھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اے وہ شخص جو حوروں سے انکے پردے میں منگنی کرتا ہے اور ان کے عالی مرتبے کے باوجود ان کا طالب ہے کوشش کے ساتھ کھڑا ہو جا سستی ہرگز نہ کر نفس سے مجاہدہ کر اس کو صبر کا عادی بنا رات کو تہجد پڑھا کر دن کو روزہ رکھا کر یہ ان کا مہر ہے۔ اگر تیری دونوں آنکھیں ان کو اس حال میں دیکھ لیں جب کہ وہ تیری طرف متوجہ ہو رہی ہوں اور ان کے سینوں پر اناروں کی طرح سے ان کے پستان ابھر رہے ہوں اور وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ چل رہی ہوں اور ان کے سینوں پر چمکتے ہوئے ہار پڑے ہوئے ہوں۔ تو اس وقت تیری نگاہ میں یہ دنیا کی جتنی زیب وزینت ہے ساری ہی سبک بن جائے۔ یہ اشعار پڑھ کر اس کو بیہوشی طاری ہوگئی۔ میں نے پھر اس کے چہرے پر پانی وغیرہ چھڑکا تو اس کو افاقہ ہوا اور اس نے کچھ شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے اللہ تو مجھے عذاب سے بچائیو بے شک میں اپنے گناہ کا جو مجھ سے صادر ہوئے اقرار کرنے والی ہوں۔ تو نے کتنی کثرت سے میری خطاؤں کی لغزش معاف فرمائی ہے تو بڑا فضل والا ہے، بڑا احسان والا ہے۔ لوگ مجھے اچھا آدمی گمان کرتے

ہیں۔لیکن اگر تو میری خطائیں معاف نہ کر دے تو میں بدترین آدمی ہوں۔میرے لئے کوئی تدبیر نہیں اس کے سوا کہ تیری بخشش کی امید ہے اور تیرے ساتھ مجھے حسن ظن ہے (کہ تو ضرور کرم کرے گا۔) یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہوگئی میں جب اس کے قریب پہنچا تو وہ مر چکی تھی مجھے اس کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا میں اٹھ کر بازار گیا کہ اس کی تجہیز اور تکفین کا سامان خرید کر لاؤں جب میں بازار سے لوٹا تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہوئی معطر نعش رکھی ہوئی تھی دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا جو جنت کا لباس تھا.......... کفن میں دو سطریں نور سے لکھی ہوئی تھیں پہلی سطر پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا دوسری یہ آیت **الآ اِنَّ اَولِیآ ءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیھِم ولَا ھُم یَحزَنُون** ''خبردار رہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے نہ غمگین ہوتے ہیں'' میں اور میرے ساتھی اس کے جنازے کو اٹھا کر لے گئے۔ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا اور اس کی قبر پر سورہ یٰسین شریف پڑھ کر اپنے حجرے میں چلا آیا میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے دل اس کے فراق سے غمگین تھا واپس آکر میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو گیا خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنت میں پھر رہی ہے نہایت مہکتے ہوئے زعفران کا باغیچہ ہے ریشم کے اور استبرق کے جوڑے پہن رہی ہے اس کے سر پر ایک موتیوں سے جڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سرخ یاقوت کے جوتے ہیں مشک وعنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے اس کا چہرا شمس اور قمر سے زیادہ روشن ہے میں نے کہا اے لڑکی ذرا ٹھر تو یہ تو بتا دے یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا کہنے لگی فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مسلمانوں کے راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینے سے پھر اس نے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں رات کو جاگتی ہوں اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے اور کسی دن اپنی

کوتاہیوں پر نوحہ کرلیا کرے اور اپنی خطاؤں پر رولیا کرے اور شب کو اکیلا کھڑا ہو کر اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شماری کرتا ہو اس حال کی حق تعالیٰ شانہ کی نگاہ حفاظت کررہی ہو۔ (بحوالہ فضائل حج)

حاصل...... بیشک خواتین بھی اگر چاہیں تو اللہ کی نظر میں ایک خاص مقام حاصل کرسکتی مندرجہ بالا واقعہ سے ہماری ماؤں بہنوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۷۷

ایک بہادر ماں کا واقعہ

میدان جہاد کی طرف سے شوق بڑھنے کے سلسلے میں علامہ ابن نحاسؒ نے اپنی کتاب مشارع الاشواق میں ایک عجیب قصہ ذکر کیا ہے جو عبرتوں اور شوق جہاد وشوق شہادت سے پر ہے فرمایا کہ: شہر بصرہ میں شوق جہاد اور عبادت کے جذبہ میں عورتیں مشہور تھیں ان میں سے ایک عورت اُم ابراھیم ھاشمیہ بھی تھیں، دشمن نے اس وقت مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد پر حملہ کردیا، مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے اور شوق جہاد دلانے کے لئے ایک مہم شروع ہوئی، انہیں ترغیبی خطبات میں شیخ عبد الواحد بن زید بصریؒ نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا اور شوق دلایا، اس مجلس وعظ میں ام ابراھیم بھی حاضر تھیں شیخ عبدالواحد نے اپنی تقریر کے دوران مجاہدین اور شہداء کے لئے جنت کی نعمتوں میں حوروں کا تذکرہ بھی کیا اس مؤثر تذکرہ میں انہوں نے حوروں کے حسن و جمال عظمت وکمال پر ایک قصیدہ بھی پڑھا جس سے لوگ جنونی حد تک جذباتی ہو گئے اور مجمع میں شوق شہادت کا ایک زلزلہ برپا ہو گیا، مجمع میں ام

ابراھیم کو دیکھتی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگیں اے ابو عبید! آپ کو خوب معلوم ہے کہ بصرہ کے بڑے بڑے رئیس میرے بیٹے ابراہیم کو اپنی بیٹیوں کا پیغام نکاح دے چکے ہیں لیکن میں نے ابرہیم کے لئے کسی پیغام کو قبول نہیں کیا۔ لیکن آپ نے جس لڑکی اور حور کا تذکرہ کیا ہے اس نے تو مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے اب میں اپنے بیٹے ابراہیم کی شادی اسی لڑکی سے کراؤں گی مگر آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کے حسن و جمال اور عظمت و کمال کو ذرا پھر دھرا لیجئے، شیخ عبدالواحد نے حور کی صفت میں پھر ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"روشنیوں کی بنیاد اس حور کے روشن چہرے سے پڑی ہے، اور اس کے خالص عطر کی آمیزش تمام خوشبوؤں میں آئی ہے۔" "اگر یہ حور اپنے جوتے سے ریت کو بھی روند ڈالے، تو بغیر بارش تمام اطراف گھاس سے ہرے بھرے ہو جائیں گے۔" "اگر یہ حور اپنے شہد جیسے لعاب کو سمندر میں تھوک دے، تو خشکی کی تمام مخلوق کے لئے سمندر کا پانی میٹھا ہو جائے گا۔" "اس کے رخسار پر جب کسی کی نگاہ پڑتی ہے تو قریب ہے کہ دل کی خیالی تصور کی وجہ سے یہ نگاہ رخسار میں زخم کر دے۔"

ان اشعار کو سن کر اس دفعہ تو لوگ تڑپ اٹھے اور ام ابراہیم پھر سامنے آئیں اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی۔ اے ابو عبید! اس لڑکی کی جمال آراء نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔

میں اپنے بیٹے کے لئے اس لڑکی کو بطور دلہن پسند کرتی ہوں تو کیا آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح میرے بیٹے سے کرا دیں اور مہر مجھ سے دس ہزار دینار قبول کر لیں؟ پھر میرا لخت جگر آپ کے ساتھ اس غزوہ میں چلا جائے گا شاید کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو شہادت کے عالی رتبہ سے نواز دے اور یہ لڑکا اپنے والد اور میرے لئے قیامت کے روز شفاعت کرنے والا بن جائے شیخ عبدالواحد نے فرمایا

کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ اور آپ کا لڑکا اور لڑکے کا باپ کامیاب ہو جائیں گے، اس کے بعد ام ابراہیم نے اپنے لخت جگر کو آواز دے کر فرمایا کہ اے پیارے بیٹے! کیا آپ کو مذکورہ صفت سے متصف یہ لڑکی اس شرط پر قبول ہے کہ اس کے مہر کے عوض اللہ کے راستے جہاد میں اللہ کے لئے جان دے دو گے اور آئندہ کوئی گناہ نہیں کرو گے؟ نوجوان ابراہیم نے کہا کہ امی جان! قسم بخدا میں اس پر بہت خوش ہوں اس کے بعد لڑکے کی والدہ نے اللہ کے سامنے یہ دعا مانگی: اے مولائے کریم! میں تجھے گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اپنے لڑکے کا نکاح اس حور سے کیا اس شرط پر کہ میرا لڑکا اپنی جان کو تیرے راستے میں قربان کر دے گا اے الرحم الراحمین! میرے اس لخت جگر کو میری طرف سے قبول فرما۔

اس کے بعد ام ابراہیم چلی گئی اور دس ہزار دینار لے آئی اور شیخ عبدالواحد سے کہنے لگی اے ابوعبید! یہ اس لڑکے کا مہر ہے یہ لیجئے اور مجاہدین کے اہم کاموں میں خرچ کیجئے یہ کہہ کر ام ابراہیم گھر واپس آئی اور ایک عمدہ گھوڑا اپنے بیٹے کے لئے خرید لیا اور نیا عمدہ اسلحہ تیار کیا اور اپنے شہزادے بیٹے کو روانہ فرمایا۔

جب شیخ عبدالواحد جہاد کے لئے نکل پڑے تو نوجوان ابراہیم بھی دوڑے دوڑے جا رہے تھے اور قاری حضرات قرآن کریم کی یہ آیت خوشحالی سے پڑھ رہے تھے:

﴿انَّ اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واَموَالَھم بِاَنَّ لَھُم الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُونَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُونَ وَیُقْتَلُونَ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے اس کی جان اور اس کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔“

راوی کا بیان ہے کہ جب ماں نے اپنے بیٹے کو رخصت کرنا چاہا تو ان کو کافور

میں معطر ایک کفن دیا اور اپنے لخت جگر سے فرمانے لگی کہ اے میرے پیارے بیٹے جب میدان کارزار میں دشمنوں سے مقابلہ شروع ہو جائے تو آپ یہ کفن زیب تن فرمائیں لیکن یاد رکھنا کہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ تجھے کوتاہی یا سستی کرنے والا نہ پائے پھر اس بہادر ماں نے اپنے گوشہ جگر کو سینے سے لگا کر اس کی پیشانی کو چوما اور فرمایا کہ میرے لخت جگر! اللہ تعالیٰ میری اور تیری ملاقات دنیا میں نہیں بلکہ اپنے ہاں میدان قیامت میں کرائے۔

شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ جب ہم دشمن کے علاقے میں پہنچ گئے اور عمومی تعارض کا اعلان ہو گیا اور لوگ کھلے میدان میں نکل آئے تو ابراہیم سب سے اگلے مورچہ میں کھڑا تھا اس نے غضب کی جنگ لڑی اور میدان کارزار میں دشمنوں کے چھکے چھڑائے کئی کفار کو واصل جہنم کیا اور مسلسل پیش قدمی میں لڑتے رہے حتیٰ کہ دشمن کے بہت سارے لوگوں نے ان کو نرغے میں لے کے شہید کر دیا۔

شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ جب ہم نے بصرہ واپس آنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو بیٹے کی شہادت کی خبر اس وقت تک مت دو کہ میں خود جا کر اس کی تعزیت کروں اور تسلی دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے صبر ہو جائے اور اس کا اجر خراب ہو جائے شیخ فرماتے ہیں کہ جب ہم فاتحین کی حیثیت سے واپس آئے اور بصرہ میں داخل ہونے لگے تو بصرہ کے سارے لوگ ہمارے استقبال کے لئے امنڈ آئے انہیں لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی آ گئیں۔ جب اس نے مجمع دیکھا تو کہنے لگیں اے ابوعبیدہ! یہ تو بتاؤ کہ میرا ھدیہ قبول ہو گیا کہ نہیں؟ اگر قبول ہو گیا تو میں لوگوں سے مبارکباد لوں اور اگر ھدیہ رد ہو گیا ہے تو میں لوگوں سے تعزیت وصول کروں، شیخ نے فرمایا کہ قسم بخدا تیرا ھدیہ اور تیری قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما دیا ہے تیرا بیٹا شہداء کے ساتھ زندہ تابندہ کھا پی رہا ہے اس پر ام ابراہیم

سجدۂ شکر میں گر پڑیں اور فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے گمان اور میرے ارادہ کو نا کام نہیں بنایا بلکہ میری قربانی کو قبول فرمایا یہ کہہ کرام ابراہیم واپس چلی گئیں رات گزار کر اگلی صبح سویرے ام ابراہیم شیخ عبدالواحد کے پاس آئیں اور زور سے کہا السلام علیک یا ابا عبید! بشراک ،اے ابوعبید تجھ پر سلامتی ہو میں تجھے ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں شیخ نے کہا اللہ تجھے خوش رکھے کیا قصہ ہے ام ابراہیم نے کہا کہ میں نے رات کو اپنے لخت جگر ابراہیم کو ایک نہایت خوب صورت باغ میں دیکھا وہ ایک سبز رنگ کے خیمے میں موتیوں کے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر ایک عمدہ تاج تھا اور وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔امی جان! مبارک ہو،مہر قبول کرلیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہوگئی۔ (از فضائل جہاد)

حاصل...... بیشک جذبہ جہاد جسے نصیب ہوجائے وہ عظیم ہے،وہ پھر دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے محبت کرتا ہے،اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لیتے ہیں ،اللہ کرے ہمیں بھی یہ عظیم جذبہ حاصل ہوجائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۷۸

ایک لونڈی کی اللہ کی محبت میں شان کا سبق آموز واقعہ

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں ایک رات مجھے نیند نہ آئی میں نہایت درجہ بے چین رہا۔میں آنکھ تک بند نہ کرسکا باوجود اسکے کہ اس رات تہجد سے بھی محروم رہا۔جب فجر کی نماز پڑھ چکا تو گھر سے نکلا کسی طرح مجھ کو اطمینان نہ ہوا۔پھر میں جامع مسجد میں ٹھہر گیا اور ایک واعظ کا وعظ سننے لگا تاکہ کچھ دل کو راحت ہو۔میں نے اپنے دل کو پایا

کہ اس کی سختی بڑھتی جاتی ہے میں وہاں سے چل دیا۔ دوسرے واعظ کے پاس ٹھرا وہاں بھی دل کا اضطراب کم نہ ہوا پھر میں نے اپنے دل سے کہا دل کے معالجوں کے پاس جاؤں اور جو لوگ محبّ کو محبوب کی راہ بتلاتے ہیں ان سے ملوں پھر بھی میرے دل کو قرار نہ ہوا اور سختی بڑھتی گئی۔ پھر میں نے کہا اب میں کوتوالی میں جاؤں وہاں لوگوں کو کچھ سزا پاتے دیکھ کر شائد کچھ عبرت ہو۔ مگر وہاں بھی دل کی سختی کم نہ ہوئی پھر میں نے کہا چلو قید خانے کو شائد ان لوگوں کو جو مبتلائے عذاب ہیں دیکھ کر دل ڈرے۔ جب میں قید خانہ میں داخل ہوا اپنے دل کو کھلا پایا اور میرا سینہ کشادہ ہوا۔ ایک لونڈی خوبصورت قیمتی اوڑھنی اوڑھے ہوئے نظر آئی اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آتی تھی۔ پاک نظر نیک دل تھی۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں جب مجھ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ بغیر گناہ کئے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن میں لٹکا دی اور ان ہاتھوں نے کبھی خیانت نہ کی نہ چوری کی۔ میرے پہلو میں جگر ہے۔ میں جانتی ہوں وہ جل گیا۔ قسم تیرے حق کی اے دل کی مراد! میں سچی قسم کھاتی ہوں اگر تو میرے دل کے ٹکڑے کر ڈالے، تیرے حق کی قسم کبھی تجھ سے نہ پھرے گا۔ شیخ سریؒ فرماتے ہیں میں نے داروغہ سے دریافت کیا۔ یہ کون ہے۔ کہا لونڈی ہے دیوانی ہوگئی ہے اسکے مالک نے یہاں قید کیا ہے تا کہ درست ہو جائے۔ جب اس لونڈی نے داروغہ کا کلام سنا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ شیخ سری فرماتے ہیں میں نے اس سے ایسی باتیں سنیں جنہوں نے مجھے بے چین کر دیا مجھ کو غم دیا جلایا رلایا۔ جب لونڈی نے میرے آنسو دیکھے تو کہا اے سری تمہارا یہ رونا اس کی صفت سن کر ہے کیا حال ہوگا اگر تم اس کو پہچان لو۔ پھر ایک ساعت بیہوش رہی جب ہوش آیا میں نے کہا اے لونڈی جواب دیا لبیک اے سری، میں نے کہا مجھ کو

تو نے کیسے پہچانا؟ کہا جب سے مجھ کو معرفت حاصل ہوئی جاہل نہیں رہی، اور جب سے خدمت کی سست نہ ہوئی، اور جب سے وصل ہوا جدا نہ ہوئی اور مرتبے والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ سے سنا ہے کہ تو محبت کرتی ہے تیرا دوست کون ہے۔ کہا جس نے اپنے محبوں کے ساتھ مجھ کو معرفت دی اور اپنے بڑی عطا کے ساتھ سخاوت کی وہ دلوں کے پاس ہے۔ محبوں کے طلب گار کا دوست ہے۔ سنتا جانتا ہے۔ پیدا کرنے والا حکمت والا ہے۔ سخی، کریم، بخشنے والا رحیم ہے میں نے پوچھا یہاں تجھے کس نے قید کیا۔؟ کہا حاسدوں نے باہم مدد کی اور قول وقرار کیا پھر وہ بلند آواز سے چلائی اور بیہوش ہوگئی میں نے خیال کیا کہ اس نے زندگی ختم کر لی۔ پھر ہوش میں آئی۔ شیخ سری فرماتے ہیں۔ میں نے قید خانہ کے داروغہ سے کہا اس کو چھوڑ دو۔ اس نے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ کہا اے سری میں کہاں جاؤں؟ اسے چھوڑ کر کہاں میرا راستہ ہے؟ میرے دل کے دوست (اللہ) نے اپنے مملوک انسان کو میرا مالک بنا دیا۔ اگر میرا مالک راضی ہوگا چلی جاؤں گی ورنہ صبر کروں گی میں نے کہا خدا کی قسم یہ تو مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ میں اسی حال میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا مالک آ گیا داروغہ سے پوچھا۔ اس کی لونڈی تحفہ کہاں ہے؟ کہا اندر ہے اور اس کے پاس شیخ سری سقطی بیٹھے ہیں۔ مالک یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اندر آیا اور مجھ کو مرحبا کہا اور تعظیم کی۔ میں نے کہا یہ لونڈی میری بہ نسبت تعظیم کی زیادہ مستحق ہے اس کی کونسی حرکت تجھے ناپسند ہے؟ کہا بہت سی باتیں ہیں۔ نہ کھائے نہ پئے بے عقل، نہ خود سوئے نہ ہم کو سونے دے۔ ہر وقت متفکر رہتی ہے۔ ذرا سی بات پر فوراً رو دے۔ آہ و نالے سے کام ہے۔ سدا رویا کرتی ہے اور یہی میری پونجی ہے۔ میں نے اپنا تمام مال بیس ہزار درہم دے کر اس کو مول لیا۔ اور امید تھی کہ نفع حاصل ہوگا۔ کیونکہ حسن و جمال کے علاوہ یہ اور کام بھی جانتی ہے۔ میں

نے کہا اور کیا کام کرتی ہے؟ کہا گانا جانتی ہے۔ میں نے کہا کتنی مدت سے اس کو یہ مرض ہے۔ کہا ایک برس سے میں نے کہا ابتدا کیسے ہوئی کہا ایک مرتبہ عود لئے گا رہی تھی دفعۃً عود توڑ کر کھڑی ہوگئی اور چلائی میں نے اس انسان کی محبت کی تہمت لگائی میں نے اس کی تحقیقات کی مگر کچھ علامت ونشان نہ پایا۔ میں نے لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے؟ لونڈی نے زبان تیز اور جلے دل سے جواب دیا۔ میرے دل سے خدا نے مجھ کو خطاب کیا۔ میرا واعظ میری زبان پر تھا۔ مجھ کو دوری کے بعد قریب کیا اور مجھ کو خدا نے خاص منتخب کیا جب میں برضا ورغبت بلائی گئی میں نے قبول کیا اور اپنے بلانے کے جواب میں لبیک کہی۔ جو کچھ مجھ سے پچھلی عمر میں گناہ ہوئے تھے میں ان سے ڈری مگر محبت نے خوف دفع کر کے آرزوؤں میں ڈال دیا۔ شیخ سری سقطی فرماتے ہیں میں نے اس کے مالک سے کہا اسکی قیمت میرے ذمہ ہے اور میں اس سے بھی زیادہ دوں گا۔ مالک چلایا اور کہا ہائے محتاجی! تیرا برا ہو تم تو ایک مرد فقیر اس کی قیمت کہاں پاؤ گے۔ میں نے کہا جلدی نہ کرو تم یہیں رہو۔ میں اسکی قیمت لاتا ہوں۔ پھر وہاں سے غمگین روتا ہوا چل دیا۔ قسم خدا کی میرے پاس لونڈی کی قیمت کے ایک درہم بھی نہ تھا۔ تمام رات خدا کی درگاہ میں روتا رہا اور خوشامد عاجزی کرتا رہا اور اس سے دعا مانگتا رہا۔ تمام رات آنکھ نہ جھپکی اور کہتا رہا خداوندا تو ظاہر و باطن خوب جانتا ہے میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا۔۔ مجھے رسوا نہ کرنا۔ اس لونڈی کے مالک کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ اسی حالت میں عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا دعا مانگ رہا تھا۔ کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا دروازہ پر کون؟ کہا دوستوں میں سے ایک دوست ہے کسی کام سے آیا ہے خدائے مہربان کا حکم اسے یہاں لایا ہے میں نے دروازہ کھول دیا۔ ایک شخص چار غلام اس کے ہمراہ شمع لئے تھے۔ اس آنے والے نے کہا اے استاد مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے میں نے

کہا آؤ۔ وہ شخص اندر آیا میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا احمد بن مثنی ہوں مجھ کو ایسے شخص نے دیا ہے کہ وہ دیتے وقت بخل نہیں کرتا۔ میں آج رات سو رہا تھا کہ ہاتف غیبی نے پکار کر کہا پانچ توڑے اشرفیاں سری کے پاس لے جاؤ تا کہ ان کا دل خوش ہو اور تحفہ کو خرید لیں کیونکہ ہم کو تحفہ کے حال پر مہربانی ہے میں نے خدا کے شکر میں سجدہ کیا کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی اور فجر کا انتظار کرنے لگا۔ جب صبح کی نماز ادا کی احمد کا ہاتھ پکڑ کر قید خانے میں لے گیا۔ لونڈی کا محافظ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا مجھ کو دیکھ کر مرحبا کہا آیئے خدا اس لونڈی پر مہربان ہے۔ رات کو ہاتف نے مجھے پکار کر کہا ہے۔ شیخ سری سقطی فرماتے ہیں تحفہ نے جب ہم کو دیکھا اسکے آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا تم نے مجھ کو سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔ اسی حالت میں تحفہ کا مالک روتا ہوا آ گیا۔ دل غمگین، رنگ فق، میں نے کہا مت رو۔ جس قدر قیمت تم نے ادا کی تھی وہ بھی لایا ہوں اور پانچ ہزار نفع بھی دوں گا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم۔ میں نے کہا دس ہزار نفع لو۔ کہا نہیں خدا کی قسم نہیں لوں گا۔ میں نے کہا قیمت کے برابر نفع لو کہا اگر تم تمام دنیا اس کے عوض میں دو گے قبول نہ کروں گا تحفہ خدا کے لئے آزاد ہے۔ میں نے کہا کیا حال ہے؟ کہا رات کو مجھے سخت تنبیہ اور جھڑکی دی گئی ہے۔ میں تمام مال چھوڑ کر خدا کی طرف بھاگا ہوں خدایا تو کشائش کے ساتھ میرا کفیل ہو اور میرے رزق کا ضامن ہو پھر میری طرف ابن مثنی متوجہ ہوئے میں نے دیکھا وہ رو رہے تھے میں نے کہا تم کیوں روتے ہو؟ کہا خداوند تعالیٰ نے جس کام کے لئے مجھے بلایا اس سے راضی نہیں ہوا۔ تم گواہ رہو میں نے اپنا تمام مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ میں نے کہا تحفہ کیا بڑی صاحب برکت والی ہے۔ تحفہ کھڑی ہوئی جو کپڑے پہنے تھی وہ اتار کر پھینک دیئے اور بالوں کا ایک کرتج پہن لیا اور روتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ ہم لوگوں نے اس سے کہا خدا نے تم کو آزاد کر دیا پھر کیوں روتی ہو؟ پھر ہم قید خانہ کے

دروازے سے نکلے اثنائے راہ میں تحفہ کو تلاش کیا اپنے ہمراہ نہ پایا۔ ابن مثنی راستے میں مر گئے۔ میں اور تحفہ کا مالک مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ایک دن میں طواف کر رہا تھا کسی زخمی دل سے زخمی کلام سنا۔ وہ کلام یہ ہے خدا کا دوست دنیا میں بیمار ہے اس کا مرض دراز ہے۔ اس کی دوا خود مرض ہے۔ اس کو شراب محبت کا پیالہ پلا دیا اور پلا کر خوب سیر کر دیا۔ پھر تو وہ دوست محبت میں حیران ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوا بجز اس کے دوسرا محبوب نہیں تھا یہی حال اس کا ہے جو براہ شوق خدا کی راہ کی طرف بلایا جائے وہ اس کی محبت میں حیران رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دیدار نصیب ہو۔ پھر میں اس آواز کی جانب گیا۔ اس نے جب مجھے دیکھا کہا اے سری میں نے کہا لبیک تم کون ہو؟ خدا تم پر رحم کرے؟ کہا لا الٰہ الا اللہ۔ معرفت کے بعد اب انجان ہو گئے میں تحفہ ہوں وہ اس وقت بالکل ضعیف و ناتوان تھی جیسے کسی کا خیال دل میں گزرے وہ اس طرح نظر آتی تھی۔ میں نے کہا اے تحفہ جب سے تم خلقت سے جدا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہوئی خدا سے تم کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ کہا اپنے قرب سے انس دیا غیر سے مجھ کو وحشت دی۔ پھر میں نے کہا ابن مثنی مر گئے کہا خدا ان پر رحم فرمائے میرے اللہ نے ان کو وہ اعزاز عطا کئے ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ جنت میں ان کی جگہ میرے پڑوس میں ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تم کو آزاد کیا ہے میرے ساتھ ہے۔ یہ سن کر تحفہ نے کچھ دعا مخفی مانگی میرے دیکھتے ہی دیکھتے تحفہ کعبہ کے روبرو مردہ نظر آئی جب اس کے مالک نے اس کو مردہ دیکھا اپنے کو سنبھال نہ سکا وہ بھی منہ کے بل گر پڑا۔ میں نے پاس جا کر ہلایا تو وہ بھی دنیا سے کوچ کر چکا تھا پھر میں نے دونوں کے غسل و کفن سے فراغت کر کے دونوں کو دفن کر دیا۔ ان پر خدا کی رحمت ہو۔

(از کرامات اولیاء)

حاصل...... بیشک اللہ والے ایسی ہی نرالی شان کے مالک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔
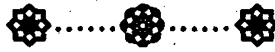
واقعہ نمبر...... ۷۹

فنا فی اللہ کی موت

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام خریدا تھا تو اس غلام نے اپنے آقا سے تین شرطیں کیں، پہلی یہ کہ جب نماز کا وقت آئے تو آپ مجھے نہ روکیں گے دوسری یہ کہ آپ مجھ سے صرف دن میں خدمت لے سکیں گے مگر رات کو مجھ پر یہ پابندی نہ ہوگی، تیسرے یہ کہ میرے رہنے کے لیے کوئی ایسا کمرہ عنایت فرمائیں گے جو میرا پسندیدہ ہو اور دوسرے شخص کو اس میں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔

چنانچہ آقا نے غلام کی تینوں شرطیں منظور کر لیں اور غلام کو حکم دیا کہ اپنے رہنے کے لیے محل سرائے میں حسب دل خواہ کمرہ پسند کر لے جس میں ہر کمرہ ایک سے ایک بہتر ساز و سامان کے ساتھ آراستہ تھا، پس غلام نے تمام کمروں کو دیکھ بھال کر اپنے لیے ایک ویران کمرہ پسند کیا جو بغیر چھت کے تھا اس پر آقا نے دریافت کیا کہ، آخر تم نے یہ ویران کمرہ کیوں پسند کیا؟ کمرے تو اور بھی بہت ہیں اپنے آقا سے یہ بات سن کر غلام نے جواب دیا کہ میرے آقا! شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ویران جگہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس غلام نے اسی ویران کمرے میں رات کو رہنا شروع کر دیا اور یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ رات کو غلام آزاد رہے گا جب غلام کو اپنے پسندیدہ آزاد کمرے میں رہتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا تو اس کے

آقا نے ایک دن رات کو بزم احباب منعقد کی اور نصف شب کے بعد جب دوست احباب رخصت ہو گئے تو مالک مکان چہل قدمی کرتا ہوا غلام کے کمرے کی جانب جا نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نورانی قندیل نے اوپر سے آکر کمرے کی خالی چھت کو گھیر رکھا ہے اور غلام سجدے میں پڑا ہوا اپنے رب سے دعا اور مناجات میں مصروف ہے کہ، میرے پروردگار! دن کو تو نے میرے آقا کی خدمت میرے ذمہ واجب کر دی اگر یہ خدمت میرے ذمہ نہ ہوتی تو میں رات دن تیری عبادت میں مشغول رہتا، لہٰذا تو میرا عذر قبول فرمالے۔

اس کا مالک تعجب کے ساتھ صبح صادق تک اس عجیب منظر کو دیکھتا رہا، چنانچہ صبح ہوتے ہی وہ نورانی قندیل آسمان پر چلی گئی اور چھت بند ہو گئی مالک نے اپنی بیوی سے اس کا تذکرہ کیا اور دوسرے روز وہ مالک اور اس کی بیوی دونوں اس منظر کو دیکھنے گئے تو اس شب میں بعینہٖ وہی منظر دیکھا جو پہلی شب میں مالک دیکھ چکا تھا۔ صبح ان دونوں نے غلام کو بلا کر کہا تو اللہ کے واسطے آزاد ہے تاکہ اپنی خواہش کے مطابق رات دن اللہ کی عبادت میں مشغول رہ سکے جس سے تو معذرت کرتا رہتا ہے اسی کے ساتھ اور اس کے مالک اور اس کی بیوی نے غلام سے اس کی ان کرامتوں کا ذکر کیا جو رات کو وہ دونوں دیکھ چکے تھے بس اب کیا تھا جب غلام کو معلوم ہوا کہ ان پر اس کا پردہ فاش ہو گیا ہے تو اس نے اسی وقت دربار الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے میرے پروردگار! میں نے تجھ سے دعا کی تھی کہ میرا راز کسی پر نہ کھولیو مگر اب جب کہ میرا بھید دوسروں پر ظاہر ہو گیا جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا تھا تو مجھ کو اپنے پاس بلا لے چنانچہ اسی حالت میں اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ واصل برحق ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔

حاصل...... "من کان للہ کان اللہ لہ" حضور اکرم ﷺ نے سچ فرمایا

ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے دیکھئے! اس عالم فنافی اللہ کی دعا کس طرح ہاتھوں ہاتھ درجہ قبولیت کو پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۸۰

حساب کتاب سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ

موجد شطرنج کو بادشاہ وقت نے اپنے دربار میں طلب کر کے اظہار خوشنودی کے بعد فرمایا ''تمہارے اس دلچسپ کھیل کے لئے میں منہ مانگا انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔'' موجد شطرنج نے ازراہ کسر نفسی عرض کیا۔ ''حضور کی قدر دانی وعزت افزائی اور خوشنودی ہی میرے لئے کافی انعام ہے، اس سے زیادہ مجھے کسی انعام کی ضرورت نہیں، بادشاہ کے اصرار پر آخر کار موجد نے کہا۔ ''شطرنج کے چونسٹھ خانے ہیں اس کے پہلے خانے میں ایک چاول، دوسرے خانے میں گزشتہ خانے سے دگنے چاول، اور تیسرے خانے میں دوسرے سے دوگنے، غرضیکہ ہر آئندہ خانے میں گزشتہ خانے سے دگنے چاول، اسی طرح علیٰ ہذا الحساب چونسٹھ خانے چاولوں سے پر کر دیئے جائیں، شطرنج کے تمام خانوں کے چاول میرا انعام ہوں گے، بادشاہ نے اس بظاہر حقیر سے مطالبے کو اپنی توہین و تذلیل خیال کرتے ہوئے رنج و غصے کا اظہار فرمایا، کہ اس قدر قلیل مطالبہ شایان شان شاہانہ نہیں، تم کسی بڑے سے بڑے انعام کا مطالبہ کرو، موجد نے عرض کیا کہ جس مطالبہ انعام کو آپ حقیر و قلیل خیال فرماتے ہیں، اس کو تمام روئے زمین کے خزانے بھی ادا نہیں کر سکتے۔

بادشاہ نے کہا کہ ان چونسٹھ خانوں کے چاولوں کی مجموعی مقدار دو چار سیر

چاولوں سے زیادہ نہ ہوگی، یا زیادہ سے زیادہ مبالغے کے ساتھ دس بیس سیر قیاس کی جاسکتی ہے، جس کو ایک غریب ترین آدمی بھی بآسانی دے سکتا ہے، روئے زمین کے تمام خزانوں کے ساتھ اس کی کیا نسبت ہے؟ موجد نے عرض کیا کہ حضور ذرا سا حساب تو پھیلا کر دیکھیں، چنانچہ محاسبان شاہی نے جب حساب لگایا، تو چاولوں کا مجموعی وزن ۷۵ کھرب من کے قریب نکلا، جو روپے دو سیر کے حساب سے پندرہ نیلم روپے کے ہوئے، جس کو واقعی تمام روئے زمین کے خزانے بھی نقد یا جنس کی صورت میں پورا نہیں کر سکتے، بادشاہ نے اس محیر العقول حساب کا نتیجہ سننے کے بعد فرمایا کہ تمہارا حسن طلب تمہارے حسن ایجاد سے بھی زیادہ انعام کا مستحق ہے، جو کسی بڑے سے بڑا دانا کے بھی وہم قیاس میں نہیں آسکتا، چنانچہ بادشاہ نے اپنی شان شاہانہ کے مطابق موجد کو زر کثیر انعام مرحمت فرمایا۔ (بحوالہ مخزنِ اخلاق)

حاصل...... مؤلف مخزنِ اخلاق لکھتے ہیں کہ میں نے نہایت صحت کے ساتھ خود یہ حساب پھیلایا ہے، ناظرین میں سے کسی کو شبہ ہو تو تھوڑی سی محنت کے ساتھ اس کی تصدیق کر لے، میں نے رتی کا اندازہ چاولوں کے ساتھ تولا، تو پانچ سالم بڑے چاولوں کی ایک رتی بنتی ہے، ورنہ عام طور پر حساب میں آٹھ چالوں کی ایک رتی لکھی ہوئی ہے، لہٰذا صحیح حساب پانچ چاول فی رتی کے وزن سے لگایا جائے، نیز واضح رہے کہ اسلام شطرنج یا اور کسی قسم کی لہولعب کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی انسانیت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسے کھیل میں قیمتی وقت کو بے کار کیا جائے، صرف، حساب کا عجوبہ ظاہر کرنے کے لئے یہ حکایت لکھی ہے کہ جس کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور کوئی بڑے سے بڑا مبصر و محاسب بھی چاولوں کی اس مقدار کثیر کا یقینی اندازہ نہیں لگا سکتا، تا فتیکہ حساب پھیلا کر اس کی صحت کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔

(بحوالہ مخزن اخلاق)

واقعہ نمبر......۸۱

اولیاء اللہ کا شہر

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے روضہ مطہرہ پر نو اولیاء اللہ کو دیکھا میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ان میں سے ایک نے میری طرف ملتفت ہوکر فرمایا، کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا تمہارے ساتھ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں نے سنا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "المرءُ مع من احب "یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا جہاں ہم جاتے ہیں وہاں تم نہیں جاسکتے کیوں نہ وہاں وہ شخص جاسکتا ہے جس کی عمر چالیس سال کی ہو پھر ایک اور نے کہا آنے دو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی وہاں جانا نصیب کردے۔

القصہ میں چلا اور زمین ہمارے نیچے سے خود بخود قطعہ ہو جاتی تھی، چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچے کہ وہ چاندی سونے سے بنایا گیا تھا اور وہاں کے درخت خوب گنجان تھے اور نہریں جاریں تھیں اور عمدہ عمدہ میوے بکثرت تھے، غرض ہم اس شہر کے اندر گئے اور وہاں سے مختلف انواع کے میوے کھائے اور تین سیب وہاں سے میں نے اپنے پاس رکھ لیے اور انہوں نے بالکل منع نہیں کیا، جب وہاں سے واپس آنے لگے تو میں نے پوچھا یہ کونسا شہر ہے؟ فرمایا اولیاء اللہ کا شہر ہے جب ان کا سیر کرنے کو جی چاہتا ہے تو جہاں کہیں وہ ہوں ان کے سامنے کل شہر ظاہر ہو جاتا ہے لیکن چالیس سال کی عمر سے کم کا سوائے تیرے یہاں آج تک کوئی نہیں آیا، پھر جب ہم مکہ آئے تو میں نے ایک دامغانی کو ان سیبوں میں سے ایک سیب دیا اس نے پھینک دیا، اس پر

میرے ہمراہیوں نے مجھے ملامت کی اور کہا کہ جب تو گرسنہ ہو تو اس باقی سیب سے کھالینا وہ بدستور رہے گا فنا نہ ہوگا۔

القصہ میں اپنے گھر آیا اور میرے پاس ایک سیب باقی تھا میری بہن مجھ کو آکر لپٹ گئی اور کہنے لگی کہ بھائی جو تم ہمارے واسطے سفر سے ایک عجیب چیز لائے ہو وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کیا عجیب چیز لایا تھا مجھے دنیا کی کیا چیز میسر ہوئی ہے جو تمہارے لیے لاتا، اس نے کہا وہ سیب کہاں ہے؟ میں نے اسے چھپالیا اور کہا کونسا سیب اس نے کہا ہم سے کیوں چھپاتے ہو تمہیں تو اس شہر کی سیر دھکے کھا کر نصیب ہوئی اور مجھے تو بیس برس کی عمر ہی میں اس شہر میں لے گئے تھے اور واللہ بغیر میری خواہش کے مجھے بلایا گیا تھا۔ میں نے کہا بہن یہ کیا کہتی ہو مجھ سے تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ چالیس سال سے کم عمر والا اس میں کوئی آج تک سوائے تیرے نہیں آیا، کہنے لگی ہاں یہ قاعدہ مریدین اور عشاق کے لیے ہے اور جو مراد اور محبوب ہیں وہ اس میں جب چاہے جاسکتے ہیں اور اس سے کچھ ناراضی نہیں ہوتے۔

اور جب تم چاہو میں اس شہر کو دکھا سکتی ہوں میں نے کہا اچھا ابھی دکھاؤ اس نے کہا اچھا دکھاتی ہوں، یہ کہہ کر آواز دی کہ اے شہر حاضر ہو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے کہتے ہی بعینہ وہی شہر آنکھوں سے دیکھ لیا اور دیکھا کہ وہ شہر میری بہن کی طرف جھک رہا ہے۔ میری بہن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر مجھ سے پوچھا اب بتاؤ تمہارا سیب کہاں ہے؟ اس کے بعد وہ سیب جو میرے اوپر تھا مجھ پر گرا میں یہ عجیب معاملہ دیکھ کر ہنسا یہ عجیب واقعہ دیکھ کر میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور میں پہلے نہ جانتا تھا کہ میری بہن بھی ایسے لوگوں میں ہے۔

(بحوالہ نزہۃ البساتین)

حاصل......اللہ تعالیٰ کا اپنے ہر بندے کے ساتھ الگ معاملہ ہے، بعض

باتیں تو ظاہر کرنے سے ظاہر ہوتی ہیں، لیکن اکثر باتیں دل ہی دل میں رہتی ہیں، بندہ اپنے حالات کی اپنے رب کو اطلاع دے کر دعائیں مانگتا ہے۔

اسی طرح بہت سی باتیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بطور کرامت کے ظاہر فرماتے ہیں، جو ہر ایک سمجھ نہیں پاتا، اس لئے بہت سے لوگ ایسی باتوں کو سن کر انکار بھی کر دیتے ہیں، حالانکہ کرامات اولیاء برحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا تعلق نصیب فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۸۲

دیانت کا ثمرہ

حضرت علامہ شیخ محمد بن البانی البزاز بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں مجاور تھا ایک دن ایسا آیا کہ کھانے کے لئے کچھ نہ ملا اور میں بھوک سے نڈھال ہوگیا اسی حالت میں باہر نکلا تو راستے میں ایک تھیلی پڑی دیکھی اٹھا کر دیکھا تو ریشمی تھیلی تھی اور ریشم کی ڈور سے بندھی ہوئی تھی قیام گاہ پر لاکر کھولی تو دیکھا اس میں نہایت قیمتی موتیوں کا ایک ہار ہے میں بازار میں نکلا دیکھا کہ ایک شخص رومال ہاتھ میں لئے پکار رہا ہے کہ میری تھیلی جس میں موتیوں کا ہار تھا گم ہوگئی ہے جو صاحب اس کا پتہ دیں گے ان کو شکریہ کے طور پر پانچ سو دینار انعام دوں گا جو اس رومال میں بندھے ہیں میں اس شخص کو اپنے گھر لے آیا اور تھیلی نکال کر اس کے حوالے کی وہ شخص بڑا ممنون ہوا اور حسب وعدہ پانچ سو دینار پیش کئے لیکن میں نے لینے سے معذرت کی اور کہا کہ میں نے یہ کام رضائے الٰہی کی خاطر کیا ہے اجرت لے کر میں اپنا اجر ضائع نہیں کرنا چاہتا تاہم اس شخص نے ان کے قبول کرنے پر بہت زور دیا لیکن میں برابر انکار کرتا

رہا یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر چلا گیا اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد میں نے مکہ معظمہ سے رخت سفر باندھا اور ایک سمندری جہاز پر سوار ہو گیا بدقسمتی سے راستے میں طوفان آ گیا اور جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا میرے سوا سب مسافر ڈوب گئے میرے بچنے کی یہ صورت ہوئی کہ تختہ میرے ہاتھ آ گیا اور میں اس پر بیٹھ گیا بہتا بہتا ایک جزیرے کے ساحل تک پہنچ گیا حسن اتفاق سے اس جزیرے کے باشندے مسلمان تھے میں وہاں کی مسجد میں ٹھہر گیا لوگوں نے مجھ سے حال دریافت کیا میں نے ان کو اپنی تمام سرگذشت سنائی لوگ یہ سن کر بہت متاثر ہوئے اور میرے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا بہت سے لوگ مجھ سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور اپنے بچوں کو بھی نوشت وخواند سیکھنے کے لئے میرے پاس بھیجنے لگے تھوڑی ہی مدت میں یہ لوگ مجھ سے بے حد مانوس ہو گئے اور مجھے اپنا مرشد سمجھنے لگے وہ مجھے کافی مالی امداد بھی دیتے تھے اور دوسری کوئی خدمت کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے ایک دن انہوں نے آپس میں کچھ مشورہ کیا اور پھر میرے پاس آ کر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ شادی کر لیں اور یہاں مستقل اقامت اختیار کر لیں میں نے کہا جیسے آپ لوگوں کی خوشی چنانچہ انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں ایک مالدار یتیم لڑکی ہے ہمارے خیال میں اس کے لئے آپ سے بہتر شوہر ملنا مشکل ہے اگر آپ رضامند ہوں تو اس سے آپ کا نکاح کر دیں میں نے رضامندی کا اظہار کیا اور میرا اس لڑکی سے نکاح ہو گیا جب میں نے خلوت میں اپنی بیوی کو دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہی تھیلی والا ہار اس کے گلے میں پڑا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لڑکی اسی حاجی کی تھی جسے میں نے محض اللہ کے لئے ہار واپس کر دیا تھا لوگوں نے مجھے بتایا کہ جب اس لڑکی کا باپ حج سے یہاں واپس آیا تھا تو اپنے قیمتی ہار کے گم ہونے اور پھر اس کے مل جانے کا واقعہ اکثر بیان کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جس شخص نے مجھے یہ ہار واپس دیا ایسا

بے نفس آدمی میں نے دنیا میں نہیں دیکھا پھر وہ یہ دعا کیا کرتا تھا کہ کاش ان کی مجھ سے یہاں ملاقات ہوتی تو میں اپنی لڑکی کا عقد اس سے کر دیتا شیخ محمد بن الباقیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرحوم حاجی کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور اس لڑکی کا میرے ساتھ عقد ہو گیا اس بیوی سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد بھی عطا فرمائی او اپنے والد کی تمام جائیداد کی تنہا وارث تھی چند سال بعد وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی اور اس ہار اور دوسری جائیداد کے وارث میرے بچے ہوئے خدا کی قدرت یہ کہ بچے بھی کچھ عرصے کے بعد انتقال کر گئے اور اس ہار اور جائیداد کا مالک میں بنا اس ہار کو میں نے ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس رقم میں اتنی برکت دی کہ میرے پاس مال و دولت کا کوئی حساب ہی نہ رہا۔ (بحوالہ حکایات صوفیہ)

حاصل...... سچ ہے نیکی کا بدلہ ہمیشہ اچھا ہی اور برائی کا بدلہ برا ہی ملتا ہے، جیسا کہ اس واقعہ میں دیانت کا بدلہ کیسا عظیم ملا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی دکھا دیا کہ جو امانت دار ہوگا اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد فرمائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۸۳

دنیا میں زندہ شخص کو عذاب قبر

چند سال قبل ایک جماعت مانسہرہ سے آگے ایک چھوٹے سے قصبے میں گئی اس جماعت میں ایک شخص ڈاکٹر نور محمد تھا ان کا بیان ہے کہ مسجد سے باہر ادھر ادھر کافی لوگ فارغ بیٹھے تھے ہم لوگ ان کے پاس گئے اور مسجد میں آنے کی دعوت دی تا کہ وہ تعلیم میں شریک ہو سکیں کچھ لوگ ہمارے ساتھ مسجد میں آنے پر تیار ہو گئے، ایک

صاحب نے کہا کہ میں نماز کے وقت آؤں گا اور نماز کے بعد عذاب قبر کا ایک واقعہ آپ لوگوں کو سناؤں گا، چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد یہ شخص ہمارے پاس بیٹھ گیا اپنا تعارف کروایا کہ وہ ریٹائرڈ فوجی نوجوان تھا۔

اس فوجی کا بیان ہے کہ: 1965ء کی پاک وہند جنگ میں ایک قبرستان میں اسلحے کا ایک عارضی ذخیرہ (کیمپ) بنایا گیا تھا اور کچھ نوجوانوں کے ساتھ اس فوجی کی ڈیوٹی تھی دن کا وقت تھا اور کوئی خاص کام نہیں تھا، چنانچہ اس نے قبرستان میں گھومنا شروع کر دیا اس کا گزر ایک پرانی قبر کے پاس سے ہوا تو یوں محسوس ہوا جیسے قبر کے اندر سے ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آ رہی ہیں اس فوجی جوان نے بتایا کہ میں نے بندوق کے بٹ کے ساتھ قبر کی اینٹیں ہٹائیں تاکہ دیکھوں کہ یہ آواز کیسی ہے؟ جیسے جیسے میں مٹی ہٹاتا گیا آواز اور تیز ہوتی گئی اور میری دلچسپی اور خوف بھی بڑھتا گیا دن کا وقت تھا روشنی خوب پھیلی ہوئی تھی کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کے اندر انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے اور اس پر چوہے کی شکل کا ایک جانور بیٹھا ہوا ہے اور جب وہ منہ اس ڈھانچہ پر مارتا ہے تو سارا ڈھانچہ اکڑ جاتا ہے اور ہڈیوں کے ٹوٹنے اور چیخنے کی آواز آتی ہے میرے سامنے اس جانور نے تین مرتبہ اپنا منہ ہڈی پر مارا، مجھے بہت ترس آیا کہ یہ جانور اس کو بہت تکلیف پہنچا رہا ہے۔

چنانچہ رائفل سے جب میں نے اس جانور کو مارنے کا ارادہ کیا تو وہ مٹی میں چھپ گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ جانور قبر سے نکل کر میری طرف لپکا اور میرے اوپر ایسی دہشت سے سوار ہوا کہ میں اسے مارنا بھول کر اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ کھڑا ہوا کافی دور جانے کے بعد میں نے مڑ کر دیکھا کہ وہ جانور میرے پیچھے تیزی سے بھاگا آ رہا تھا، قریب ہی پانی کا ایک گڑھا تھا اس جانور سے بچنے کے لئے میں اس جوہڑ یعنی گڑھے میں داخل ہو گیا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ جانور جوہڑ کے

کنارے پر آ کر رک گیا اور قدرے توقف کے بعد اس نے اپنا منہ پانی میں ڈال دیا یک دم پانی کھولنے لگا میں بھاگ کر جوہڑ سے نکلا میری ٹانگیں جل رہی تھیں بہت جلد سرخ ہو چکی تھیں اور آبلے (جلے ہوئے پانی والے پھوڑے) بھی پڑ چکے تھے درد کی شدت سے میرا چلنا محال تھا میں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی، تو جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ نہ تھا بلکہ وہ جانور غائب ہو چکا تھا، چنانچہ مجھے ایبٹ آباد کے ہسپتال میں داخل کروایا گیا اور پھر وہاں سے راولپنڈی کے بڑے فوجی ہسپتال (G.M.H) میں منتقل کر دیا گیا۔

میری ٹانگوں کا گوشت گلنا شروع ہو گیا اور ہر وقت بدبودار پیپ اور خون رستا رہتا ہے کسی علاج سے افاقہ نہیں ہوا مجھے علاج کے لئے امریکہ بھجوایا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوائی لگائی اور گوشت جاتا رہا، اس وقت دونوں ٹانگوں کی صرف ہڈیاں بچ گئیں ہیں گوشت آہستہ آہستہ گل کر علیحدہ ہوتا جا رہا ہے اور ہر وقت مردے کی سی بدبو آتی رہتی ہے پھر اس شخص نے ہمیں اپنی دونوں ٹانگیں دکھائیں جن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں (اللہ معاف فرمائے اللہ تعالیٰ ہمیں قبر اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے آمین) (بحوالہ خزینہ)

حاصل...... بیشک بعض دفعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں ہی اپنے عذاب کا مشاہدہ کروا دیتے ہیں جیسا کہ اس واقعہ میں بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں اعمال صالحہ میں لگنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۸۴

شیخ ابوالحسن خرقانیؒ اور سلطان محمود غزنوی

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنویؒ کے ہمعصر تھے ان کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی تو سلطان محمود غزنویؒ کو ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ وہ خدم وحشم کے ساتھ غزنی سے خرقان پہنچا اور ایک قاصد کے ہاتھ شیخ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی زیارت کے لئے غزنی سے یہاں آیا ہوں آپ خانقاہ سے میرے خیمہ تک قدم رنجہ فرمائیں اس کے ساتھ ہی سلطان نے قاصد کو ہدایت کی اگر شیخ یہاں آنے سے انکار کریں تو ان کو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ کر سنا دینا۔

''اطیعُوا اللہ وَ اَطِیعوُا الرّسُولَ وَ اُولِی الاَمر مِنکُم''

(یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور حاکم کی جو تم میں سے ہے)

قاصد نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا مجھے معذور رکھو۔ اس نے آیت مذکورہ پڑھی تو فرمایا ''در اطیعوا اللہ چناں مستغرق ام کہ اطیعوا الرسول خجالت ہا دارم تا بہ الوالا مر چہ رسف''یعنی ابھی میں اطیعوا اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول کے معاملہ میں نادم اور شرم سار ہوں پھر اولی الامر منکم کی جانب کیوں کر متوجہ ہو سکتا ہوں قاصد نے واپس جا کر سلطان کو شیخ کا جواب سنایا تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور وہ شیخ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات واقوال سنایئے۔

شیخ نے فرمایا بایزیدؒ فرماتے تھے جس نے مجھے دیکھا بدبختی اس سے دور ہو گئی

(یعنی وہ کفر و شرک سے محفوظ ہو گیا) سلطان محمود نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب ابوجہل اور کتنے ہی دوسرے منکروں نے دیکھا لیکن یہ بد بخت کے بد بخت (یعنی کافر) ہی رہے کیا بایزید کا درجہ (نعوذ باللہ) حضور سے بھی بلند ہے؟

یہ سن کر شیخ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے جلال کے عالم میں فرمایا محمود حد ادب سے قدم باہر نہ رکھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابہ کرامؓ ہی نے دیکھا تھا ابولہب ابوجہل اور دوسرے کفار نے فی الحقیقت حضور ﷺ کو دیکھا ہی نہیں کیا تو نے قرآن کریم میں یہ آیت نہیں پڑھی،

وَتَرَا هُم ينظُرُونَ اِلَيکَ و هُم لَا يُبصِرُونَ ،

(اے رسول تو ان کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں حالانکہ وہ تجھ کو نہیں دیکھتے)

سلطان شیخؒ کے ارشادات سے بہت متاثر ہوا اور اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ شیخ نے فرمایا چار باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو۔

۱۔ایسی چیزوں سے پرہیز جن سے منع کیا گیا ہے۔

۲۔نماز با جماعت۔

۳۔سخاوت

۴۔خدا کے بندوں پر شفقت۔

سلطان نے کہا میرے لئے دعائے خیر کیجئے، شیخ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

اللّٰهُمَّ اغفِرِ لِلمُو مِنِينَ وا لمُؤ مِنٰتِ (اے اللہ سب مومنین اور مومنات کو بخش دے) سلطان نے عرض کی کہ میرے لئے خاص دعا فرمایئے:

شیخ نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور تیری عاقبت محمود ہو اس کے بعد

سلطان محمود نے کو اشرفیوں کی ایک تھیلی شیخ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہ نظر قبول فرمایئے شیخ نے تعجب سے سلطان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے سامنے جو کی ایک روٹی رکھ دی اور فرمایا کہ یہ تمہاری دعوت ہے اس کو تناول کرو سلطان نے بسم اللہ پڑھ کر جو کی روٹی کھانا شروع کی لیکن پہلا نوالہ ہی حلق میں اٹک گیا۔

شیخ نے فرمایا شاید نوالہ حلق میں اٹک گیا۔

سلطان نے اثبات میں جواب دیا تو شیخ نے گھمبیر لہجہ میں فرمایا تو یہ اشرفیوں کی تھیلی بھی میرے حلق میں اٹک جائے گی اس کو فوراً اٹھا لو یہ اشرفیاں بادشاہ کی خوراک ہیں فقیر کے لئے جو کی روٹی ہی نعمت عظمٰی ہے سلطان محمود نے عرض کی کہ حضرت سب نہیں تو ان میں کچھ اشرفیاں ہی قبول فرمالیں شیخ جلال میں آگئے اور فرمایا میں دنیا کو طلاق دے چکا ہوں میرے لئے یہ اشرفیاں حرام ہیں اس لئے اپنی بات پر اصرار نہ کرا یاد رکھ ان اشرفیوں پر نہ تیرا حق ہے نہ میرا ان کو قوم کی امانت سمجھو اگر یہ قوم کی مرضی کے بغیر تقسیم کرے گا تو قوم کے مال میں خیانت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا گناہ گار بھی ہوگا اگر تو ان اشرفیوں کو خیرات ہی کرنا چاہتا ہے تو تیرے ملک میں بہتیرے مساکین ہیں جب تو سو جاتا ہے تو وہ اس لئے جاگتے ہیں کہ ان کے پیٹ خالی ہیں اور تیرے ملک میں ایسے شریف اور سفید پوش لوگ بھی موجود ہیں جو بظاہر آسودہ حال نظر آتے ہیں لیکن عسرت اور خودداری قائم رکھنے کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے جب قیامت کا دن آئے گا تو تیری قوم کے یہ لوگ تیرا گریبان پکڑ لیں گے کہ تو غیر مستحق لوگوں میں مال بانٹتا رہا اور ہم تیری نظروں سے اوجھل رہے اس وقت تجھے ہر بات کا جواب دینا پڑے گا۔

شیخ کی باتیں سن کر سلطان لرزہ براندم ہوگیا اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا پھر اس نے عرض کی کہ آپ مجھ سے کچھ قبول نہیں فرماتے تو مجھے ہی کوئی

تبرک وعنایت فرمایئے شیخ نے فوراً اپنا پیراہن اتار کر سلطان کو عطا فرمایا جب سلطان نے رخصت کی اجازت مانگی تو شیخ اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے سلطان کو شیخ کے رویہ پر بڑی حیرت ہوئی اور اس نے عرض کی کہ حضرت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے میری طرف التفات فرمانا بھی مناسب نہ سمجھا تھا لیکن اب جو آپ اس طرح میری عزت افزائی کر رہے ہیں اس کا کیا سبب ہے شیخ نے فرمایا۔ جب تم فقیر کے حجرے میں داخل ہوئے تھے تو تمہارے دل و دماغ میں بادشاہت کی بوتھی اور تم اپنے شاہانہ جاہ وجلال کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے اس لئے میں نے بادشاہ محمود کی پرواہ نہیں کی تھی اب تم جارہے ہو تو تمہارا رنگ اور ہے اب تم ایک درویش اور منکسر المزاج انسان کی حیثیت سے رخصت ہو رہے ہو۔ اسی لئے میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ تمہاری تعظیم کروں ایسے انسانوں کی تعظیم نہ کرنا مسلمانوں کا شیوا نہیں ہے۔ (بحوالہ حکایات صوفیہ)

حاصل...... بیشک اللہ والوں کی شان ہی عجیب ہوتی ہے، دنیاوی طمع ولالچ ان سے کوسوں دور ہوتی ہے اور ایک مؤمن کی شان بھی یہی ہونی چاہئے کہ وہ دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر زندگی گزارے، اللہ کرے اس واقعہ سے ہمیں بھی سبق حاصل ہو آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۸۵

کمال راست گوئی

پیران پیر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب حصول علم کے لئے اپنے گاؤں جیلان (گیلان) سے بغداد کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے

زادِراہ کے طور پر چالیس دینار آپ کی گدڑی میں سی دیئے اور چلتے وقت اپنے لختِ جگر کو نصیحت کی کہ بیٹا خواہ کیسی ہی مصیبت اور برے حالات تمہیں پیش آئیں سچ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا کیونکہ راست گوئی ہزار عبادتوں کی ایک عبادت ہے سعادت مند فرزند نے عرض کی کہ اے مادر مشفقہ میں صدق دل سے عہد کرتا ہوں کہ آپ کی نصیحت پر ہمیشہ عمل کروں گا والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر حضرتؒ بغداد جانے والے ایک قافلے میں شامل ہو گئے کیوں کہ اس دور میں طویل بیابانی راستوں میں تنہا سفر کرنا ممکن نہ تھا اثنائے سفر میں ہمدان سے کچھ آگے قزاقوں کے ایک جتھے نے قافلے پر چھاپا مارا اور اہل قافلہ کا سب مال و اسباب لوٹ کر تقسیم کے لئے ایک جگہ جمع کر دیا سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر ایک طرف چپ چاپ یہ دردناک نظارہ دیکھ رہے تھے کہ ایک ڈاکو آپ کی طرف بڑھا اور پوچھا کیوں میاں لڑکے تمہارے پاس بھی کچھ ہے آپ نے فرمایا ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں ڈاکو کو آپ کی بات پر یقین نہ آیا اور وہ آپ کی ہنسی اڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا اتنے میں ایک دوسرا قزاق آپ کی طرف آیا اور آپ سے وہی سوال کیا آپ نے اسے بھی یہی جواب دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں آپ کی غریبانہ حالت کو دیکھتے ہوئے دوسرے ڈاکو نے بھی آپ کی بات ہنسی میں اڑا دی ہوتے ہوتے یہ بات ڈاکوؤں میں پھیل گئی اور ان کے سردار احمد بدوی کے کانوں میں بھی جا پڑی اس نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ ڈاکو حضرت کو کشاں کشاں اپنے سردار کے سامنے لے گئے سردار نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا لڑکے سچ سچ بتا تیرے پاس کیا ہے؟

حضرتؒ نے بلاخوف و ہراس جواب دیا میں پہلے بھی تیرے دو ساتھیوں کو بتا چکا ہوں کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار نے پوچھا کہاں ہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں سردار نے ایک ڈاکو کو حکم دیا کہ اس لڑکے کی تلاشی لو چنانچہ اس نے آپ کی گدڑی ادھیڑ کر دیکھی تو اس میں سے واقعی چالیس دینار نکل آئے احمد بدوی اور اس کے قزاق یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے احمد بدوی نے استعجاب کے عالم میں حضرت سے پوچھا لڑکے تمہیں معلوم ہے کہ ہم قزاق ہیں اور مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں پھر بھی تم نے ان دیناروں کا بھید ہم پر ظاہر کر دیا حالانکہ یہ رقم اس قدر محفوظ تھی کہ کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں گذر سکتا تھا آخر کس چیز نے تمہیں سچ بولنے پر مجبور کیا۔

حضرت نے فرمایا میری والدہ نے گھر سے چلتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا بھلا ان چالیس دیناروں کی وجہ سے میں اپنی والدہ کی نصیحت کیوں فراموش کر دیتا اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیتا حضرت کے الفاظ سن کے بدوی بے حد متاثر ہوا اور اس پر رقت طاری ہو گئی ندامت کے آنسوؤں نے اس کے دل کی شقاوت اور سیاہی دھو ڈالی اور اس نے آہ بھر کر کہا'' اے بچے تم پر خدا کی ہزار رحمت ہو کہ تم نے اپنی ماں کے عہد کا خیال رکھا لیکن حیف ہے مجھ پر کہ میں نے اپنی ساری زندگی اپنے خالق کا عہد توڑتے گزار دی اے بچے تم نے مجھے ہدایت کی راہ دکھا دی اب میں رہتی زندگی تک کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا یہ کہہ کر وہ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور رہزنی کے پیشہ سے تائب ہو گیا اس کے ساتھیوں نے یہ منظر دیکھا تو سب بیک زبان پکار اٹھے کہ اے سردار ہم بھی اس برے پیشہ سے توبہ کرتے ہیں تو رہزنی میں بھی ہمارا قائد تھا اور توبہ میں بھی ہمارا پیشرو ہے چنانچہ انہوں نے لوٹا ہوا تمام مال قافلے والوں کو واپس دے دیا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد احمد بدوی اور اس کے ساتھی سچے مسلمان بن گئے اور اپنے زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت اور

خدمت خلق وحق شناسی کی بدولت خاصان خدا میں شمار ہوئے۔(بحوالہ حکایات صوفیہ)

حاصل...... سچ کہا ہے کہ ماں کی گود بچے کے لئے پہلا مدرسہ ہوتی ہے، یعنی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے، چنانچہ اگر ماں بچپن میں ہی بچے کی اخلاقی تربیت کرے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ آگے چل کر شیخ عبدالقادر جیلانی بنے، لہٰذا اس واقعہ سے ہم سب کو خصوصا ہماری ماؤں بہنوں کو خاص طور پر سبق حاصل کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر...... ۸۶

ظلم کی ابتدا کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے

قاضی عمر بن ابی لیلیٰ اپنے دور قضا کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس ایک بڑھیا اور ایک جوان عورت آئی، بڑھیا تو آتے ہی بولنے لگی، پھر وہ لڑکی بولی کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو نیکی عطا فرمائے اسے کہئے کہ یہ چپ ہو جائے میں اپنی اور اس کی بات کروں گی اگر میں کہیں بھی غلطی کروں تو یہ بڑھیا مجھے ٹوک دے (قاضی نے بڑھیا کو خاموش کرایا)

پھر وہ لڑکی کہنے لگی کہ یہ بڑھیا عورت میری پھوپھی ہے میرے والد مجھے ان کی نگرانی میں چھوڑ کر وفات پا گئے تھے تو اس نے میری تربت کی اور اچھی تربیت کی جب میں جوان ہوگئی تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اس طرح ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس نے میری شادی ایک زرگر (سنار) سے کر دی۔ وہ (سنار) اور میں گویا

دونوں پھول تھے وہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے علاوہ کوئی اور نہیں بنائی اور میں بھی یہ سمجھتی تھی کہ ان کے علاوہ اللہ نے کوئی پیدا نہیں کیا وہ روزانہ بازار جاتا اور کما کر شام کو گھر لوٹ آتا۔

میری پھوپھی نے جب ہم دونوں میں ایک دوسرے سے اتنا لگاؤ دیکھا تو یہ حسد میں مبتلا ہوگئی ایک دن اس نے اپنی بیٹی کو خوب بناؤ سنگھار کیا اور میرے شوہر کے آنے کے وقت اسے میرے پاس بھیجا تو میرے شوہر کی جب اس پر نظر پڑی تو اس نے میری پھوپھی سے اس کا رشتہ مانگا اس نے کہا کہ ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ تو اپنی بیوی (یعنی تیرا کام) معاملہ میرے ہاتھ میں دیدے میرے شوہر نے کہا میں نے اس کا معاملہ تیرے سپرد کردیا تو پھوپھی نے کہا کہ میں نے اسے تین طلاق دیدیں اس کے بعد پھوپھی نے اپنی بیٹی کا نکاح اس زرگر کے ساتھ کردیا اور وہ اس کے ساتھ بھی اسی طرح رہنے لگا صبح جاتا اور شام کو لوٹ آتا۔

جب میری عدت گزری تو میں نے اسے کہا پھوپھی جان اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا گھر چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہوجاؤں تو اس نے کہا ٹھیک ہے تو میں دوسری جگہ منتقل ہوگئی میری پھوپھی کا شوہر کافی عرصے سے غائب تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے میرا بھی پوچھا کہ بھتیجی کہاں ہے؟ تو پھوپھی نے بتایا کہ اس کی شادی ہوگئی تھی وہاں سے طلاق ہوگئی اور وہ دوسری جگہ رہ رہی ہے تو اس نے کہا کہ اس پر جو مصیبت گزری ہے ہمیں اس کی تسلی کے لئے جانا چاہئے مجھے اس کے آنے کی اطلاع ملی تو میں نے خوب بناؤ سنگھار کیا اور اس کے سامنے آئی اس نے مجھے سلام کیا اور میری اس مصیبت پر مجھے تسلی دی اور پھر کہا کہ میری کچھ جوانی ابھی باقی ہے اگر میں تجھ سے نکاح کرلوں تو تجھے اعتراض تو نہیں؟ میں نے کہا کہ مجھے اعتراض نہیں لیکن پھوپھی کا معاملہ میرے سپرد کردو، اس نے میرے سپرد کردیا تو میں نے اسے

تین طلاقیں دیدیں۔

چنانچہ پھر وہ کسی مسافر کی طرح اپنا سامان لیکر میرے گھر منتقل ہو گیا اس کے پاس چھ ہزار درہم بھی تھے، کچھ عرصے وہ میرے ساتھ رہا اور بیمار ہو کر مر گیا۔

جب میری عدت گزر گئی تو میرا پہلا شوہر آیا اور تعزیت کی، جب مجھے اس کے آنے کا معلوم ہوا تو میں نے خوب بناؤ سنگھار کیا پھر اس کے سامنے آئی اس نے مجھ سے کہا اے فلانی تجھے معلوم ہے کہ مجھے دنیا میں تو سب سے زیادہ محبوب اور عزیز تھی اور اب تو رجوع کرنا بھی ہمارے لئے حلال ہو گیا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟

تو میں نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر میری پھوپھی کی بیٹی کا یعنی تمہاری بیوی کا معاملہ میرے ہاتھ میں دیدو، تو اس نے اس کا معاملہ میرے ہاتھ میں دیدیا تو میں نے اسے تین طلاقیں دیدیں، یہ سن کر بڑھیا اچھل پڑی اور فوراً بولی اللہ تعالیٰ قاضی کو نیکی عطا فرمائے میں نے تو اس کے ساتھ ایسا ایک ہی بار کیا تھا جبکہ اس نے دو بار کیا ہے پھر قاضی عمر بن محمد ابی لیلیٰ نے کہا ایک کے بدلے ایک اور ابتداء میں ظلم کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے چل اپنے گھر جا۔ (بحوالہ مؤمنات کا قافلہ اور ان کا کردار)

حاصل...... سچ ہے جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں وہ خود گرتا ہے، لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ ظلم سے ہمیشہ پرہیز کرے، اور اس واقعہ سے عبرت پکڑنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے آمین یا رب العٰلمین۔

❁......❁......❁

واقعہ نمبر...... ۸۷

ایک رئیس نوجوان کا عبرت انگیز واقعہ

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنُو اُمَیَّہ کے لوگوں میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان

الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا۔دل کی خواہشات پوری کرنے میں خواہشات اورلذات کی ہرنوع میں اعلیٰ درجہ پرتھا۔لڑکے لڑکیوں میں ہروقت منہمک رہتا نہ اس کوکوئی غم تھا نہ فکر۔خودبھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے نوجوان تھا ۔اللہ تعالیٰ شانہ' کی ہرنوع کی دنیوی نعمت اس پر پوری تھی ۔اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی،جوساری کی ساری اسی لہوولعب میں خرچ ہوتی تھی ۔ایک اونچابالاخانہ تھاجس میں کئی کھڑکیاں توشارع عام کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن پر بیٹھ کروہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا۔اورکئی کھڑکیاں دوسری جانب باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کروہ باغ کی ہوائیں کھاتا،خوشبوئیں سونگھتا۔اس بالاخانے میں ایک ہاتھی دانت کاقبہ جو چاندی کی میخوں سے جڑاہواتھااورسونے کااس پرجھول تھا۔اس کے اندرایک تخت تھاجس پر موتیوں کی چادرتھی اوراس ہاشمی کے سرپرموتیوں کاجڑاؤعمامہ تھا۔اس قبہ میں اسکے یاراحباب جمع رہتے ۔خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے ،سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہرمجتمع رہتیں ۔ جب گاناسُننے کودل چاہتا،وہ ستارکی طرف ایک نظر اُٹھاتا اورسب حاضرہوجاتیں اورجب بندکرناچاہتاہاتھ سے ستارکی طرف اشارہ کردیتا،گانابندہوجاتا۔رات کوہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شُغل رہتااورجب (شراب کے نشہ سے) اُس کی عقل جاتی رہتی،یاران مجلس اُٹھ کرچلے جاتے،وہ جونسی لڑکی کوچاہتاپکڑلیتااوررات بھراسکے ساتھ خلوت کرتا۔صبح کووہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہوجاتا۔اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات ،کسی کی موت،کسی بیماری کاتذکرہ بالکل نہ آتا،اس کی مجلس میں ہروقت ہنسی اورخوشی کی باتیں،ہنسانے والے قصے اوراس قسم کے تذکرے رہتے ۔ ہردن نئی نئی خوشبوئیں جواس زمانے میں کہیں ملتیں وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں،عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ

حاضر کیئے جاتے۔اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گزرے۔ایک رات حسبِ معمول اپنے قبہ میں تھا،دفعتہً اس کے کان میں ایک ایسی سریلی آواز پڑی جواس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جدا تھی لیکن بڑی دلکش تھی ۔اس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اس کو بے چین سا کردیا۔اپنے گانے والوں کو بند کردیا۔اورقبہ کی کھڑکی سے باہرسرنکال کراس آواز کو سننے لگا۔وہ آواز کبھی کان میں پڑجاتی کبھی بندہوجاتی ۔اس نے اپنے خدام کوحکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آرہی ہےاس کو پکڑ کے لاؤ شراب کادورچل رہاتھا۔خدام جلدی سےاس آواز کی طرف دوڑےاوراس آواز کوتلاش کرتے کرتے ایک مسجد میں پہنچے،جہاں ایک جوان،نہایت ضعیف بدن ،زردرنگ،گردن سوکھی ہوئی ،ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی،بال پراگندہ،پیٹ کمر سے لگاہوا،دوایسی چھوٹی چھوٹی لونگیاں اس کے بدن پرکہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے ،مسجد میں کھڑا ہوااپنے رب کے ساتھ مشغول ،تلاوت کررہا،یہ لوگ اس کوپکڑکرلے گئے ،نہ اس سے کچھ کہانہ بتایا۔ایک دم اس کومسجد سے نکال کروہاں بالا خانے پرلے جاکراس کے سامنے پیش کردیا حضور یہ حاضر ہے۔وہ شراب کے نشے میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔انھوں نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سنی تھی ۔اس نے پوچھا کہ تم اس کوکہاں سے لائے ہو۔وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا،کھڑاہواقرآن شریف پڑھ رہاتھا۔اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیاپڑھ رہے تھے۔اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں۔

﴿اِنَّ الْاَبرارَلَفِي نَعِيمٍ o عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنظُرُونَ o تعرِفُ فِي وجوهِهِم نضرةَالنعيم o يُسقَونَ من رَّحيقٍ مَّختُوم oختمُهٗ مِسک ط وفِي ذَالک فليتَنافسِ المُتنافِسُون o ومزَاجُهٗ مِن تَسنِيم oعيناًيَّشرَبُ بهَاالمُقرَّبُون ط﴾ (سورۃ تطفیف)

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ''بیشک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لئے خالص شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں پر ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہیئے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ان اعمال میں حرص کرنا چاہئے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اس کا جوش زیادہ ہوتا ہے اور وہ تسنیم جنت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مُقرَّب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کے شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا جائے گا)۔ اس کے بعد اس فقیر نے کہا۔ ارے دھوکے میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو، تیرے اس بالا خانے کو، تیرے ان فرشوں کو ان سے کیا مناسبت۔ وہ بڑی اونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں، ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ ان کے اَستر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ وہ لوگ سبز مُشَجَّر اور عجیب وغریب کپڑوں پر تکیہ لگائے ہونگے۔ اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہونگے۔ ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوں کی دو دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے۔ وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ انکی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں۔ وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے۔ ایسے عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغوبات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمیں ہوں گے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوں گے اور آبخورے رکھے ہوئے ہوں گے

اور برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہے بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔ وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے۔ اس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔ وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بیشک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اسمیں مایوس پڑے رہیں گے۔ بیشک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی) جس دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے (اوران سے کہا جائے گا کہ) دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو۔ وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے ۔مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دے دے، پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے ۔ لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اتار دیگی، اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاویگی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی ، اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا۔ یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے (غرض اس طرح اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کیا۔ (پوری آیات مترجم قرآن شریف

سے دیکھی جاسکتی ہیں)۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب چلّا کر رویا، اور اپنے سب اہل مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لے کر صحن میں چلا گیا اور ایک بورئیے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا، اور فقیر اسکو نصیحت کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔اس نے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہ سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا۔پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہوگیا اور اپنا وہ سارا ساز وسامان ، مال ومتاع سب فروخت کر کے صدقہ کردیا اور تمام نوکروں کو موقوف کردیا۔اور جتنی چیزیں ظلم وستم سے لی تھیں سب اہل حقوق کو واپس کیں۔غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کیئے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کردی، اور موٹا لباس اور جو کی روٹی اختیار کی تمام رات نماز پڑھتا دن کو روزہ رکھتا۔حتیٰ کہ نیک لوگ اور بزرگ اس کے پاس اس کی زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اس نے شروع کردیا کہ لوگ اس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہ نہایت کریم ہیں اور تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں، مگر وہ کہتا دوستو میرا حال مجھ ہی کو معلوم ہے میں نے اپنے مولیٰ کی دن رات نافرمانیاں کی ہیں۔بڑے سخت سخت گناہ کیئے ہیں ، یہ کہہ کر رونے لگتا اور خوب روتا۔اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا۔ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا۔ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا۔اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کرلیا۔وہیں انتقال ہوا۔رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۔مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جاکر خوب

روتا اور گڑگڑاتا، اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا۔ میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔ ہلاکت ہے میرے لئے اس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہوگی (یعنی مرنے کے بعد) میری ہلاکت پر ہلاکت ہے یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جس دن میرے اعمال نامے کھولے جائیں گے، آہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے، وہ میرے گناہوں سے پُر ہوں گے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا، جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کئے، اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانہ ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں۔ تیرے سوا کون شخص ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں، البتہ محض تیرے کرم سے، تیری عطا سے، تیرے فضل سے اس کی تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمادے اور میرے گناہ معاف کردے۔ فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃ۔

(بحوالہ کتاب التوابین وفضائل صدقات)

حاصل...... مندرجہ بالا واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ اگر سچے دل سے توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور سنتے ہیں اور ضرور قبول کرتے ہیں، چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور سچے دل سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۸۸

عبرت ناک واقعہ

امام زہری رحمہ اللہ ناقل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ دروازہ پر ایک نوجوان رو رہا ہے جس نے میرا دل جلا دیا ہے۔ فرمایا عمر! اسے اندر لے آؤ۔ وہ نوجوان روتا ہوا حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی ۔ کہنے لگا یا رسول اللہ میرے گناہوں کا ڈھیر مجھے رلا رہا ہے اور مجھے جبار سے ڈر آتا ہے کہ وہ مجھ پر غضب ناک ہوگا۔ آپ نے فرمایا نوجوان! کیا تو نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے۔ عرض کیا نہیں ۔ کیا تو نے کسی جان کو ناحق قتل کیا ہے عرض کیا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرمادیں گے اگر چہ وہ سات آسمان سات زمینوں اور تمام پہاڑوں کے برابر ہوں ۔ نوجوان بولا حضور! میرا گناہ ساتوں آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں سے بھی بڑھا ہوا ہے آپ نے ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی کہنے لگا میرا گناہ بڑا ہے۔ فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش ، اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے۔ ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا تیرا اللہ یعنی اس کی عفو۔ کہنے لگا ہاں البتہ میرا اللہ اور اس کی عفو بہت بڑی ہے پس ارشاد فرمایا کہ گناہ عظیم کو خدائے عظیم ہی معاف فرمائے گا جو بہت ہی عفو و درگزر کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا ذرا اپنا گناہ تو بتا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے حیا آتی ہے۔ آپ نے پھر پوچھا تو کہنے لگا میں کفن چور تھا اور سات سال تک

یہی پیشہ کیا۔ ایک دفعہ انصار کی ایک لڑکی فوت ہوئی میں نے اس کی قبر کھودی اور کفن اتار کر چل دیا تھوڑی دور گیا تھا کہ شیطان نے مجھ پر غلبہ پایا اور میں نے لوٹ کر اس سے مجامعت کر لی۔ نکل کر تھوڑی دور گیا تھا کیا دیکھتا ہوں وہ لڑکی کھڑی پکار کر کہہ رہی ہے اے جوان تجھے قیامت کے دن جزا و سزا دینے والے سے حیا نہیں آتی جس وقت وہ اپنی کرسی فیصلہ کے لئے رکھیں گے اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ دلوائیں گے۔ تو مرنے والوں کے مجمع میں مجھے ننگی کر کے چل دیا ہے اور میرے اللہ کے روبرو مجھے بحالت جنابت حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اس کی گدی میں ایک دھول رسید کی اور فرمایا او فاسق تو تو بس آگ کے لائق ہی ہے، دفع ہو یہاں سے۔ نوجوان وہاں سے نکلا، چالیس راتوں تک اللہ کے حضور توبہ کرتا مارا مارا پھرتا رہا۔ چالیس راتوں کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا، آدم وحوا کے معبود اگر تجھے میری توبہ منظور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی خبر دے دے ورنہ پھر آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور آخرت کے عذاب سے نجات دے دے۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے سلام کہا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو سلام پہنچایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ خود سلام ہیں سلام کا مبدا اور منتہیٰ بھی وہی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے فرمایا مجھے بھی اور تمام مخلوق کو اسی نے پیدا فرمایا ہے عرض کیا وہ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ مخلوق کو رزق دیتے ہیں۔ فرمایا بلکہ مجھے بھی اور تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں۔ عرض کیا وہ پوچھتے ہیں کیا بندوں کی توبہ آپ قبول کرتے ہیں فرمایا بلکہ میری بھی اور تمام بندوں کی توبہ وہی قبول فرماتے ہیں۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کی توبہ قبول کر لی ہے آپ بھی اس پر نگاہِ

شفقت فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو بلا کر اسے توبہ قبول ہونے کی بشارت سنائی۔

حاصل...... فقیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقل مند آدمی کو اس سے سبق لینا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ زندہ کے ساتھ زنا کرنا مردہ کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ گناہ ہے اس کی معافی کے لئے حقیقی اور سچی توبہ کرنی چاہئے۔ دیکھئے نوجوان نے جب سچی توبہ پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا اور یہ بھی ضروری ہے کہ جس حیثیت کا گناہ ہو توبہ بھی اسی درجے کی ہونی چاہئے۔

(بحوالہ تنبیہ الغافلین)

واقعہ نمبر......۸۹

نابینا صحابیؓ کے ہاتھوں گستاخ رسول ﷺ کا قتل

حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ! کوئی تم میں سے ہے جو میرے دشمن کو قتل کر ڈالے، دشمن کون ہے؟ دشمن کا نام ابورافع ہے یہ ابورافع چوکوں میں چوراہوں میں گلیوں میں بستیوں میں گویا ہر جگہ نبی ﷺ کو گالیاں دیتا ہے جب حضور کو پتہ چلا تو حضور نے فرمایا کہ اے صحابیو! کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو ابورافع کو قتل کر کے جنت حاصل کرے، صحابہ موجود تھے ہر صحابی کے دل میں یہ خواہش تھی کہ اس کو قتل کریں گے اسی مسجد (مسجد نبوی) کے کونے میں ایک صحابی بیٹھا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ بن ابی عتیق ہے جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے اللہ کے دروازے پر سجدہ میں گر جاتے ہیں ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے اللہ میں جنگ بدر، احد اور خیبر میں نہ جاسکا کیونکہ میں نابینا معذور ہوں اس کا مجھے بہت افسوس ہے اے اللہ

رسول اللہ ﷺ کے اس دشمن کو میرے ہاتھوں قتل کرا کے مجھے جنت کا ٹکٹ عطا فرما، اس صحابی کی یہ دعا قبول ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن ابی عتیق مسجد سے باہر آئے اور گھر چلے گئے گھر آ کر ایک خنجر لیا اور اپنی قمیض میں چھپالیا اور ابورافع کا محل کی تلاش میں نکلا ایک میل باہر اس کے محل کے دروازے پر پہنچ گیا، دروازے پر دربان کھڑا تھا اس سے پوچھا کہ ابورافع کب آئے گا؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں دربان نے دیکھا کہ یہ آنکھ سے نابینا ہے کوئی سوالی ہوگا ابورافع سے سوال کرے گا۔ اس دربان نے دروازہ کھول دیا چنانچہ عبداللہ بن ابی عتیق اندر تشریف لے آئے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے شام ہوچکی تھی اب تک سردار نہیں آیا تھا عبداللہ بن ابی عتیق نے دربار کے کسی شخص سے پوچھا کہ سردار کب آئے گا؟ پتہ چلا کہ رات کو آئے گا، چنانچہ سردار عشاء کے وقت آ گیا عبداللہ بن ابی عتیق نے کسی سے پوچھا سردار کہاں جا رہا ہے؟ پتہ چلا وہ اس وقت شطرنج کھیلے گا اور اس کے بعد آرام کرے گا، ادھر یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی عتیق مکان کے بالا خانے پر چڑھ گیا جہاں سردار شطرنج کھیل رہا تھا۔

چنانچہ ابورافع یہودی شطرنج کھیلنے کے بعد اپنے بالا خانے میں چلا گیا وہاں جا کر آرام کرنے لگا، یہ صحابی آنکھوں سے نابینا تھے اس کے دروازے پر جا کے بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ یہ سوالی ہے شاید یہ مانگنے والا ہے، اس وجہ سے کسی نے کوئی توجہ نہ دی آدھی رات ہوچکی تھی اندھیرا چھا چکا تھا دربار کے سارے لوگ سو چکے تھے، اس صحابی رسول عبداللہ بن ابی عتیق نے اندازہ لگایا سردار کہاں سوتا ہے جس کمرے میں سردار سوتا تھا اس کمرے کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد جب خراٹوں کی آواز آئی تو اس صحابی رسول نے خنجر قمیض کے نیچے سے نکالا جہاں سے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی بسم اللہ پڑھا اور خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا، ابورافع یہودی کی ایک چیخ نکلی تو دوسرا وار کیا پھر تیسرا وار کیا خون بہتا ہوا اس کے قریب آ گیا اس نے

سوچا کہ اب یہ مر چکا ہے اس لئے خون بہہ رہا ہے، اس کو قتل کرنے کے بعد عبداللہ بن ابی عتیق بالا خانے سے باہر آیا اور محل کی دیوار کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا دل میں خیال آیا کہ شاید نبی کا دشمن زندہ ہو اور یہ زندہ بچ گیا تو مجھے جنت نہیں ملے گی اب یہ دیوار پر اس نیت کی وجہ سے بیٹھ گئے کہ جب تک محل سے آواز نہ آئے کہ ابورافع قتل ہو چکا ہے اس وقت تک میں نیچے چھلانگ نہیں لگاؤں گا آدھی رات کا وقت ہے ایک آدمی نے تہجد کے وقت اعلان کیا اوئے لوگو! ہمارا سردار ابی رافع قتل ہو چکا ہے۔

جب عبداللہ بن ابی عتیق نے یہ خبر سنی تو اسی وقت چھلانگ لگادی جس وجہ سے انکا پاؤں ٹوٹ گیا تھا لیکن ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ یہ صحابی رسول مدینہ کی طرف چلا آہستہ آہستہ مدینہ میں پہنچ گیا فجر کی اذان کے قریب مسجد نبوی میں پہنچ گیا اور وضو وغیرہ کر کے اسی جگہ بیٹھ گئے، جس جگہ گزشتہ کل اللہ سے دعا مانگی تھی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور دو نفل شکرانے کے ادا کیے کہ اللہ نے نبی کے دشمن کو میرے ہاتھوں قتل کرایا صحابی رسول نے نماز جماعت کے ساتھ پڑھی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ مصلے پر بیٹھے ہیں پیغمبر کو کسی نے نہیں بتایا کہ ابورافع یہودی کو قتل کر دیا گیا ہے تھوڑی دیر گزری تھی کہ آسمانوں سے جبرئیل امین پیغمبر پر وحی لے کر آئے اور فرمایا اے اللہ کے نبی آج رات آپ کا دشمن قتل کر دیا گیا ہے حضور نے پوچھا کس نے قتل کیا؟ بتایا گیا کہ وہ کونے میں جو نابینا صحابی عبداللہ بن ابی عتیق بیٹھے ہیں اس نے دشمن کو قتل کر کے جنت حاصل کر لی ہے، حضور نے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگوں عبداللہ بن ابی عتیق پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی عتیق کو بلایا جب عبداللہ آ گئے تو حضور نے پوچھا اے عبداللہ تو نے قتل کیا ہے فرمایا اے اللہ کے نبی میری دعا قبول ہوئی ہے فرمایا یارسول اللہ میری ٹانگ ٹوٹ گئی ہے حضور نے فرمایا ٹانگ قریب کرو حضور نے اپنا

لعاب نبوت عبداللہ بن ابی عتیق کی ٹانگ پر لگا دیا اور ٹانگ بالکل صحیح ہوگئی عبداللہ بن ابی عتیق کہتے ہیں کہ جب میری ٹانگ پر نبی کا لعاب لگا تو ٹانگ ایسی ہوگئی کہ جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں تھی (سبحان اللہ)۔ (بحوالہ تاریخ اسلام)

حاصل...... بیشک جو انسان نیکی کا کام اخلاص سے کرتا ہے تو اللہ کی مدد بھی اس کے ساتھ ہوتی ہے، جیسا کہ اس واقعہ سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۹۰

حضرت سہل تستریؒ اور ایک باخدا رئیس زادی

شیخ سعدی نے اپنے مشہور و معروف نثر مجلس پنجگانہ میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت سہلؒ طبابت کا پیشہ کرتے تھے جب انہوں نے فقر اختیار کیا تو ایک عرصہ تک ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے یہاں تک کہ ان کو کثرت سے رویائے صالح ہونے لگا اور ایک دو مرتبہ کسی معاملہ میں کشف بھی ہوا حضرت سہلؒ کے دل میں خیال گزرا کہ وہ مرتبۂ ولایت پر فائز ہو گئے ان کا یہ خیال آہستہ آہستہ تکبر کی حد تک پہنچ گیا اللہ تعالیٰ کو اپنے خاص بندوں کا گمراہ ہونا پسند نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت سہلؒ کے دل سے ولایت کا زعم دور کرنے کے لئے ان کو الہام کیا گیا تم خراسان جاؤ وہاں کے ایک رئیس کی بیٹی جنون میں مبتلا ہے اس کا علاج کرو حضرت سہلؒ یہ الہام ہوتے ہی خراسان کے لئے چل پڑے خراسان پہنچ کر انہوں نے لوگوں سے اس رئیس کا پتہ دریافت کیا تو انہوں نے ایک عالیشان محل کی طرف اشارہ کیا حضرت سہلؒ محل کی طرف گئے تو دیکھا کہ وسیع و عریض قصر ہے جس کے سامنے ایک دلکش باغ ہے اور

اس میں کچھ آدمی گلگشت میں مصروف ہیں حضرت سہل نے ان سے کہا کہ میں طبیب ہوں اور اس رئیس کی دیوانی بیٹی کا علاج کرنا چاہتا ہوں اگر تم اس رئیس سے میرا تعارف کرادو تو تمہارا احسان ہوگا ان میں سے ایک شخص نے غور سے حضرت سہلؒ کی طرف دیکھا اور کہا میاں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا دماغ چل گیا ہے آخر موت کو دعوت دینے میں کیا تک ہے ذرا اس قصر کی دیوار سے اندر جھانک کر تو دیکھو حضرت سہلؒ نے اس دیوار کی پرلی طرف نظر ڈالی تو بیسیوں کٹے ہوئے سر نظر آئے واپس آ کر ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا کہ تجھ سے پہلے کئی طبیب آئے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس لڑکی کا علاج کریں گے رئیس نے اس شرط پر اپنی بیٹی کا علاج کرنے کی اجازت دی کہ اگر علاج کامیاب نہ ہوا تو ان کا سر قلم کر دیا جائے گا چنانچہ یہ کٹے ہوئے سر انہی طبیبوں کے ہیں جو اپنے تمام نسخے آزمانے کے باوجود علاج میں ناکام رہے اگر تم بھی اپنا سر کٹوانا چاہتے ہو تو ہمیں تعارف کرانے میں کوئی عذر نہیں ہے حضرت سہلؒ نے کہا کہ مجھے سب کچھ منظور ہے بس اس رئیس کے پاس مجھے لے چلو۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت سہلؒ کو قصر کے اندر لے گئے اور رئیس سے ان کا تعارف کرایا رئیس اس وقت چند آدمیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا اس نے حضرت سہلؒ کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں جب وہ آدمی چلے گئے تو رئیس حضرت سہلؒ سے یوں مخاطب ہوا۔

رئیس، یہاں آنے سے تمہاری کیا غرض ہے؟

حضرت سہلؒ میں نے سنا ہے کہ تمہاری ایک لڑکی ہے جو جنون کے عارضہ میں مبتلا ہے میں اس کے علاج کے لئے آیا ہوں۔

رئیس، پہلے میرے محل کی دیوار کے اندر تو نگاہ ڈالو۔

حضرت سہلؒ، میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔

رئیس ان کا جواب سن کر بہت حیران ہوا اور سمجھا کہ یہ کوئی بڑا بلند پایہ طبیب ہے جو پہلے طبیبوں کا حشر دیکھ کر بھی علاج پر تلا ہوا ہے چنانچہ اس نے زنانہ خانے میں پیغام بھیجا کہ شہزادی کو تیار کریں ایک طبیب اسے دیکھنے آیا ہے تھوڑی دیر کے بعد اندر سے اطلاع آئی کہ لڑکی طبیب سے ملنے کے لئے تیار ہے چنانچہ رئیس نے حضرت کو اپنے ساتھ لیا اور حرم سرا میں داخل ہوا جب دونوں لڑکی کے کمرے تک پہنچے تو لڑکی نے کنیز کو آواز دی۔

میرا نقاب لاؤ تا کہ میں نقاب کرلوں۔"

رئیس کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس سے پہلے کتنے ہی طبیب آئے لیکن لڑکی نے کسی سے پردہ نہیں کیا اس طبیب میں معلوم نہیں کیا بات ہے کہ لڑکی نقاب کی ضرورت محسوس کر رہی ہے وہ اپنے خیالات کو ضبط نہ کرسکا اور لڑکی کے سامنے ان کا اظہار کر ہی دیا لڑکی نے جواب دیا،

"آنہا مرد نہ بودند، مردانیست کہ اکنوں درآمدہ"

(وہ مرد نہیں تھے مرد یہ ہے جو اب آیا ہے)

رئیس لڑکی کا جواب سن کر سٹپٹا گیا اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا، حضرت سہلؒ لڑکی کے قریب گئے اور سلام علیکم کہا

رئیس زادی "وعلیکم السلام اے پسر خاص"

حضرت سہلؒ تم نے کیسے سمجھا کہ میں پسر خاص ہوں،

رئیس زادی، جس نے تم کو یہاں بھیجا اس نے مجھ کو بھی متنبہ کر دیا ہے تمہیں اللہ نے ایسی نعمت سے نوازا ہے جس سے روح کو تسکین ملتی ہے اسی وجہ سے میں خجالت محسوس کر رہی ہوں رئیس یہ گفتگو سنکر عالم تحیر میں کھو گیا اور ساکت وصامت دیکھنے لگا

کہ اب کیا ہوتا ہے ادھر حضرت سہل" سمجھ گئے کہ لڑکی کو جنون نہیں بلکہ کوئی اور شئے ہے انہوں نے قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی کہ شاید اسمیں علاج ہو اور لڑکی کو سکون میسر ہو جائے رئیس زادی نے جونہی یہ آیت سنی غش کھا کر گر پڑی تھوڑی دیر بعد جب ہوش میں آئی تو حضرت سہل" نے اس سے مخاطب ہو کر کہا آ کہ تجھے سرزمین اسلام میں لے جاؤں۔

رئیس زادی، سرزمین اسلام میں کیا شئے ہے جو یہاں نہیں ہے؟

حضرت سہل" ارض اسلام میں کعبہ معظم ہے۔

رئیس زادی۔ نادان اگر تو کعبہ کو دیکھے تو اسے پہچان لے گا؟

حضرت سہل"۔ ہاں

رئیس زادی۔ میرے سر کے اوپر نگاہ کرو۔

حضرت سہل" نے اوپر نظر ڈالی تو ایک عجیب منظر دکھائی دیا ان کی نظر کے سامنے کعبۃ اللہ موجود تھا جو لڑکی کے سر کے گرد طواف کرتا معلوم ہوتا تھا حضرت سہل" یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گئے اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو رئیس زادی سے پوچھا، تو نے یہ مرتبہ کس طرح حاصل کیا۔

رئیس زادی، نادان تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص اپنے پاؤں کے ساتھ کعبہ جاتا ہے وہ کعبہ کا طواف کرتا اور جو اپنے دل کے ساتھ کعبہ جاتا ہے کعبہ اس کا طواف کرتا ہے اور تجھے یہ بھی جان لینا چاہئے کہ تو ابھی خدا سے ایک قدم دور ہے اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہارے لئے اس راز کو فاش کر دیتی ہوں جلد بتاؤ جاننا چاہتے ہو یا نہیں؟

حضرت سہل" میری جان تم پر قربان جلد کہو ورنہ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔

رئیس زادی، من عرف نفسه فقد عرف ربّه

(جس نے اپنے نفس کو جان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

رئیس زادی کا جواب سن کر حضرت سہل تستریؒ کے سارے حجابات دور ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اس دنیا میں اللہ کے بہت سے ایسے بندے ہیں جو ان سے کہیں بلند مرتبہ پر فائز ہیں چنانچہ ان کے دل سے اپنی ولایت اور بڑائی کا خیال یکسر جاتا رہا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ذریعہ ان کو تنبیہ کر کے گمراہ ہونے سے بچالیا۔ (بحوالہ حکایات صوفیہ)

حاصل...... بیشک اللہ والوں کی شان ہی نرالی اور انوکھی ہوتی ہے وہ دنیا سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی قدر کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۹۱

عبادت الٰہی کا صلہ

بنی اسرائیل میں دو بھائی تھے جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا کافر اور تھے دونوں دریا کے شکاری، کافر بُت کو سجدہ کرتا تھا مگر جب مچھلیوں کے لیے جال دریا میں ڈالتا تو اس قدر مچھلیاں اس میں آجاتی تھیں کہ اس کو کھینچنا مشکل ہو جاتا مگر مسلمان کے جال میں صرف ایک ہی مچھلی آتی تھی اور اسی پر صبر کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرتا تھا اتفاقاً ایک روز اس مسلمان کی بیوی اپنے مکان کی چھت پر گئی تو اس کی نظر کافر کی بیوی پر پڑی جو زیور اور بہترین لباس سے آراستہ تھی یہ دیکھ کر اس مسلمان کی بیوی کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کاش میں بھی ایسی ہی ہوتی تو کافر کی بیوی بولی تو اپنے شوہر کو آمادہ کرلے، وہ بھی میرے شوہر کے معبود یعنی بت کی عبادت کیا کرے تاکہ تو بھی میری طرح مالدار

ہو جائے۔ یہ سن کر مسلمان بھائی کی بیوی کچھ غمزدہ سی ہو کر نیچے آئی اور جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے بیوی کا حال متغیر دیکھ کر دریافت کیا آخر کیا بات ہے جس سے تو اس قدر غمزدہ معلوم ہوتی ہے؟ تو وہ کہنے لگی، بس میاں! یا تو تم مجھے طلاق دے دو یا اپنے بھائی کے معبود کی پرستش اختیار کر و یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا کہ خدا کی بندی تو خدا سے نہیں ڈرتی ایمان کی دولت کے بعد یہ کفر کی باتیں کرتی ہے تو عورت بولی! بس مجھ سے اب زیادہ باتیں نہ بناؤ، میں ننگی بوچی نہیں رہ سکتی، جب کہ دوسری عورتوں اور خصوصاً تیرے بھائی کی بیوی کو میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ زیورات اور عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ رہتی ہے۔

جب اس مرد مومن نے دیکھا کہ عورت تریا ہٹ پر اتر آئی ہے اور اس کا اصرار حد سے بڑھ چکا ہے تو اس نے عورت کو تسلی دی کہا اچھا! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں کل سے کاریگروں اور مزدوروں میں جا کر محنت کر کے تجھے روزانہ دودرہم دیتا رہوں گا، تو اس سے اپنی حالت درست کر لینا یہ سن کر عورت کو کچھ تسکین حاصل ہوئی اور سویرے ہی وہ مرد مؤمن مزدوری کی تلاش میں نکلا لیکن کسی نے اس کی بات نہ پوچھی، یہ دیکھ کر وہ دریا کے کنارے پہنچا اور شام تک اللہ کی عبادت میں مصروف رہ کر رات کو جب گھر آیا تو بیوی نے دریافت کیا، آج تم کہاں تھے؟ تو وہ کہنے لگا میں بادشاہ کی خدمت میں تھا اس نے مجھ سے تیس دن کام کرنے کی شرط کی ہے، عورت بولی کہ آخر وہ بادشاہ تم کو کیا دے گا؟

تو اس نے جواب دیا کہ میرا بادشاہ بڑا کریم ہے اور اس کے خزانے مال ودولت سے بھرے ہوئے ہیں وہ مجھے وہ دے گا جو میں چاہوں گا، چنانچہ اسی طرح برابر وہ اپنے معبود برحق کی عبادت میں مصروف رہا اور تیسویں رات ہوئی تو بیوی نے کہا، سنو میاں! اگر کل تم نے مجھے مزدوری لا کر نہیں دی تو تم پر مجھے طلاق دینا لازم ہو

جائے گا۔ یہ سن کر اس کو کسی قدر پریشانی لاحق ہوئی اور تیسویں صبح کو اس نے ایک یہودی سے کہا، کیا تم مجھے مزدوری پر لگا لو گے؟ یہ سن کر یہودی کہنے لگا کہ ہاں! تم کو مزدوری تو مل جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ میرے پاس تمہارے کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ ہوگا، چنانچہ وہ مردِ مؤمن روزہ کی نیت کر کے یہودی کے ساتھ ہولیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام انتیس اشرفیاں ایک نورانی طباق میں لے کر اس کی بیوی کے پاس پہنچے اور کہنے لگے میں بادشاہ کا قاصد ہوں! اسی نے یہ اشرفیاں لے کر مجھ کو تیرے پاس بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تیرا شوہر ہمارے کام میں تھا ہم نے اس کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ اسی نے ہم کو چھوڑ دیا اور یہودی کے پاس چلا گیا، اگر وہ ہمارا کام کرتا تو ہم اس کو اور زیادہ اجرت دیتے، بس یہ ایک اشرفی کی کمی اس وجہ سے ہوئی ہے۔

چنانچہ وہ عورت ان میں سے ایک اشرفی لے کر بازار گئی جس پر ”لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ“ لکھا ہوا تھا، صراف نے ایک ہزار درہم اس کی قیمت عورت کے حوالے کر دی اور جب شام کو وہ مردِ مؤمن گھر واپس آیا تو عورت نے اس سے دریافت کیا آج تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا کہ آج میں ایک یہودی کے کام پر گیا ہوا تھا، تو بیوی کہنے لگی کہ آخر بادشاہ کی خدمت ترک کر کے تم دوسرے کی خدمت کیوں کرتے ہو؟ پھر اس کو اشرفیوں کا واقعہ سنایا، جس کو سن کر وہ مردِ مومن روتے روتے بے ہوش ہو گیا اور جب اس کو ہوش ہوا تو بیوی سے کہنے لگا، افسوس کہ میں نے بادشاہ دو جہاں کی خدمت کا حق اپنے اوپر لازم نہ کیا! اس کے بعد اس شخص نے عورت کو چھوڑ دیا اور پہاڑوں پر چلا گیا جہاں خدا کی عبادت ہی میں مصروف رہ کر اس کا انتقال ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس پر اپنا رحم فرمائے، آمین!

حاصل...... سچ ہے! اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے وہ بندے کو اس کی

عبادت کا صلہ ضرور دیتا ہے۔اگر چہ بعض دفعہ کسی حکمت کی بنا پر اس کے یہاں دیر ہو جاتی ہے، لیکن بہر حال اندھیر پھر بھی نہیں وہ اپنے بندوں کو دیتا ضرور ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر وشکر کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

واقعہ نمبر......۹۲

حاجی مانک کے عشقِ رسول ﷺ کا واقعہ

حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں حاجی مانک کا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا۔ذیل میں اس کی تلخیص پیش خدمت ہے۔

کرونڈی ضلع نواب شاہ تحصیل پڈعیدن سے پندرہ میل دور ایک بستی کا نام ہے۔وہاں مرزائیوں نے چیلنج کیا کہ ہم مسلمانوں سے مناظرہ کریں گے۔مولانا لال حسین اختر وہاں پہنچے۔سندھ کے تمام بڑے علماء چیئرمین وہاں پہنچے۔ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔مولانا لال حسین اختر نے اپنی پہلی ٹرم میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں آج ثابت کروں گا کہ مرزا جھوٹا تھا، کذاب تھا، اس کا دعویٰ بھی جھوٹا تھا، الہام بھی جھوٹے تھے، وحی بھی جھوٹی تھی، پیش گوئیاں بھی جھوٹی تھیں، وہ بھی جھوٹا تھا، اس کی تمام کتابیں جھوٹی تھیں۔

جو مرزائی مقابلہ میں تھا اس کا نام عبدالحق تھا۔اس بد بخت کو اس لعین کو پتہ نہیں کیا خیال آیا۔وہاں پر چونکہ اس کی زمین تھی، بہت سارے اس کے مزارع تھے۔مرزائیوں کی ایک بستی تھی، وہ بندوقوں کے ساتھ آیا تھا، اس نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی ثابت کروں گا کہ محمد بھی ایسا تھا۔(نعوذ باللہ)

اس نے کہا میں بھی ثابت کروں گا تمہارا نبی ایسا تھا، شور پڑ گیا۔ اُس نے جو الفاظ کہے مسلمان جذبات میں کھڑے ہو گئے۔ دوسری طرف بندوقیں تھیں، کچھ حالات ایسے تھے، پولیس بھی تھی، بات ٹل گئی، لڑائی نہ ہوئی۔ مسلمان بڑے پریشان ہوئے۔ مرزائی چلے گئے۔ مناظرہ یہاں پر ختم ہوا کہ یہ جملہ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ وہ معافی مانگے، یہ اس نے ہمارے سینے پر مونگ دلے ہیں۔ ہمیں اس نے چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ مسلمان بے غیرت نہیں ہیں، یہ جملے اتنے سنگین ہیں کہ ہمیں موت آ جاتی۔ یہ جملے ہمیں برداشت نہ کرنے پڑتے۔ مسلمان روتے ہوئے گئے، مانک کہتا ہے کہ میں اپنے گھر گیا۔ (یہ ہماری) قوم کا شہر تھا۔ بلوچوں کی پانچ سو لڑیاں ہیں۔ میں بھی بلوچ ہوں۔ بلوچوں میں جو سردار ہیں میرے لڑی ان میں ہے۔ جھنگ سے حضرت دین پوریؒ حج پر گئے۔ واپس آ کر دین پور میں ڈیرہ لگایا۔ اصل میں ہم بھی جھنگ کے ہیں۔ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں۔ حضرت دین پوریؒ یہاں کے تھے۔ یہاں بلوچ تھے، یہاں سے جا کر دین پور کو آباد کیا۔

(دین پوری)

حاجی مانک کہتا ہے کہ جب میں نے یہ بات سنی تو سر پکڑ لیا، میں روتا رہا۔ یہ بات ساری بستی میں پھیل گئی کہ عبدالحق نے اتنی گستاخی اور اتنی زبان درازی کی ہے اتنی بے ادبی کی ہے، اتنی بکواس کی ہے، ہر مرد کی زبان پر یہی بات تھی۔ حاجی مانک کہتا ہے کہ میں گھر آیا تو میرا گھر بدلہ ہوا تھا۔ میری بچیاں رو رہی تھیں، میری بیوی کا رُخ ایک طرف تھا، میں نے پانی مانگا، بیوی نے نہ دیا، میں نے بیوی سے کہا پانی دو، وہ بات ہی نہ کرے۔

اندر سے کنڈی مار کر کہنے لگی، مانک تیری سفید داڑھی اسی سال تو حج کر کے آیا ہے۔ گنبد خضراء پر تو روتا تھا، مجھے ساتھ لے گیا تھا۔ تو نے اپنے محبوب کریم کے

متعلق یہ جملہ سنا، بے غیرت زندہ واپس آ گیا تو بھی محمد ﷺ کا اُمتی ہے؟ میں تیری بیوی نہیں ہوں، مجھے اجازت دے دے، میں میکے جا رہی ہوں۔ یہ بیٹیاں تیری بیٹیاں نہیں ہیں' میں اس بے غیرت کو اپنا خاوند نہیں بناتی، میری بیٹیاں تجھے ابا نہیں کہیں گی۔ اتنی بڑی تو نے داڑھی رکھی ہے اور مصطفیٰ کے خلاف یہ سن کر تو زندہ لوٹ آیا۔ مر نہیں گیا۔ حاجی مانک کہتا ہے اس جملے نے میرے اندر محمد ﷺ کی محبت کی سپرٹ بھر دی۔ مجھے کرنٹ سا لگا۔

حضور ﷺ کی زندگی کا سارا نقشہ میرے سامنے آ گیا۔ آقا ﷺ کی محبت نے جوش مارا میں پھر بے خود ہو گیا، میں نے کلہاڑی اٹھائی اور اس مرزائی عبد الحق کی طرف چل پڑا۔ (یہ واقعہ سنا کر آپ کا ایمان تازہ کر رہا ہوں۔ اس کی عمر پچاس برس تھی، چہرہ حسین سرخ' منہ پر نور ٹپکتا ہے' میں کروندی کی طرف جب تقریر کے لیے جاتا ہوں، تو وہ صدارت کرتا ہے۔ میں اس کا ماتھا چومتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ بیسیوں دفعہ حضور ﷺ کی زیارت ہو چکی ہے۔ (سبحان اللہ)۔ (حضرت دین پوری)

کلہاڑی ہاتھ میں لے لی اور تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ پستول، ریوالور وغیرہ اس کے پاس نہیں تھا۔ دل میں فیصلہ کر لیا کہ یا مصطفیٰ یا گستاخ' آج بھونکنے والا کتا زندہ رہے گا یا محمد ﷺ کا عاشق جان دے دیگا، سیدھا گیا، عبد الحق پھر رہا تھا، اس کو خیال بھی نہ آیا کہ یہ بوڑھا مجھے کچھ کہے گا۔ پچاس سال حاجی مانک کی عمر تھی۔ سفید داڑھی تھی۔ کہتا ہے کہ میں ویسے بوڑھا ہوں، مگر دل جوان تھا۔ خون میرا جوان تھا، رگوں میں جو خون تھا، وہ جوان تھا۔ میں نے عبد الحق کو قریب جا کر کہا او گستاخ او مرزائی کتے! او مرتد! آج تیرا آخری دن ہے تو بچ نہیں جائے گا، تگڑا ہو جا، محمد ﷺ کا عاشق تیرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس نے میرے ہاتھ میں کلہاڑی دیکھی تو دوڑنے لگا۔ پاؤں میں ڈھیلا اٹکا تو منہ کے بل گرا۔ ڈھیلا نہیں اٹکا تھا، قدرت نے دھکا دیا

۔میں پاس پہنچ گیا۔میں نے کلہاڑی کے وار کرنے شروع کر دیئے میں نے اس کو جوتے سے سیدھا کیا۔میں نے اس کے سینے پر کلہاڑیاں ماریں۔میں زور سے وہاں کہتا رہا کہ اس سینے میں نبی کا کینہ ہے، پھر میں نے دماغ پر کلہاڑی ماری، میں نے کہا تیرا دماغ خراب تھا، پھر میں نے زبان کو پکڑ کر کلہاڑی سے کاٹا۔میں نے کہا یہ بھونکتی تھی، پھر میں نے انگلی کو لکڑی پر رکھ کر کاٹا، میں نے کہا جب تو نے گستاخی کی تھی، تو انگلی مدینے کی طرف اٹھائی، میں اس انگلی کو کاٹ دوں گا جو محمد ﷺ کی گستاخی کرے گی۔

حاجی مانک کہتا ہے کہ جب میں حیدر آباد جیل گیا، تو حضور ﷺ کی زیارت ہوگئی آپ ﷺ نے کہا بیٹے گھبرانا نہیں تو پھانسی کے تختے پر چڑھا تو تیری شہادت کی موت ہوگی۔

حاجی مانک کہتے ہیں کہ میں نے اس کو ختم کیا، میرے کپڑے اس کے خون سے خون آلود ہو گئے۔پلید خون سے مرتد کے خون سے نفرت آرہی تھی، بد بو آرہی تھی، میں سیدھا تھانے چلا گیا، قریب تھانہ تھا۔تھانیدار نے مجھے دیکھا کہ سر پر پگڑی نہیں، ہاتھ میں کلہاڑی ہے، کپڑے خون سے بھرے ہوئے ہیں، وہ تھانیدار مجھے جانتا تھا، میں شریف آدمیوں میں شمار ہوتا تھا، میں کبھی کبھی مسجد میں اذان بھی دیتا تھا، تھانیدار نے کہا مانک خیر ہے؟ میں نے کہا کل جس کتے نے، جس مرتد نے، جس لعین نے، جس گستاخ نے گستاخی کی تھی، الحمد اللہ آج وہ زبان خاموش ہو چکی ہے۔اس کے خون کو کتے چاٹ رہے ہیں۔ مجھے ہتھکڑی لگاؤ، مجھے گرفتار کرو۔تھانیدار خود کانپنے لگا، رونے لگا، اپنی ٹوپی اتار کر میرے پاؤں میں ڈال دی، کہنے لگا میں تجھے گرفتار کر کے محمد ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں؟

پولیس والے دوڑ دوڑ کر حاجی مانک کے لیے دودھ لا رہے ہیں، رو رہے

ہیں، کہتے ہیں ہم سے وہ کارنامہ نہ ہو سکا، جو ایک بوڑھے نے کر دیا ہے۔ حاجی مانک! ہم تجھے مجرم کہیں یا محمد کا عاشق کہیں، ہم تجھے ہتھکڑی لگا کر کل محمد ﷺ کے سامنے شرمندہ ہو جائیں؟ میں حکومت کو پٹی اتار کر دے دوں گا، مگر تجھے گرفتار کر کے محمد ﷺ کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گا۔ میں اوپر اطلاع دیتا ہوں، مانک تو میرا مہمان ہے، تو قاتل نہیں تو محمد ﷺ کا عاشق ہے۔ (سبحان اللہ)

حاجی مانک کہتا ہے، انہوں نے میری بڑی خدمت کی۔ سکھر پولیس کو اطلاع دی، وہ بھی آئے، میرے قریب کوئی نہ آیا۔ مجھے کہا کار میں بیٹھ جاؤ، وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے، کہنے لگے ہم عورتوں کو پکڑتے ہیں، آج تک ہم نے ڈاکو پکڑے' آج تک ہم نے چور پکڑے ہیں، آج اس کو لے جا رہے ہیں، جس کے دل میں محمد ﷺ کی محبت ہے۔

مانک کہتا ہے کہ میں سکھر جیل میں گیا تو تمام ڈاکو اکٹھے ہو گئے۔ دیکھ کر رونے لگ پڑے۔ کوئی کہنے لگا میں نے ماں کو قتل کیا، دوسرے نے کہا میں نے بہن کو قتل کیا، ایک نے کہا میں نے باپ کو قتل کیا، مانک! تیری قسمت کا کیا کہنا، محمد ﷺ کے دشمن کو قتل کر کے آیا ہے رونے لگے، کہنے لگے جیل تو یہ ہے کہ جس سے خدا بھی راضی ہے، مصطفیٰ بھی راضی ہے (سبحان اللہ) کوئی دودھ لا رہا ہے، کوئی فروٹ لا رہا ہے۔

پتہ چلا تو محمد علی جالندھریؒ وہاں پہنچے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ وہاں پہنچے۔ قاضی صاحب روتے رہے۔ فرمایا، ہم تیری زیارت کے لیے آئے ہیں۔ میں خود وہاں پہنچا، مولانا وہاں پہنچے، مولانا امروٹی وہاں پہنچے، کراچی سے لاہور تک اس کو لوگ دیکھنے آئے، جس نے اپنے بڑھاپے میں جوانی دکھائی تھی۔

مانک کہتا ہے کہ رات کو میں کوٹھڑی میں سویا۔ مصطفیٰ ﷺ کی مسکراتے ہوئے زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری قربانی کا پیغام پہنچ چکا ہے، مانک نہ

گھبرا، وکیل نہ کرنا، وکالت میں محمد ﷺ خود کروں گا۔

حاجی مانک! تیری غیرت محمد ﷺ کو پسند آگئی۔ میں نبی تمہیں مبارک باد دیتا ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تیری پیشانی میں چوم لوں تو نے ساری زندگی میں جو کارنامہ کیا ہے، فرشتے بھی اس پر رشک کر رہے ہیں مقدمہ ہوا، لندن تک کے وکیل آئے، پورا ربوہ (چناب نگر) جھونک دیا گیا۔ پیسوں کے انبار لگ گئے۔ یہ سارے جمع ہوئے۔ ادھر وکالت محمد نے کی۔ بیانات ہوئے، وکیلوں نے کہا کہ آپ یہ بیان دے دیں کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ مانک نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے یہ کام کیا ہے، یہ کلہاڑی اب بھی موجود ہے، جو بھی میرے مصطفیٰ ﷺ کی گستاخی کرے گا، اس پر میں یہی کاروائی کروں گا۔

تین سال مقدمہ چلا۔ جج نے جو فیصلہ لکھا ہے، وہ سن لو، جج نے جب حالات سنے' اس نے فیصلہ لکھا کہ محمد ﷺ کا غلام نبی کا عاشق، پیغمبر کا امتی، محمد عربی کا دیوانہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، اپنے نبی کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ جب عبدالحق نے نبی کی گستاخی کی، حاجی مانک دیوانہ بن گیا۔ حاجی مانک کی عقل ٹھکانے نہ رہی۔ حاجی آپے سے باہر ہو گیا، اس نے اس وقت قتل کیا جب اس کی عقل ٹھکانے نہیں تھی، جس کی عقل ٹھکانے نہ ہو، اس پر قانون لاگو نہیں ہوتا۔ یہ نبی کا دیوانہ ہے۔ میں دیوانے پر کوئی قانون لاگو نہیں کرتا' اس نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا ہے اور مرتد کی سزا بھی قتل ہے (سبحان اللہ) خدا کی قسم مانک زندہ رہا، ان میں پھرتا رہا۔ محمد ﷺ نے اتنی نگاہ ڈال دی ہے کہ آج تک بندوقوں والے اس کا بال بیکا نہیں کر سکے۔ محمد ﷺ کی ختم نبوت کی غلامی آج بھی حفاظت کر رہی ہے۔ (سبحان اللہ)

حاجی مانک ستر اسی سال کا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حوضِ کوثر سے نہا کر آیا ہے۔ یہ سندھ کا واقعہ ہے۔ میں جب بھی اس علاقے میں جاتا ہوں، اس کو بلاتا

ہوں، دیکھتا رہتا ہوں، روتا رہتا ہوں۔ مجھے کہتا ہے دین پوری میری طرف کیوں دیکھتے ہو؟ میں نے کہا میں ان آنکھوں کو دیکھتا ہوں، جنہوں نے محمد ﷺ کو دیکھا ہے۔ (سبحان اللہ)

کرونڈی سے جا کر تصدیق کریں۔ بات غلط ہو تو مجھے منبر سے اتار دینا۔ یہ کرونڈی پڑعیدن سے پندرہ کلومیٹر دور ہے۔ مانک وہاں رہتا ہے اس کو دور سے دیکھ کر آپ سمجھ جائیں گے۔ اس بستی میں کوئی اتنا حسین نہیں،، جس پر محمد ﷺ کی نگاہ پڑ چکی ہے۔ خدا کی قسم یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے خون ٹپکتا ہے۔ ستر سال کی عمر ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حوضِ کوثر سے پانی پی کر نکلا ہے۔ (سبحان اللہ) کہتا ہے کہ آٹھ دفعہ جیل میں مجھے حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ ہر آٹھویں دن آپ ﷺ کی زیارت ہو جاتی تھی۔ آپ ﷺ تسلی دیتے تھے کہ مانک نہ گھبرانا محمد ﷺ تیری وکالت کر رہا ہے۔ (سبحان اللہ) (بحوالہ خطبات ختم نبوت حصہ دوم)

حاصل......زہے نصیب جسے عشق رسالت کی دولت مل گئی اور ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہونا چاہئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اپنے نبی کے لئے جان، مال، وقت ہر چیز قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۹۳

شیطان سے مقابلے کا سبق آموز واقعہ

دیوبند میں مولانا مفتی شفیع صاحبؒ کے ایک قریبی عزیز و دوست اور ساتھی مولانا نعیم دیوبندیؒ بڑے ہونہار صاحب علم و عمل اور فاضل دارالعلوم دیوبند تھے انکی

کم عمر ہی میں صحت خراب ہوگئی تھی اور حالت نازک ہوتی چلی گئی ان کا نزع کے عالم میں کافی دیر تک شیطان لعین سے مناظرہ ہوتا رہا اور وہ اپنی ایمانی قوت کے ذریعے شیطان کے فریب کا جواب دیتے رہے اس عبرتناک اور حیرتناک منظر کا خود حضرت مولانا مفتی شفیعؒ دیوبندی نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا اور مرحوم کی وفات کے بعد مولانا مفتی شفیعؒ نے ''النعیم المقیم'' کے نام سے ایک چھوٹے سے رسالے میں مولانا محمد نعیمؒ کے حالات تحریر فرمائے ہیں اور اس قصے کی تفصیل لکھتے ہوئے حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں۔

عصر کے قریب بار بار متلی ہونے لگی کہ اتنی فرصت نہ ملتی تھی کہ جس میں نماز ادا کرلیں مجھے بلا کر مسئلہ پوچھا کہ میں اس وقت معذور کے حکم میں داخل ہوں یا نہیں؟ میں نے اطمینان دلایا کہ تم معذور ہو اسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہو اس وقت تک وہ اسی عالم مشاہدہ میں تھے اور ارادہ کیا کہ متلی سے کچھ سکون ہو تو نماز ادا کروں لیکن اتنی ہی دیر میں دوسرے عالم کا مشاہدہ ہونے لگا، بعد نماز مغرب جب احقر پہنچا تو حاضرین نے بیان کیا کہ کچھ دیر سے حواس میں اختلال ہے، اور ہذیان کی باتیں کررہے ہیں، لیکن جب احقر داخل ہوا تو اچھی طرح پہچان کر مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میرے سر پر ہاتھ رکھ دو اور دعا پڑھ دو، اور حضرت میاں صاحب (سید ومولانا حضرت مولانا اصغر حسین دامت برکاتہم محدث دارالعلوم دیوبند) سے میرا سلام کہہ دیجئے گا اس کے بعد ہی شیطان رجیم سے مناظرہ ہوا، اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک اس کا سلسلہ احقر کی موجودگی میں جاری رہا اس سلسلے میں مجھے خطاب کرکے کہا کہ مردود مجھے عصر کے وقت سے تنگ کررہا ہے۔

اب معلوم ہوا کہ حاضرین جسے ہذیان سمجھ رہے تھے (وہ ہذیان نہیں بلکہ) اس مردود کے ساتھ خطاب تھا، مرحوم کی ہمشیرہ پاس موجود تھی اور دوسرے بہت سے

مرد وعورت جو پاس تھے ان کا بیان ہے کہ مغرب سے کچھ دیر پہلے (جو کہ جمعہ) کے روز بہت سی روایات وآثار کے اعتبار سے قبولیت دعا کی گھڑی ہے، اول مختصر سی وصیت اپنی دودن کی قضا شدہ نمازوں کے متعلق کی اور پھر بہت گڑگڑا کر تضرع وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا کی کہ "اے میرے پروردگار میں بہت بدعمل وسیاہ کار ہوں ساری عمر معاصی وغفلتوں میں گزاری ہے میں تجھے کس طرح منہ دکھاؤں لیکن تیرا ہی ارشاد ہے۔ ﴿سبقت رحمتی علی غضبی﴾ یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جاتی ہے اس لئے میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، یہ تضرع وزاری کی دعا اس شان سے ہوئی کہ عالم حاضرین پر رقت طاری تھی دعا کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ باآواز بلند کہا کہ میں تیمّم کروں گا ہمشیرہ نے مٹی کا ڈھیلہ سامنے کردیا، تیمّم کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ مردود تجھے بتلاؤں گا کہ تو مجھے حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کس طرح کرنا چاہتا ہے میں بھی مایوس نہیں ہوں گا مجھے اس کی رحمت سے بڑی امیدیں ہیں اس کی رحمت کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ میں ضرور جنت میں جاؤں گا۔

تو ایک موٹی سی کتاب لیکر اس وقت مجھے بہکانے آیا ہے تجھے اس لئے یہ جرأت ہوئی کہ سترہ روز سے مسجد نہیں گیا مگر میری یہ غیر حاضری خدا کے حکم سے تھی۔

اس کے بعد آیت کریمہ "لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجبنا له من الغم" تک پڑھی اور آگے "وکذالک ننجی المومنین" (بار بار) پڑھتے رہے، اور شیطان سے مخاطب ہوکر کہا کہ مردود تو یہ بھلا نا چاہتا ہے اور میں اس کو نہیں بھول سکتا یہ آیت مجھے حضرت میاں صاحبؒ (حضرت مولانا اصغر حسینؒ) نے بتلائی ہے اور مولوی محمد شفیعؒ نے بتلائی ہے اور پھر بار بار یہی جملہ وکذلک ننجی المومنین کو پڑھنا شروع کردیا کمرہ گونج اٹھا (مولانا شفیعؒ

فرماتے ہیں) یہ باتیں میرے پہنچنے سے پہلے ہو چکی تھیں جن کو حاضرین نے اختلال حواس سمجھا تھا، مگر میرے پہنچنے پر مجھے اچھی طرح پہچان کر خوش ہوئے اور دعا کی درخواست اور حضرت میاں کو سلام عرض کرنے کی وصیت وغیرہ سے صاف ظاہر ہوا کہ اس وقت بھی اختلال حواس نہ تھا بلکہ عدو اللہ ابلیس لعین کو دیکھ کر اس سے مقابلہ کر رہے تھے چنانچہ میرے حاضر ہونے کے بعد مجھ سے کہا کہ یہ مردود مجھے عصر کے وقت سے تنگ کر رہا ہے میں نے ﴿لاحول ولاقوۃ الا باالله العلی العظیم﴾ کی تلقین کی تو بلند آواز سے اس کو پڑھا اور کہا خبیث اب تجھے بتلاؤں گا تو مجھے کیوں بہکانے آیا ہے ﴿لا الہ الا اللہ﴾ میرے دل میں گڑا ہوا ہے اللہ اللہ میری رگ رگ میں بسا ہوا ہے حاضرین میں سے کسی نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کو پڑھ کر کہا کہ آگے کیوں نہیں کہتے محمد رسول اللہ (ﷺ)

منہ سے خون کی قے جاری تھی اور جب اس سے فرصت ملتی تو کبھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا پورا کلمہ بآواز بلند پڑھتے تھے اور کبھی لاحول ولاقوۃ الا باالله اور کبھی لاالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین، اور کبھی شیطان سے خطاب کر کے کہتے اس کو مارو اس کو مارو۔

اس وقت اس چھ ماہ کی مدت کے مریض کی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب کشتی لڑنے کو کھڑا ہو جائے گا ایک مرتبہ کہا تو نے سمجھا ہوگا یہ نازک وقت ہے اس وقت بہکا دوں گا اب میرے بدن میں جرأت آگئی ہے اب تجھے بتلاؤں گا اس کے بعد کہا کہ یہ بہت سے آدمی (وہاں سامنے کھڑے ہونے والے صرف دو تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے نظر آرہے تھے۔) (غالباً فرشتوں سے خطاب کر کے) کہا کہ اب تو اللہ تعالیٰ کے یہاں لے چلو۔

بار بار کلمہ طیبہ پڑھتے رہے بلا آخر ساڑھے نو بجے شب کو اس مسافر آخرت

نے اپنی منزل طے کر لی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(از رسالہ النعیم المقیم۔" بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے)

حاصل...... بیشک اسے کہتے ہے خاتمہ بالخیر کہ مرتے وقت اپنے اللہ کو یاد کر رہے ہیں، اور جب شیطان بہکانے کی کوشش کر رہا ہے تو اس سے مقابلہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی ایمان والی موت نصیب عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۹۴

نشے کے عادی ایک شخص کا دردناک واقعہ

کوئی مجھے اس لعنت سے چھٹکارا دلا دے، خدا دشمن کو بھی اس لعنت سے محفوظ رکھے۔ یہ تو انسانوں کو کہیں کا بھی نہیں چھوڑتی۔ ان خیالات کا اظہار چنیسر گوٹھ کے رہنے والے ایک شخص ابراہیم نے کیا جو ہیروں کی لت میں پڑ کر سارا دن اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا ہے۔ ابراہیم کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ اچھا خاصا ویلڈر تھا۔ یہ خوبصورت نوجوان دن بھر محنت کر کے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سکون کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ ابراہیم کے مطابق ہیرون کا چرچا سن کر دوستوں کی ترغیب پر وہ اس کی طرف مائل ہوا لیکن رفتہ رفتہ گھر کا سکون برباد ہوتا گیا، فاقہ کشی کے باعث چند رشتہ داروں نے بچوں کو تو سہارا دیدیا لیکن وہ خود کوڑے اور غلاظت کے ڈھیر پر سارا دن کاغذ وغیرہ جمع کر کے فروخت کرتا ہے لیکن اس آمدنی سے صرف وہ نشہ ہی پورا کر سکتا ہے۔

ابراہیم سے پوچھا گیا کہ تم ایک اچھے کاریگر ہو پھر کیوں گندگی کے ڈھیر پر

گھومتے ہو جس کا جواب دیتے ہوئے ابراہیم نے کہا: ''صاحب! اب اگر میں یہ بھی نہ کروں تو کون مجھے نشے کے لئے چالیس روپے دے گا؟ بیوی بچے تو پہلے ہی میری وجہ سے دوسروں کے سہارے زندگی بسر کررہے ہیں۔ ٹھیک ہے کوئی مجھے روٹی تو دے دے گا لیکن نشہ کہاں سے کروں گا۔ اگر نہیں کروں گا تو میری حالت غیر ہونے لگتی ہے۔ روٹی چاہے ملے نہ ملے ہیروئن ضرور ملنی چاہیئے۔''

اس نے بتایا کہ! ''میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میرے پاس اتنے وسائل نہیں کہ اپنا علاج کراسکوں، حالانکہ ایک دو مرتبہ میں نے دوا استعمال کی بھی لیکن مہنگی دوا نہیں خرید سکتا، سرکاری ہسپتال والے تو ویسے ہی ہماری شکل دیکھ کر بھگا دیتے ہیں یعنی وہاں کے چوکیدار ہمیں گیٹ سے اندر بھی نہیں جانے دیتے آخر مجبور ہو کر نشہ کرنا پڑتا ہے۔'' ابراہیم نے کہا کہ! ''ہاں اگر میرے علاج کا بندوبست ہو جائے تو میں خدا کا شکر ادا کروں گا کہ میری جان کو لگنے والے اس روگ سے نجات مل گئی۔''

چنیسر گوٹھ کے دوسرے لوگوں نے بتایا کہ ابراہیم نہایت محنتی شخص تھا۔ لیکن منشیات نے اس کی زندگی تباہ کر کے رکھ دی ہے، یہ تو اچھا ہوا کہ اس کے رشتہ دار اس کے بچوں کی دیکھ بھال کررہے ہیں ورنہ اس زمانے میں کون کسی کی پرواہ کرتا ہے۔ ان ہی لوگوں کے مطابق یہ شخص رات کو گندگی کے ڈھیر پر ہی سو جاتا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ!

سرکاری طور پر ہم جیسے ناکارہ لوگوں کا علاج ہو جائے تو بہت سے بھٹکے ہوئے نوجوان راہ راست پر آسکتے ہیں۔

کاش میں اس دلدل میں نہ پھنستا جس نے آج میرے گھر کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ میری بیوی نہ جانے کس حال میں بچوں کی پرورش کررہی ہوگی۔ بچے مجھے دیکھ

کر کیا محسوس کرتے ہوں گے کہ یہ کیسا باپ ہے؟ گندہ منہ بال بکھرے ہوئے ،کپڑے بھی صاف نہیں رکھتا اور پتہ نہیں میرے بچے کیا کیا سوچتے ہوں گے وہ معصوم چہرے بھی مجھے دیکھ کر ضرور پریشان ہو جاتے ہوں گے۔" یہ باتیں کرتے ہوئے ابراہیم کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری تھے اور وہ سامنے میدان میں لگے ہوئے ایک گندگی کے ڈھیر پر ردی کا غذ اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالنے لگا۔

حاصل...... یقیناً نشہ انسان کے لئے زہرِ قاتل ہے، یہ انسان کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتا ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا واقعہ عبرت دلانے کے لئے کافی ہے کہ آئندہ ہم خود بھی ایسے نشوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

واقعہ نمبر......۹۵

حضرت تھانویؒ کا ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت تھانویؒ کے ایک مرید تھے، جن کو آپؒ نے خلافت بھی عطا فرمائی تھی اور ان کو بیعت اور تلقین کی اجازت دیدی تھی، ایک مرتبہ وہ سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں تشریف لائے، ان کے ساتھ ان کا بچہ بھی تھا، انہوں نے آ کر سلام کیا اور ملاقات کی، اور بچے کو بھی ملوایا کہ حضرت یہ میرا بچہ ہے، اس کے لئے دعا فرما دیجئے۔

حضرت والا نے بچے کے لئے دعا فرمائی، اور پھر ویسے ہی پوچھ لیا کہ: اس بچے کی عمر کیا ہے؟...... انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اس کی عمر تیرا(۱۳) سال ہے۔

حضرت نے پوچھا کہ: آپ نے ریل گاڑی کا سفر کیا ہے تو اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا تھا یا پورا ٹکٹ لیا تھا؟...... انہوں نے جواب دیا کہ حضرت آدھا ٹکٹ لیا تھا۔ حضرتؒ

نے فرمایا کہ: آپ نے آدھا ٹکٹ کیسے لیا جب کہ بارہ (۱۲) سال سے زائد عمر کے بچے کا تو پورا ٹکٹ لگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قانون تو یہی ہے کہ بارہ (۱۲) سال کے بعد پورا ٹکٹ لینا چاہئے، اور یہ بچہ اگرچہ ۱۳ سال کا ہے، لیکن دیکھنے میں بارہ سال کا لگتا ہے، اس وجہ سے آدھا ٹکٹ لے لیا۔

حضرتؒ نے فرمایا: ''﴿انا للہ وانا الیہ راجعون.﴾ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف اور طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی ہے، آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس اور ادراک نہیں کہ بچے کو جو سفر آپ نے کرایا، یہ حرام کرایا ہے۔ جب کہ قانون یہ ہے کہ بارہ (۱۲) سال سے زائد عمر کے بچے کا ٹکٹ پورا لگتا ہے اور آپ نے آدھا ٹکٹ لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ریلوے کے آدھے ٹکٹ کے پیسے غصب کر لئے اور آپ نے چوری کر لی۔ اور جو شخص چوری اور غصب کرے ایسا شخص تصوف اور طریقت میں کوئی مقام نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا آج سے آپ کی خلافت اور اجازت بیعت واپس لی جاتی ہے۔

چنانچہ اس بات پر اس کی خلافت سلب فرمالی گئی۔ حالانکہ اپنے اوراد و وظائف میں، عبادات اور نوافل میں، اور تہجد اور اشراق میں، ان میں سے ہر چیز میں، بالکل اپنے طریقے پر مکمل تھے، لیکن یہ غلطی کی بچے کا ٹکٹ پورا نہیں لیا، صرف اس غلطی کی بناء پر خلافت سلب فرمالی گئی۔

حضرت والاؒ کی طرف سے اپنے سارے مریدین اور متعلقین کو یہ ہدایت تھی کہ جب کبھی ریلوے میں سفر کرو، اور تمہارا سامان اس مقدار سے زائد ہو جتنا ریلوے نے تمہیں مفت لیجانے کی اجازت دی ہے، تو اس صورت میں اپنے سامان کا وزن کراؤ اور زائد سامان کا کرایہ ادا کرو، خود حضرت والاؒ کا اپنا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ریلوے میں سفر کے ارادے سے اسٹیشن پہنچے، گاڑی کے آنے کا وقت قریب تھا، آپؒ

اپنا سامان لے کر اس دفتر میں پہنچے جہاں پر سامان کا وزن کرایا جاتا تھا اور جا کر لائن میں لگ گئے، اتفاق سے گاڑی میں ساتھ جانے والا گارڈ وہاں آ گیا اور حضرت والا کو دیکھ کر پہچان لیا، اور پوچھا کہ: حضرت آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟...... حضرت نے فرمایا کہ: میں سامان کا وزن کرانے آیا ہوں۔ گارڈ نے کہا کہ آپ کو سامان کا وزن کرانے کی ضرورت نہیں، آپ کے لئے کوئی مسئلہ نہیں، میں آپ کے ساتھ گاڑی میں جارہا ہوں، آپ کو زائد سامان کا کرایہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ: تم میرے ساتھ کہاں تک جاؤ گے؟...... گارڈ نے کہا کہ فلاں اسٹیشن تک جاؤں گا۔ حضرت نے پوچھا کہ: اس اسٹیشن کے بعد کیا ہوگا؟...... گارڈ نے کہا اس اسٹیشن کے بعد دوسرا گارڈ آئے گا، میں اس کو بتادوں گا کہ یہ حضرتؒ کا سامان ہے، اس کے بارے میں کچھ پوچھ گوچھ مت کرنا۔ حضرت نے پوچھا کہ وہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا؟...... گارڈ نے کہا: وہ تو اور آگے جائے گا، اس سے پہلے ہی آپ کا اسٹیشن آجائے گا۔

حضرتؒ نے فرمایا: ''میں تو اور آگے جاؤں گا، یعنی آخرت کی طرف جاؤں گا اور اپنی قبر میں جاؤں گا، وہاں پر کونسا گارڈ میرے ساتھ جائے گا؟...... جب وہاں آخرت میں مجھ سے سوال ہوگا کہ ایک سرکاری گاڑی میں سامان کا کرایہ ادا کئے بغیر جو سفر کیا اور جو چوری کی اس کا حساب دو، تو وہاں پر کونسا گارڈ میری مدد کرے گا؟......''

چنانچہ وہاں پر یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی شخص ریلوے کے دفتر میں اپنے سامان کا وزن کرارہا ہوتا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہ شخص تھانہ بھون جانے والا ہے، اور حضرت تھانویؒ کے متعلقین میں سے ہے۔ (بحوالہ اصلاحی خطبات)

حاصل...... حضرت والا کی بہت سی باتیں لوگوں نے لے کر مشہور کردیں،

لیکن یہ پہلو کہ ایک پیسہ بھی شریعت کے خلاف کسی ذریعہ سے ہمارے پاس نہ آئے، یہ پہلو نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۹۶

ایک کامیاب نوجوان کا تعجب خیز واقعہ

جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینار کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔ ایک عالیشان محل پر گزر ہوا، جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا، وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینار اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے۔ اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے۔ میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہ سے اس نوجوان کے لئے دعا کروں کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنالے کیسا اچھا ہوگا اگر یہ جنت کے نوجوانوں میں بن جائے۔ جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفر کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے۔ اس کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا (وہ مالک سے واقف تھا) مگر مالک کو پہچانا نہیں۔ تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی۔ مالک نے فرمایا۔ تم نے اپنے اس مکان پر کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے کہا ایک لاکھ درم۔ مالک نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درم مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہوگا اور اس میں حشم خدم بہت سے

ہوں گے۔اس میں خیمے اور قبے سرخ یاقوت کے ہوں گے جن پر موتی جڑے ہوئے ہوں گے ۔اس کی مٹی زعفران کی ہوگی ۔اس کا گارا مشک سے بنا ہوگا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی۔وہ کبھی نہ پرانا ہوگا نہ ٹوٹے گا۔اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے امر کن سے تیار ہوگا۔اس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کیلئے آج رات کی مہلت دیجئے۔

کل صبح آپ تشریف لاویں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے عرض کروں گا حضرت مالکؒ واپس آئے اور رات بھر اس نوجوان کیلئے فکر و سوچ میں رہے آخر شب میں اس کے لئے بہت عاجزی سے دعا کی۔جب صبح ہوئی ہم دونوں اس کے مکان پر گئے ۔وہ نوجوان دروازے سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالک کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔حضرت مالک نے فرمایا۔تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی۔اس نوجوان نے کہا کہ آپ اس چیز کو پورا کریں گے جسکا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔حضرت مالک نے فرمایا ضرور ۔اس نے دراہم کے توڑے سامنے لا کر رکھ دیئے اور دوات قلم لا کر رکھ دیا۔

حضرت مالک نے ایک پرچہ لکھا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینار نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلے میں حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جسکی صفت اوپر بیان کی گئی (جو صفات اس مکان کی اوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا) ملے گا اس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہ کے قریب ہوگا۔یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیا اور ایک لاکھ درم اس سے لے کر چلے آئے ۔جعفر فرماتے ہیں کہ شام کو حضرت مالک کے پاس اس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے

کہ ایک دن حضرت مالک جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالک نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کے پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے مالک بن دینار کے ذمہ کی برائت ہے۔ جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا اور اس سے ستر گناہ زیادہ دے دیا۔ حضرت مالک اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر سے ہوئے۔ اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا (جو سوگ کی طور پر لگایا ہوگا) اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا گذشتہ کل انتقال ہوگیا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا غسل میت کس نے دیا تھا۔ اس کو بلایا گیا۔ ہم نے اس سے اس کے نہلانے اور دفنانے کی کیفیت پوچھی۔ اس نے کہا اس نوجوان نے مرنے سے پہلے ایک پرچہ دیا تھا اور کہا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اس میں رکھ دینا۔ میں نے اس کو نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھ دیا۔

حضرت مالک نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا یہ وہی پرچہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو موت دی، یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک دوسرا نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالک! آپ مجھ سے دو لاکھ درم لے لیجئے اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجئے۔ حضرت مالک نے فرمایا کہ وہ بات دور چلی گئی۔ اب نہیں ہوسکتا۔ اللہ جل شانہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالکؒ اس نوجوان کا ذکر کرتے تو رونے لگتے، اور اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

حاصل...... بیشک دنیا کی عمارتوں میں کچھ نہیں رکھا ہے، یہ سب فنا ہونے والی

ہیں عقلمندی ہے کہ انسان اپنے لئے عمارت اس جگہ (جنت میں) بنائے جہاں تعمیر ہمیشہ رہے گی، اللہ کرے اس واقعہ سے ہمیں بھی سبق حاصل ہو آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۹۷

دادرسی

ایک رات سلطان محمود غزنوی (المتوفی ۴۲۱ھ ۱۰۳۰ء) سو رہا تھا کہ یکا یک اس کی آنکھ کھل گئی، پھر لاکھ چاہا کہ دوبارہ نیند آجائے مگر نیند کوسوں دور نکل چکی تھی، بستر پر تڑپتا اور کروٹیں بدلتا رہا، جب کسی طرح آنکھ نہ لگی، تو خداترس بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم فریاد لایا ہے یا کوئی فقیر بھوکا آیا ہے، اس لئے نیند چٹ گئی ہے، غلام کو حکم دیا "باہر جا کر دیکھو کون ہے" غلام نے باہر جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا واپس آکر کہا: "جہاں پناہ! کوئی شخص نہیں" محمود نے پھر سوچا کہ سو رہے، مگر نیند نہ آنی تھی نہ آئی، وہی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہو گئی، غلاموں کو دوبارہ کہا "اچھی طرح دیکھ آؤ کون دادخواہ آیا ہے" غلام دوڑے ہوئے گئے، اِدھر اُدھر دیکھا اور واپس آکر بولے: "حضور کوئی نہیں ہے" سلطان کو شبہ ہوا کہ شاید غلام تلاش کرنے سے جی چراتے ہیں، غصہ میں خود کھڑا ہوا اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے باہر آگیا، بہت تلاش کی، مگر کوئی شخص نظر نہ آیا، قریب ہی ایک مسجد تھی، اس کے دروازے پر آکر اندر کی طرف جھانکا تو آہستہ آہستہ کسی کے رونے کی آواز آئی، قریب پہنچ کر دیکھا تو ایک شخص فرش پر پڑا ہوا نظر آیا، اس کا منہ زمین سے لگا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آہیں بھر رہا تھا اور چپکے چپکے کہہ رہا تھا۔

اے کہ ازغم ندیدۂ خواری ازغم ما کجا خبر داری

خفتہ ماندی چو بختِ ما ہمہ شب　　　تو چہ دانی زرنج بیداری

پھر کہنے لگا کہ سلطان کا دروازہ بند ہے تو کیا، سبحان کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے، اگر محمود ولی سو رہا ہے تو حرج نہیں معبود ازلی تو جاگ رہا ہے۔

محمود یہ سن کر اس کے بالکل قریب پہنچ کر بولا محمود کی شکایت کیوں کرتا ہے، وہ تو ساری رات تیری تلاش میں بے چین ہے، بتا تجھے کیا تکلیف ہے؟ کس نے ستایا ہے؟ کیوں اور کس غرض سے آیا ہے؟ یہ سن کر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا ہوا بولا: ''حضور! ایک درباری کے ہاتھوں ستایا ہوا ہوں، مگر اس کا نام نہیں جانتا، اس نے میری عزت خاک میں ملا دی، آدھی رات کو مستی کے عالم میں میرے گھر آتا ہے اور میری شریک زندگی کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر آپ نے اس تلوار کی آب سے اس داغ کو نہ دھویا تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان، یہ سن کر محمود کو مذہبی اور شاہی حمیّت کے جوش سے پسینہ آ گیا، غصہ سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا: بتا، کیا اس وقت بھی وہ ملعون وہیں ہوگا؟ اس شخص نے جواب دیا ''اب تو بہت رات گذر چکی ہے، شاید چلا گیا ہو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر آئے گا'' سلطان نے کہا: ''اچھا اس وقت تو جاؤ، مگر جس روز جس وقت وہ آئے تو مجھے اطلاع کردو''۔ اس شخص نے سلطان کو دعا دی اور رخصت ہو کر چلا ہی تھا کہ سلطان نے ٹھہرنے کا حکم دیا، اور پہرا داروں سے کہا کہ: ''دیکھو یہ جس وقت بھی آئے خواہ میں سوتا ہوں یا جاگتا ہوں، اس کو فوراً مجھ تک پہنچادو''۔

اتنا کہہ کر محمود اندر آیا، اور وہ شخص اپنے گھر چلا گیا، تیسری رات وہ شخص شاہی محل سرا کے دروازہ پر پہنچا، پہرے داروں نے اس کی شکل دیکھتے ہی سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا، سلطان جاگ رہا تھا، تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا چلو، رات کو شکار کرنے والی لومڑی تک مجھے لے چلو، یہ سن کر وہ شخص آگے ہولیا اور سلطان اس کے پیچھے پیچھے

روانہ ہوا، گھر پہنچ کر اس شخص نے وہ جگہ بتائی جہاں وہ ظالم شخص خزانہ کا سانپ بنا ہوا سو رہا تھا، سلطان نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ ایسا جمایا کہ تمام فرش پر انصاف کا لالہ زار کھل گیا، اس کے بعد سلطان مڑا اور مظلوم صاحب خانہ کو بلا کر فرمایا: ''اب تو محمود سے خوش ہو'' یہ کہہ کر محمود نے مصلّٰی منگوایا اور ایک طرف بچھا کر دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھی، پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا ''گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ'' اس شخص نے جواب دیا: ''ایک چیونٹی سلطان کی کیا خاطر کر سکتی ہے، جو کچھ ہے حاضر کرتا ہوں یہ کہہ کر دستر خوان ڈھونڈ کر سوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے لئے ہوئے آیا اور سلطان کے سامنے رکھ دیئے، سلطان نے اس رغبت اور شوق سے یہ ٹکڑے کھائے کہ شاید عمر بھر میں کوئی لذیذ غذا اس طرح نہ کھائی ہوگی، کھانے سے فارغ ہو کر سلطان نے اس شخص سے کہا، معاف کرنا میں نے تمہیں کھانے کے لئے تکلیف دی، لیکن سنو! بات یہ ہے کہ جس روز تم ملے اور اپنا دکھڑا سنایا، اس وقت میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس خبیث کے سر کو اس کے شانے سے جدا کر کے تمہارے گھر کو پاک نہ کر دوں گا رزق کو حرام سمجھوں گا، پھر دو رکعت شکرانہ میں پڑھی جس پر تم حیران ہو رہے ہو گے، لیکن سنو! اس شخص کے متعلق مجھے اندیشہ تھا کہ میرے بیٹوں میں سے کوئی ہوگا، میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میرے درباریوں اور مصاحبوں کو اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ میرے مزاج سے واقف ہوتے ہوئے ایسی حرکت کریں، میں جس قدر زیادہ سوچتا گیا اسی قدر میرا یقین بڑھتا گیا اتنی بڑی گستاخی کی ہمت صرف بادشاہ کی اولاد کو ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ عام طور غرور کے نشہ میں مست رہتے ہیں، چنانچہ میں تمہارے ساتھ یہاں اپنے کسی فرزند کو قتل کرنے کے ارادہ سے یہاں آیا تھا، جب میں نے صورت دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ میرا فرزند نہیں، کوئی غیر شخص ہے، اس لئے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ (بحوالہ بزم رفتہ کی سچی کہانیاں)

حاصل...... بیشک بادشاہ ہوں تو ایسے انصاف کرنے والے، اللہ کرے ہمارے حکمرانوں کو بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا ہو آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر...... ۹۸

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ایک عجیب واقعہ

حضرت امام ابوحنیفہؒ ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ بالا خانے پر آپ کا گھر تھا، جا کر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گئے۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر نیچے دستک دی۔ آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہوا ہو، اور سارا دن مصروف رہا ہو، اس وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ ایسے وقت میں کوئی آ جائے تو انسان کو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آ گیا، لیکن امام صاحب اٹھے۔ زینے سے نیچے اترے، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں، امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ دیکھئے اول تو امام صاحب جب مسائل بتانے کے لئے بیٹھے تھے۔ وہاں آ کر تو مسئلہ پوچھا نہیں، اب بے وقت پریشان کرنے کے لئے یہاں آ گئے۔ لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں کہا، بلکہ فرمایا کہ اچھا بھائی کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں۔ جب میں آ رہا تھا تو مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے، لیکن اب میں بھول گیا۔ یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آ جائے تو پھر پوچھ لینا۔ آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا، نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا، بلکہ خاموشی سے اوپر چلے گئے۔ ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ

حضرت وہ مسئلہ مجھے یاد آ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اب اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت تک اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا، مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا اچھا بھائی جب یاد آ جائے تو پوچھ لینا، یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے، اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ پھر نیچے تشریف لائے۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ یاد آ گیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ۔ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے)۔

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا، اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا، تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا۔ لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا کہ انسان کی نجاست اگر تازہ ہو تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ (العیاذ باللہ) حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے، اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔ جب امام صاحب نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا۔ امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھے معاف کیجئے گا میں نے آپ کو بہت ستایا۔ لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ میں نے کیسے ہرا دیا؟ اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی۔ میرا کہنا یہ تھا کہ حضرت سفیان ثوریؒ علماء کے اندر سب سے زیادہ بردبار ہیں، اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں اور میرے

دوست کا کہنا تھا کہ سب سے زیادہ بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہؒ ہیں اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہوگئی۔ اور اب ہم نے جانچنے کے لئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر میں آؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس طرح آپ کو دو تین مرتبہ اوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا بیہودہ سوال کروں، اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ اگر غصہ ہو گئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت گئے۔ لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا، اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ (بحوالہ اصلاحی خطبات ج ۸)

واقعہ نمبر......۹۹

حیات شہید کا ایک واقعہ

خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ محمد بطال (بہادر) رومی سے ان کا وہ عجیب واقعہ دریافت کیا جو ان کو بلادِ روم میں پیش آیا تھا تو محمد بطال نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ گردن میں انجیل لٹکائے اور سر پر ٹوپی رکھے ہوئے سر نیچا کیے روم کی چراگاہوں میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں پیچھے سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی اتنے میں دیکھا تو ایک ہتھیار بند سوار نیزہ ہاتھ میں لیے چلا آ رہا ہے جس نے میرے قریب آ کر مجھے سلام کیا اور میرے جواب کے بعد اس نے مجھ سے معلوم کیا کہ، کیا تم نے بطال کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا بطال تو میں ہی ہوں! یہ سن کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے مجھ سے معانقہ کیا اور میرے پیر چومنے لگا، میں نے کہا، تم یہ کیا کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا میں آپ کی خدمت کرنے آیا ہوں! یہ سن کر میں نے اس کو دعا دی اتنے میں کیا دیکھتا

ہوں کہ اچانک چار سوار ہماری طرف دوڑے چلے آرہے ہیں، یہ دیکھ کر میرے اس ساتھی نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے! میں ان کی طرف پیش قدمی کروں، میں نے کہا بہت اچھا، چنانچہ کچھ دیر کی لڑائی کے بعد ان چار سواروں نے میرے ساتھی کو قتل کردیا اور پھر میری طرف بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہوئے میں نے کہا! اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنے ساتھی کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں انہوں نے اس کو منظور کرلیا۔

چنانچہ جب میں مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور انہوں نے میرا مقابلہ کرنا چاہا تو میں نے کہا تم چار ہو اور میں اکیلا! انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تم میں سے ایک ایک میرے مقابلہ میں آتا رہے پس ان میں سے ایک سوار میرے مقابلہ میں آیا جس کو میں نے قتل کردیا۔ اسکے بعد یکے بعد دیگرے وہ دوسرے آئے ان کو بھی میں نے اسی طرح قتل کردیا، اب چوتھا باقی رہا اس سے اس شدت سے جنگ ہوئی کہ ہم دونوں کے نیزے بھی ٹوٹ گئے پھر ہم نے گھوڑوں سے اتر کر اپنی اپنی ڈھال اور تلواریں سنبھالیں حتیٰ کہ دونوں کی ڈھالیں ٹوٹ گئیں اور تلواروں کے قبضے تک الگ ہو گئے جس سے وہ بھی زمین پر گر گئیں پھر آپس میں کشتی ہونے لگی یہاں تک کہ شام ہوگئی اور آفتاب غروب ہو گیا اور ہم سے کوئی ایک دوسرے پر قابو نہ پا سکا اس کے بعد میں نے اس کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے دین میں جو فرض نماز تھی آج وہ مجھ سے قضاء ہوگئی وہ بولا کہ علی ہذا القیاس میری بھی یہی صورت ہے کیونکہ وہ نصاریٰ کا پادری تھا، میں نے کہا، کیا یہ ممکن ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اور ہم اپنی اپنی فوت شدہ نمازیں قضا کر کے رات میں آرام کرلیں اور پھر صبح مقابلہ ہو وہ کہنے لگا، بڑی خوشی سے۔

چنانچہ میں نے اپنی نمازیں ادا کیں اور اللہ کی توحید بیان کی، اس نے بھی جو کچھ اس کو کرنا تھا کیا اور سوتے وقت وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تم عربی النسل ہو تم میں بے وفائی

ہے میرے کانوں میں دو جھانجھ ہیں، ان میں سے ایک کو تم اپنے کان میں لٹکا لو اور اپنا سر اس پر رکھ لو جب تم کوئی حرکت کرو گے تو تمہارا جھانجھ بجے گا اور میں خبردار ہو جاؤں گا ،میں نے اس کو منظور کر لیا اور اسی طرح ہم نے رات گزار دی، صبح کو علی الصباح توحید الٰہی کے ساتھ میں نے اپنی فرض نماز ادا کی اور اس کے بعد ہم دونوں کشتی لڑے اور میں نے اس کو پچھاڑ لیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر چاہا کہ اس کو ذبح کر دوں مگر اس نے مجھ سے معافی کی درخواست کی اور میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر جب دوبارہ ہم کشتی لڑے تو میرا پاؤں پھسل گیا اور اس نے مجھ پر آ کر میرے سینے پر سوار ہو کر مجھے ذبح کرنا چاہا تو میں نے کہا میں تم کو معاف کر چکا ہوں، کیا تم مجھ کو معاف نہیں کرو گے؟ تو میرے اس کہنے پر اس نے بھی مجھے چھوڑ دیا پھر جب تیسری دفعہ ہماری کشتی ہوئی تو میں مضمحل تو ہو ہی چکا تھا اس نے مجھے پھر پچھاڑ لیا اور میرے سینے پر چڑھ کر مجھے ذبح کرنا چاہا تو میں نے کہا کہ، پہلے تو احسان میں، ہم تم دونوں برابر ہو چکے اب تم مجھ پر احسان کر دو، یہ سن کر وہ کہنے لگا اچھا تیری مرضی! پھر چوتھی مرتبہ بھی کشتی میں اس نے مجھے گرا لیا اور کہنے لگا میں نے اب پہچانا کہ تو بطال ہے! بس میں تجھ کو ضرور ذبح کروں گا اور سرزمین روم کو تجھ سے نجات دلاؤں گا میں نے اس سے کہا کہ اگر میرے رب نے چاہا تو، تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکے گا یہ سن کر اس نے میرے قتل کے لیے خنجر اٹھایا اور کہنے لگا ،تو اپنے رب سے کہہ کہ وہ اب مجھے روک لے! پس اے امیر المؤمنین اتنے میں میں نے دیکھا کہ میرا وہ مقتول ساتھی کھڑا ہوا اور اس نے تلوار اٹھا کر اس کا سر اڑا دیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی!" **ولا تحسبن الذین قُتِلوا فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء..الخ**

ترجمہ۔"اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔"

حاصل...... سچ ہے شہید فی سبیل اللہ کا بڑا درجہ ہے جنہوں نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کر دیں اللہ ان کو غیر شعوری زندگی عطا فرماتا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کا شوق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۱۰۰

عشقِ فانی کا ایک عبرت انگیز واقعہ

ایک شہزادہ اپنی رعایا میں سے ایک غریب لڑکی کے حسن و جمال پر ایسا فریفتہ ہوا کہ کھانا پینا چھوڑ کر ہر وقت اس کے ہجر میں آہ وزاری کرتا، بادشاہ کو پتہ لگا تو نہایت رنج ہوا، بایں خیال کہ عالم شہزادگی میں یہ کیفیت ہے تو تخت نشین ہو کر بعالم خودمختاری اللہ جانے کیا کیا ظلم کرے گا؟ چنانچہ وزیر باتدبیر سے اس کی اصلاح کے لیے صلاح ومشورہ کیا کہ شاید پند ونصیحت سے شہزادہ راہ راست پر آجائے، وزیر نے بادشاہ کو تسلی دی اور بادشاہ سے چند روز کی مہلت طلب کی، ایک دو روز کے بعد تمام حالات متعلقہ سے واقفیت حاصل کر کے وزیر نے اپنی حکمت عملی اور زور زر سے لڑکی کے تمام کنبے کو اپنی ملازمت محلات میں لے لیا، اور لڑکی کو اپنی بیگم کی کنیز خاص مقرر کیا، دو چار دن گزرنے کے بعد وزیر نے ایک حکیم سے مشورہ کر کے کنیز لڑکی کے کھانے میں کوئی سخت اسہال آور دوا ملا دی، جس کے نتیجہ میں لڑکی کو اس کثرت سے اسہال آئے کہ تمام مادہ اندرونی خارج ہو کر مشت استخوان رہ گئی، حسب ہدایت وزیر اس کا تمام مادہ غلاظت ایک پاٹ میں جمع ہوتا رہا، وزیر نے شہزادے سے نہایت رازدارانہ طریقہ پر بطور ہمدردی کہا کہ میرے ساتھ چل کر اپنی محبوبہ سے ملاقات

کرلیں، شہزادہ اس غیر متوقع کامیابی سے خوش ہوکر وزیر کے محلات میں گیا، وزیر نے بیمار لڑکی کو اس کے سامنے پیش کردیا، شہزادہ نے رنجیدہ ہوکر کہا کہ آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں جو ایسی مکروہ بدشکل بیمار اور کمزور لڑکی کو میری محبوبہ بتلاتے ہیں، وزیر نے حلفیہ کہا کہ یہ وہی لڑکی ہے، جس کے ہجر میں آپ اس قدر لاغر ہو رہے ہیں، شہزادے نے پوچھا تو وہ نہایت حسین وجمیل تھی، اس کا حسن وجمال کہاں گیا؟ وزیر نے غلاظت بھرے پاٹ کی طرف اشارہ کرکے اس کا حسن وجمال اس پاٹ میں بند کر رکھا ہے، شہزادے نے متعجب ہوکر پاٹ کو جو کھولا تو اس کے تعفن سے غشی کی سی حالت طاری ہوگئی، ہوش آنے پر وزیر نے کہا، اس حسن کی اصلیت یہی ہے، جس پر کہ آپ اس قدر فریفتہ تھے، چنانچہ شہزادہ اس تمام واقعہ کی حقیقت سے باخبر ہوکر آئندہ اس قسم کی ناجائز حسن پرستی سے تائب ہوگیا، انسان کو چاہئے کہ ظاہر پر فریفتہ نہ ہو، کیونکہ اس کی اصل سراسر غلاظت کی پوٹ ہے

اسی طرح ایک شہزادہ اپنے محلات کی کنیز پر فریفتہ ہوگئے، شہزادہ کے زیادہ اصرار پر اس عصمت مجسم کنیز نے بظاہر رضامندی کے طور پر دریافت کیا کہ آپ کو میرے حسن میں سے سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے؟ شہزادے نے کہا اگرچہ تم سرتاپا تصویر حسن ہو، لیکن تمام اعضائے جسمانی میں سے مجھے تمہاری آنکھیں سب سے زیادہ پسند ہیں، یہ سنتے ہی لونڈی اندر گئی اور چھری سے دونوں آنکھیں نکال کر ایک طشت میں رکھ کر باادب کنیزانہ شہزادے کو پیش کردیں، اور آنکھوں جیسی نعمت بیش بہا سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ کر اپنی عصمت کو محفوظ رکھا، شہزادہ پر اس غیر متوقع اور اس قدر جرأت مندانہ اقدام کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ آئندہ کے لئے وہ ایسے گناہ عظیم سے ہمیشہ کیلئے تائب ہوگیا۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حاصل......واضح رہے کہ جسم انسانی کے اجزائے ترکیبی یعنی چربی، فاسفورس، سوڈا، نشاستہ، شکر، پانی اور ہڈیوں وغیرہ کو فروخت کیا جائے، تو ان کی مجموعی قیمت روپیہ سوا روپیہ سے زائد نہیں ہوتی، انہی اجزاء کا ظہور ترتیب زندگی اور انتشار موت ہے۔

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترتیب   موت کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عشق فانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

واقعہ نمبر......۱۰۱

کوڑھی، گنجے، اور اندھے کا امتحان

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا، خدا تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا اور ان کے پاس ایک فرشتہ (انسان کی شکل میں) بھیجا، پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا کہ تجھے کون سی چیز پیاری ہے، اس نے کہا مجھے اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جائے، اس سے لوگ گھن کرتے ہیں اور اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے، اس فرشتہ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیرا تو اسی وقت وہ اچھا ہو گیا اور اچھی کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی پھر پوچھا تجھے کونسے مال سے زیادہ محبت ہے؟ اس نے کہا اونٹ سے۔ پس اس نے ایک گابھن اونٹنی اس کو دیدی اور کہا اللہ اس میں برکت دے۔

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کونسی چیز پیاری ہے؟ اس نے کہا میرے بال اچھے نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے جاتی رہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں، فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا، وہ فوراً اچھا ہو گیا اور اچھے بال

نکل آئے، پھر پوچھا کہ تجھ کو کونسا مال پسند ہے، کہا گائے پس اس کو ایک گابھن گائے دیدی اور کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت بخشے۔ اس کے بعد پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کیا چیز چاہئے؟ اس اندھے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری نگاہ درست کردے کہ سب آدمیوں کو دیکھوں اس نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اور وہ اچھا ہوگیا اور پوچھا کہ تجھ کو کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا بکری، پس اس کو ایک گابھن بکری دیدی گئی۔

تینوں کے جانوروں نے بچے دیئے تھوڑے دنوں میں اس کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا اسی طرح اس کی گائیوں اور بکریوں سے بھی جنگل بھر گیا، پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں میرے سفر کا سارا سامان ختم ہوگیا ہے، اور منزل مقصود تک پہنچنے کا کوئی سلسلہ نہیں سوائے خدا کے اور تیرے، میں اس اللہ کے نام سے جس نے تجھ کو اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی، میں تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہوکر اپنے گھر پہنچ جاؤں، اس کوڑھی نے کہا، یہاں سے چلا جا مجھے بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں تجھے دینے کی اس میں گنجائش نہیں ہے، فرشتہ نے کہا کہ شاید تجھ کو میں جانتا ہوں کیا تو کوڑھی ہی تھا، کہ لوگ تجھ سے گھن ونفرت کرتے تھے اور کیا تو مفلس نہ تھا پھر تجھ کو خدا نے اس قدر مال عنایت فرمایا، اس کوڑھی نے کہا واہ کیا خوب، یہ مال تو میری کئی پشتوں سے باپ دادا کے وقت سے چلا آرہا ہے، فرشتہ نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کردے جیسا کہ پہلے تھا۔

اس کے بعد دوسرے شخص یعنی گنجے کے پاس آیا اور اسی طرح اس سے بھی سوال کیا، اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا، فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کردے، جیسا تو پہلے تھا، اس کے بعد پھر اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ میں مسافر

ہوں، اور میرے پاس سامان نہیں ہے آج بجز خدا کے اور پھر تیرے کوئی میرا وسیلہ نہیں ہے میں اس کے نام پر جس نے دوبارہ تجھ کو نگاہ بخشی میں تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس سے اپنی کاروائی کر کے سفر پورا کروں اس نے کہا بیشک میں اندھا تھا خدا تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجھ کو نگاہ بخشی، جتنا تیرا دل چاہتا ہے لیجا اور جتنا چاہے چھوڑ جا، خدا کی قسم میں کسی چیز سے تجھ کو نہیں روکوں گا، فرشتے نے کہا کہ تو اپنا مال اپنے پاس رکھ مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے، فقط تم تینوں کی آزمائش مقصود تھی، سو وہ پوری ہوگئی خدا تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہوا۔ (بحوالہ بہشتی زیور حصہ اول)

حاصل...... خیال کرنا چاہئے کہ ان دونوں (کوڑھی، گنجے) کو ناشکری کا کیا نتیجہ ملا کہ ان سے تمام نعمت چھین لی گئی جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے، اور خدا ان سے ناراض ہو گیا، دنیا اور آخرت میں دونوں نامراد ہوئے اس اندھے کو شکر خداوندی کی وجہ سے کیا عوض ملا کہ اس کے مال میں مزید اضافہ ہو گیا خدا اس سے راضی ہوا اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوا۔

آخر میں آیئے ہم سب مل کر دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام واقعات سے سبق اور عبرت حاصل کرنے اور نیک اعمال کر کے اپنی آخرت بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

مراجع ومصادر

حکایات صحابہؓ.......................................حضرت مولانا زکریا صاحب

امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات...................مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

بوستان.......................................شیخ شرف الدین المعروف شیخ سعدیؒ

بہشتی زیور.......................................مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

ندائے منبر ومحراب.......................................مولانا محمد اسلم شیخوپوری

غلط فہمی.......................................جناب سید امین گیلانیؒ

تاریخ بغداد.......................................احمد خطیب بغدادیؒ

اشرف الحکایات.......................................نصیر حسین نقشبندی غفوری

حدائق الحنفیہ.......................................فقیر محمد جہلمیؒ

بکھرے موتی.......................................مولانا محمد یونس پالن پوریؒ

ٹی وی کی تباہی کاریاں (کتابچہ).......................مولانا مفتی عبدالروٴف سکھروی

سفر نامہ ابن بطوطہ.......................................

اصلاحی خطبات.......................................مولانا مفتی تقی عثمانی

امثال عبرت.......................................مولانا اشرف علی تھانویؒ

زاد آخرت.......................................حاجی سرفراز خان پیر پیاوی

کتابوں کی درسگاہ میں.......................................مولانا ابن الحسن عباسی

فضائل صدقات.......................................مولانا محمد زکریاؒ

اردو برائے متوسطہ (سوم).......................................وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مومنات کا قافلہ اوران کا کردار..............................مولانا عبداللہ بدران
صحیح اسلامی واقعات..............................حافظ عبدالشکور
الکمال فی الدین للنساء..............................مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہریؒ
ترقی..............................مولانا عاشق اللہ بلندشہری
خانہ بگوش..............................مولانا عبدالحقؒ
النعیم المقیم..............................مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
بصیرت افروز واقعات..............................مولانا طارق جمیل صاحب
حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات..............................ابوالحسن اعظمی
مخزنِ اخلاق..............................مولانا رحمت اللہ سبحانی
حکایتوں کا گلدستہ..............................مولانا محمد سعید دہلویؒ
حکایات صوفیہ..............................جناب طالب ہاشمی صاحب
جزینہ..............................مولانا محمد اسلم شیخوپوری
خواتین اسلام کے سبق آموز واقعات..............................مولانا حسین صدیقی صاحب
کرامات اولیاء..............................عبداللہ یافعی یمنیؒ
منتخب حکایات..............................مولانا امداداللہ انور صاحب
بیس بڑے مسلمان..............................مولانا عبدالرشید ارشد
محسنہ کائنات ماں ہے..............................خواجہ اسلام صاحب
موت کا منظر..............................خواجہ اسلام صاحب
ضرب مؤمن (جنوری 2005ء)..............................کراچی

مؤلف کی چند دیگر کتب